مقالہ در حالاتِ

الطحاوی الامام

ان کے خصوصی مجاہدات ونظریات در حدیث

سید خیر الانام علیہ الصلوۃ والسلام

سید قطب الدین حسنی صابری

(حصہ ثانیہ)

بسم الله الرحمن الرحیم
******** ********

مقالہ درحالات

"الطحاوی الامام"
**** ******* *****

اور ان کے خصوصی مجاہدات ونظریات درحدیث سید الانام

علیہ الصلوٰۃ والسلام

از

السید قطب الدین حسینی صابری بی ۔ اے (عثمانیہ)

متعلم ام ۔ اے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ و کفی والصلاۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی

" الطحاوی الامام " و مقامہ فی حدیث سیدالانام صلی اللہ علیہ وسلم

میرے مقالہ کا عنوان امام ابو جعفر احمد ابن محمد بن مسلمتہ الازدی رحمتہ اللہ علیہ، اور فن حدیث کے متعلق انکے خصوصی مجاھدات و نظریات ھین ـ مین نے اپنے مضمون کو دو حصون پر تقسیم کردیا ھے ، پہلے حصہ مین امام طحاوی کے کچھہ شخصی حالات درج ھونگے ، اور دوسرے حصہ مین فن حدیث کے متعلق انکے بعض خصوصی کارنامون کا تذکرہ کیا جائیگا ـ

حصہ اول

نام و نسب ! الطحاوی الامام کا نام احمد ھے ، والد کا نام محمد، اور دادا کا نام مسلمۃ ھے، کنیت ابوجعفر، نسبی نسبت الازدی الحجری ، اور وطنی الطحاوی ھے ، سن ولادت باختلاف ارا ء سنہ ۲۲۹ یا سنہ ۲۳۸ اور وفات بالاتفاق سنہ ۳۲۱ ھجری ھے ، خاندانی طور پر یہ شافعی تھے ، لیکن بعض واقعات پیش آئے ، جنکی وجہ سے خاندانی مسلک کو ترک کرکے انہون نے حنفی مذھب اختیار کرلیا ، اور زندگی کا بڑا حصہ حنفی مذھب کی حمایت مین گزرا ، اس سلسلہ مین " حدیث " کے شعبہ " متن " کے مطالب بیان کرنے ، اور مختلف روایتون مین تطبیق دینے مین خدا نے انکو ایسا کمال عطا کیا ، جسکی نظیر اسلام کی تاریخ مین بمشکل پیش کی جاسکتی ھے ، اسی تخصیصی کارنامہ کے سلسلہ مین ان کی سب سے پہلی تصنیف معانی الاثار ، اور سب سے آخری تصنیف مشکل الاثار ھے ، درمیان مین مختلف علوم و فنون کے متعلق اور بھی ضخیم مجلدات مین انہون نے اپنی یادگارین چھوڑی ھین ، جن کا ذکر اپنے مناسب مقام پر کیا جائیگا ، امام طحاوی کا یہ تو اجمالی تذکرہ تھا ، اب مین انکے حالات پر ذرا تفصیلی طور پر کچھہ بحث کرتا ھون ،

الطحاوی دراصل طحا نامی مصر کے ایک گاؤن کی طرف نسبت ھے ، السمعانی انساب مین

طحا کے متعلق لکھتے ھین،

قرية باسفل ارض مصر من الصعيد يعمل فيها
الكيزان يقال لها الطحويه من طين احمر
(٣٦٨ مطبوعه جرمني)

واقعه یهه هے، که اسلامي فتوحات کا دائره جب عهد فاروقي مين وسيع هوا، اور اتنا وسيع هوا که چند هي سالون مين کسری کے سارے مقبوضات، اور قیصر کي حکومت کا ایک بڑا حصه، ممالك محروسه اسلاميه مين داخل هوگیا، قیصر هي کي نگراني مين اس وقت فرعون کي زمين مصر بهي تهي، حضرت عمرو بن العاص مشهور صحابي رضي الله تعالي عنه کے هاته پر مصر فتح هوا، اور مسلمان جوق در جوق اس ملك مين جاکر بسنے لگے، آنحضرت صلي الله عليه وسلم کے اصحاب کرام مين جتنے نفوس طيبه نے اس ملك کو اپنا وطن بنایا، السیوطي نے اپني مشهور کتاب "درالسحابه" مين ان کي تعداد تين سو بتائي هے، اسي سے صحابيون کي اولاد اور دوسرے مسلمانون کا اندازه هوسکتا هے، اسي کے ساتهه همين یهه بهي یاد رکهنا چاهئے که عهد صحابه مين جتنے ممالك فتح هوئے، ان مين اگرچه چند علاقے ایسے تهے، جهان علم و تهذیب کي کافي روشني پائي جاتي تهي، لیکن اس اعتبار سے مصر کا درجه سب سے بلند تها، اسي ملك مين مسلمانون کو اسکندريه کے مشهور دارالعلوم اور اسکے متعلقه اساتذه وکتب خانون کے دیکهنے، ان اساتذه سے ملنے جلنے، اور طور و طریقه کے تجربه کرنے کا موقعه ملا، میری بحث بهت طویل هوجائیگي، اگر مين مصر کے قبل الاسلام علمي و تعلیمي حالات کي یهان تفصیل کرون، بالفعل میرا صرف اتنا اشاره هي کافي هے، مصر کي اس علمي و تعلیمي خصوصیت کا اقتضاء تو یهه تها، که مسلمان علوم الاوائل کے مقابله مين محمد رسول الله صلي الله عليه وسلم کے لائے هوئے علوم جدیده کي ترتیب و تبویب، تصنیف و تالیف مين جب مشغول هوئے، تو

اس کام کے آغاز کا سہرا ، مصر اور مصری علماء کے سر بند ھتا ، خصوصا جب ھمین یھہ بھی معلوم ھے ، کہ صحابہ اور تابعین کی ایک بڑی تعداد مصر پھونچ کر وھان توطن پذیر ھوگئی تھی ، خصوصیت کے ساتھہ حضرت عبد اللہ ابن عمر جو فقہاء مدینہ کے گویا امام ھین ، ان کے مشہور جانشین اور خلیفہ اور ان کے علم کے راوی حضرت نافع جنکا شمار سلسلہ الذھب کی سنہری کڑیون مین کیا جاتا ھے ، محض تعلیم و تدریس کے لئے حضرت عمر ابن عبد العزیز خلیفہ نے ان کا تقرر مصر مین کیا تھا ، السیوطی لکھتے ھین ،

بعثہ عمر بن عبد العزیز الی مصر یعلمہم
السنن فاقام بہا مدۃ ، صـــ ۱۱۹ ج ۱

نافع نے ایک مدت تک مصر مین اس علمی خدمت کو انجام دیا ، اور انکے حلقہ درس سے بعض ایسے علماء نکلے ، جنکا شمار ائمہ مجتہدین مین کیا جاسکتا ھے ، میری مراد حضرت لیث ابن سعد المصری الامام سے ھے جنکے متعلق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جو امام مالک کے ارشد تلامذہ مین تھے ، لیکن باوجود استاد ھونے کے امام مالک کے مقابلہ مین لیث بن سعد کے متعلق ان کی منصفانہ رائے یھہ تھی کہ

کان اللیث افقہ من مالک الا انہ
ضیعہ اصحابہ (حسن المحاضرہ
صـــ ۱۲۰

اس علمی جلالت قدر کے ساتھہ ساتھہ لیث مصر کے دولتمندون مین بھی امتیاز رکھتے تھے وہ ایک خاندانی جاگیردار یا زمیندار رئیس تھے ، انکی آمدنی تقریبا سالانہ کئی لاکھہ روپیہ سے متجاوز تھی ، علم و امارت دونون قوتون نے مصر مین انکے اقتدار کو اتنا مستحکم کردیا تھا کہ گو حکومت کے کسی عھدہ پر سرفراز نہ تھے ، اور قصدا علم کی خدمت کے لئے نوکری کے جھنجھٹون سے انھون اپنے کو آزاد رکھا تھا لیکن باوجود اسکے

کان نائب مصر وقاضیہا من تحت اوامر اللیث
وکان اذا رابہ من احد شی کاتب فیہ فیعزلہ و
قد ارادہ المنصور ان یولیہ امرۃ مصر فامتنع
حسن المحاضرہ صـــ ۱۲۱

علم کي خدمات کے سلسلہ مین ان کے کارنامے مشہور ھین، تاریخ کي اکثر کتابون مین حضرت امام مالك کے ساتھہ انکے دوامي حسن سلوک کے واقعات مشہور ھین[1]، خطیب نے لکھا ھے، کہ اپنے حلقہ درس کے طلبہ کے زیادہ تر مصارف کا انتظام یہہ خود اپني ذاتي آمدني سے کرتے تھے، اس سے انکي فراخ چشمي، اور ذوق علم کا اندازہ ھوسکتا ھے، کہ موسم سرما مین طلبہ کو جوناشتہ ان کے یہان سے ملتا تھا، اس مین علاوہ دوسری چیزون کے بھنے ھوئے بادام کا ستو بھي ھوتا تھا، ان لوگون کے لئے جو مدعي ھین، کہ مسلمانون نے اپنے سارے علوم دوسری قومون کی نقش قدم پر چلکر اوران ھي کو دیکھہ دیکھہ کر مدون کیا تھا یہہ واقعہ قابل غور ھے، کہ مصر ھي اس زمانہ مین مشرق قریب کا سب سے بڑا علمي مرکز تھا، مسلمانون کو یہان رھنے سہنے کا بھي موقعہ ملا، اور بڑے بڑے اھل علم نے یہان اسلامي علوم کي خدمت کي، لیکن باوجود اسکے، اسلامي علوم یعني قران وحدیث، فقہ مین سے کسي علم کے متعلق مصر کو سبقت حاصل نہ ھوسکي، اور باوجود اتنے ساز و سامان ھونیکے وہ ان علوم مین مدت تك اسلام کے دوسرے علمي مرکزون کا دست نگر بلکہ ماتحت رھا، مصر والون کا اسلامي علوم کے متعلق جو حال رھا اس کا اندازہ اسي واقعہ سے ھوسکتا ھے، کہ بیچارے لیث بن سعد نے مختلف علمي مرکزون مین گھوم پھر کر بڑی محنت سے زھری عطا بن ابي رباح وغیرہ جیسے جلیل القدر تابعین کے علوم کو حاصل کیا، اور خود مصر مین بھي نافع مولي ابن عمر سے ان کو بہت کچھہ ذخیرہ ھاتھہ آیا، لیث نے اسکے بعد جیسا کہ مین نے عرض کیا اپني ساری مالي قوت اشاعت علم مین صرف کردی، لیکن پھر بھي امام شافعي کي شہادت ھے، کہ ان کے شاگردون مین کوئي اس قابل تو کیا ھوتا کہ خود کچھہ کرتا دھرتا، اتنا بھي ان لوگون سے نہ ھوسکا، کہ لیث کے سرمایہ ھي کو برباد ھونے سے بچالیتے،

---

[1] کہا جاتا ھے کہ امام مالك نے لیث کی خدمت مین ایك "صبنیة"، (سیني) بھر کر کھجورین تحفہ مین بھیجین، لیث نے طلائي اشرفیون سے بھر کر اس صبنیة کو واپس کیا

۱۲ ابن خلکان

مگر اسي کے مقابلہ مین اسلامي قوانین اور تفریعات کي بنیاد کہان پڑتي ہے ، ٹھیک اسي
جگہ جو بالکلیہ مسلمانون کي اپني بنائي ہوئي خاص نوآبادی تھي یعني کوفہ ، جس مین
زیادہ تر آنحضرت صلي اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ، یا عرب کے مختلف قبائل کے فوجي
سپاہي تھے ، یعني کل کے کل ان ہي لوگون سے کوفہ آباد ہوا تھا ، جنھین غیراقوام
کے اہل علم سے تو خیر ، شاید عوام سے بھي زیادہ ملنے جلنے کا کم ہي اتفاق ہوتا تھا ،
اورکوفہ کے ساتھہ ساتھہ دوسرا مقام جہان ہم اسلامي علوم کے ہل چل کو محسوس کرتے
ہین ، وہ مدینہ منورہ ہے یعني ان ہي دونون شہرون مین تقریبا ایک زمانہ مین فقہ حن
اور فقہ مالکي کي تدوین کاکام شروع ہوا ، مدینہ مین بھي یہہ کام اس وقت شروع ہوا جب
پائے تخت وہان سے منتقل ہوکر دمشق اور بغداد چلا گیا ، یون ہي عرب مین غیر اقوام
کے لوگون کي آمد ورفت کا سلسلہ کم تھا پھر جب مدینہ منورہ نے بجائے سیاسي مرکز ہونے کے
مسلمانون کے صرف ایک مذہبي اور دیني مرکز ہونیکي حیثیت اختیار کرلي تو اسوقت مسلمانو
کے سوا غیر قومون کے افراد کي اس سے کیا دلچسپي باقي رہ سکتي تھي ، اورخدا کي طرف
کي بات تھي ، کہ مسلمانون کي محنتون اورجانفشانیون پر خاک ڈالنے کے لئے جو یہہ مفروضہ
کھڑا کیا جانے والا تھا کہ ارسطو کے ان قلیون نے علوم الاوائل اور فنون پارینہ ہي کے متعلق
نہین بلکہ اپنے علوم و فنون مین بھي وہ دوسرون کي صرف نقل اتاری ہے حتي کہ اس
بنیاد پر کہاجاتاہے کہ مسلمانون کا قانون رومن لا اور دستور ایران کو سامنے رکھکر بنایا
گیا ہے لیکن لطیفہ تراشنے والون نے کبھي یہہ بھي سوچا کہ اگر یہي واقعہ ہوتا تو
اسلامي قانون کي تدوین کي ابتداء بجائے کوفہ اور مدینہ منورہ کے اسکندریہ اورفسطاط
یا مداین ، اور بغداد مین ہوتي ، کچھہ نہین تو صرف ایک بھي تاریخي حقیقت ان
ہزرہ سرایون کي تردید کے لئے کافي ہوسکتي ہے ، خیر یہہ تو ایک تمہیدی ضمني بات ہوتي
تھي ، مین کہنا یہہ چاہتاتھا کہ کو مصر اس عہد مین اگر ساری دنیا کا نہین ، تو کم ازکم

يا امير المومنين انك وليتنا رجلا يكيد
لسنة رسول الله صل الله عليه وسلم بين اظهرنا

ليكن اس شكايت كے ساتهه خط كے آخر مين اسكي بهي شهادت ادا كي گئي تهي كه "ماعلمنافي الدينار والدراهم الا خيرا" يعني رشوت كے لين دين سے انكا دامن پاك هے، بهر حال جهان تك مجهے معلوم هے، كه اسمعيل بن اليسع يه مصر كے پهلے حنفي عالم هين، جنهين امام ليث كي تحريك سے عهده قضاء سے دستبردار هونا پڑا، اس موقع پر ابن خلكان كا يهه بيان قابل ذكر هے،

رئيت في بعض المجاميع ان الليث كان حنفي المذهب

مذكوره بالا مكتوب اگر صحيح هے، تو ليث كا حنفي هونا عجيب هے سے والدهرآت بالاعاجيب خير يهه ايك تاريخي مسئله هے، جسكي تحقيق اپنے مقام مين هوني چاهئے، قاضي اسمعيل كے چلے جانے كے بعد پهر مصر مين وهي مالكيون كا زور قايم رها، يهه ياد ركهنا چاهئے كه هم جس زمانه كے حالات بيان كررهے هين، يهه اسلامي حكومت كے شباب كا عهد تها، مسلمانون كے پاس اگرچه قران وحديث اور اثارصحابه كا ايك بڑا ذخيره موجود تها ليكن آئے دن بكثرت ايسے حوادث و واقعات پيش آتے رهتے تهے، جنكے لئے هر دن ايك نئے فقهي جزئيه كي ضرورت هوتي تهي، مشهور هے كه ضرورت ايجاد كي مان هے، اسي ضرورت نے هر ملك مين ايك ايسے گروه كو پيدا كرديا تها، جو ان پيش آنے والے حوادث كے متعلق قرآن و حديث و اثار صحابه كو پيش نظر ركهكر قوانين پيدا كرتا رهتا تها، ابتداء مين تو يه هي تين چيزين اساس اور اصول كي حيثيت سے استعمال كيجاتي تهين ليكن جون جون زمانه آگے بڑهتا جاتا تها، ان فقهاء كے مجتهدات بهي ان كے مكتب خيال كے ماننے والے علماء اور انكے تلامذه مين ايك اساسي اصل كا درجه حاصل كرليتے تهے، يون هي هر مقدم كے اقوال و نظريات متاخر كے لئے حجت بن جاتے تهے، اور ان تفريعات سے تفريعات، تفريعات سے استخراجات كا سلسله يون هي جاري هوجاتا تها، بلكه اسكا سلسله ابتك جاري هے،

افریقہ و یورپ اور ایشاء کے ان علاقون کا جنھین موجودہ زمانہ مین مشرق قریب کے نام سے موسوم کرتے ھین ، تمام علوم قدیمہ ، کا حالانکہ سب سے بڑا مرکز تھا ، لیکن خود اس سرزمین مین مسلمانون کے علوم جدیدہ کے متعلق کوئی ایسا باقی رھنے والا قابل ذکر کام ایک مدت تک انجام نہ پاسکا ، لیث بن سعد نے کوشش بھی کی ، لیکن کوشش بارآور نہ ھوئی ، یہ ھی وجہ ھے ، کہ مصر دوسرون کی تو کیا رھنمائی کرتا ، خود اپنی رھنمائی مین بھی ھمیشہ باھر کے علماء کی آراء کا محتاج رھا ، حالانکہ مصر کے سوا ابتدائی صدیون مین اسلام کے تمام مرکزی مقامات کے مسلمان خود اپنے قطر کے امام ھی کی عموماً پیروی کرتے تھے ، مدینہ منورہ مکہ معظمہ کوفہ بصرہ شام سب ھی کا یہ ھی حال تھا ، ان سب کے مقابلہ مین بیچارہ اسکندریہ دارالعلوم اور کتب خانون والا ایک ایسا بدقسمت ملک تھا ، جو عموماً کسی بیرونی عالم کی اتباع پر مجبور تھا ابتداء اس ملک پر ، شام کے امام اوزاعی ، اور مدینہ منورہ کے امام حضرت امام مالک کا اثر رھا لیکن ابن وھب ، ابن قاسم ابن الفرات ، اشھب ، عبد اللہ بن الحکم ، أصبغ ، مالکی مذھب کے ان علماء کا جن مین بعض امام مالک کے براہ راست شاگرد تھے اور بعض بالواسطہ ان لوگون نے اس ملک پر اپنے علم و فضل کا ایسا سکہ قایم کیا ، کہ مدت تک پھر کسی دوسرے ائمہ کے خیالات کی اشاعت یھان نہ ھوسکی ، کھتے ھین کہ سب سے پھلے حنفی فقیہہ جو اس علاقہ مین قاضی بنکر داخل ھوئے وہ اسمعیل بن الیسع الکوفی السابری تھے باوجودیکہ بخاری و مسلم کے رواۃ مین ھین لیکن چونکہ

> کان یذھب الی قول ابی حنیفہ ولم یکن اھل
> البلد یومئیذ یعرفونہ

محض اس اجنبیت کی بناء پر مصری ان سے سخت ناراض ھوئے ، اور بالاخر حکومت کو جسکا پایۂ تخت اس وقت بغداد منتقل ھوچکا تھا ، لیث بن سعد کے توسط سے مجبور کیا گیا ، کہ اس حنفی قاضی کو مصر سے واپس بلالیا جائیے ، لیث نے اس سلسلہ مین جو مراسلہ بھیجا تھا السیوطی نے بجنسہ اسے اپنی کتاب مین نقل کیا ھے ،

جیسا کہ مین نے عرض کیا ، مصر دوسری صدی مین مالکی علماء کے ممتاز افراد کا ایک مرکزی مقام بنا ہوا تھا ، چند ہی دنون مین ابن قاسم ، اشہب ، سحنون ، عبداللہ بن عبدالحکم ، اصبغ ، جیسے جلیل القدر ائمہ [illegible] ان مین بعض ایک دوسرے کے معاصر تھے ، اس ملک مین پیدا ہوئے ، ان مین اکثر امام مالک کے تلامذہ تھے ، یا انکے شاگردون کے شاگرد تھے ، ان مین ہرایک نے امام مالک کے مجتہدات ، واستنباطی مسائل و تفریعات کے ساتھہ ساتھہ خود بھی زندگی کے ہر شعبہ مین جزئیات کا ایک بحر بیکران پیدا کردیا تھا ، نتیجہ یہ ہوا جیسا کہ ہمیشہ ایسے مواقع مین ہوتا ہے ، کہ قرآن اور حدیث و آثار صحابہ جو اسلامی قوانین کے حقیقی منابع اور سرچشمے ہین ، ان سے لوگون کی توجہہ بتدریج ہٹتے ہوئے ، اب قال ابن قاسم ، قال اشہب ، الیہ ذہب سحنون ، بہ اخذ اصبغ ، یہ ہی علم رہ گیا ، اور ان ہی کے اقوال سے جزئیات کا پیدا کرنا یہ اجتہاد قرار پایا ، مالکیون کے مذکورہ بالا علماء مین سے تقریبا سب ہی اصحاب تصنیف و تالیف ہین ، اور ہرایک کے تصنیفی ذخیرون کی تعداد ہزارہا صفحات سے متجاوز تھی ، جسکی تفصیل کا یہان موقعہ نہین ہے ، صرف ابن قاسم کی مدونہ[1] جو مطبوعہ ہوچکی ہے ، ان لوگون کے

---

[1] مدونہ کیا چیز ہے ، ابن خلکان نے اسکے متعلق ایک طویل داستان درج کی ہے ، (دیکھو ص ۹۲ ج ۲) خلاصہ یہہ ہے ، کہ دراصل ابن قاسم نے کچھہ سوالات قایم کئے تھے جنکا جواب اسد بن الفرات نے دیا تھا ، اور اسکا نام مدونہ ہوا ۔ اسد ابن الفرات اس کتاب کو ساتھہ لیکر مغرب و افریقہ (قیروان) پہونچے ، وہان سحنون نامی عالم نے نسخہ طلب کیا اسد نے بخل کیا ، سحنون کو غصہ آیا اور سیدھے ابن القاسم کے پاس پہونچے ، اور انہون نے بھی ایک کتاب تیار کی ، اپنے ساتھہ یہ نسخہ اور ابن قاسم کا ایک خط لیکر وہ (قیروان) واپس ہوئے ، خط اسد کے نام تھا ، کہ اپنے نسخہ کا مقابلہ سحنون کے نسخہ سے کرلینا ، جو اسکے مطابق نہ ہو اسے کاٹ دینا ، اسد کو یہہ بات ناگوار گذری اور اسکی تعمیل نہین کی ، جب اسکی خبر ابن قاسم کو ہوئی تو انہون نے بد دعا کی ، کہ خدا تیری کتاب مین برکت نہ دے ، یہ واقعہ ہوا کہ سحنون کی کتاب چل پڑی ، اور اسد کی معدوم ہوگئی ، لیکن اس کتاب کی تحقیق آگے آرہی ہے ۱۲

تصنیفی ذوق و شوق کے اندازہ کے لئے کافی ھے، حالانکہ ان مین زیادہ تر امام مالک ھی کے اجتہادات درج کئے گئے تھے، ملک کی ضرورت کے سوا، نئی نئی موشگافیون پر ان بزرگون کو ایک اور چیز بھی تھی جو آمادہ کرتی تھی، وہ علم کی وھی خصوصیت ھے، جس سے اہل علم کا شاید ھی کوئی طبقہ کسی زمانہ مین محفوظ رہا ھو ــ

امام اشہب اور امام ابن قاسم دونون کا امام مالک کے ارشد ترین تلامذہ مین شمار ھے، تقوی و طہارت، زھد و عبادت مین ھر ایک بلند مقامات کے مالک تھے، لیکن ابن خلکان نے لکھا ھے

كانت المنافسة بينه وبين ابن القاسم (۷۸) ج ۱

ان علمی رقابتون، اور معاصرانہ چشمکون کا بھی نتیجہ تھا کہ ھر ایک اپنے حلقہ ہائے درس مین نئے نئے پیچیدہ سوالات پیدا کرتا، اور شاگردون کو حکم دیا جاتا کہ ذرا ان کے جوابات ان دوسرے عالم صاحب سے تو پوچھہ کر آؤ، یا خود بخود لوگ ان سوالات کو دوسرے علماء تک پہونچاتے، اختلاف طبائع معلومات، اور دوسرے اسباب کے بناء پر بسا اوقات جوابات مختلف ھوتے، اور بالاخر یہ ھی اختلاف مباحث کے ایک طویل سلسلہ کا سبب بن جاتا ~~ایک طرف~~ اور علماء کا یہہ قصہ تو ابتک جاری ھے، غالبا جاری رھیگا، بھرحال مصر بھی اسی حال مین مبتلا تھا، ھر طرف فقہ مالکی کے ماھر بن پھیلے ھوئے تھے، اور ان کا زیادہ وقت ان ھی فقہی جزئیات اور تفریعات کے حل کھونے مین بسر ھورہا تھا، کہ ٹھیک ان ھی دنون مین حق تعالے نے سرزمین حجاز مین ایک نئے دل و دماغ کے آدمی کو علمی بلندی عطا کی، یون تو اسلامی ممالک کا گوشہ گوشہ اھل علم سے بھرا ھوا تھا، لیکن اس نوجوان عالم کو علاوہ دماغی اور ذھنی خصوصیتون کے ایک قدرتی خصوصیت یہہ حاصل تھی کہ ان کا نسبی تعلق قبیلہ قریش اور قریش مین بھی اس خانوادہ سے تھا، جسکا سلسلہ کئی پشتون کے بعد سرور کائینات صلی اللہ علیہ وسلم سے ملجاتا تھا، میری مراد حضرت امام شافعیؒ سے ھے، جن کا پورا نام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن عباس[1] بن عثمان[2] بن شافع[3] بن السائب[4] بن عبید[5] بن عبد یزید[6] بن ھاشم[7] بن المطلب[8] ...[9]

بن عبد مناف ہے ، یعني دسویں پشت مین آنحضرت صلي الله علیه وسلم سے ان کا نسب متصل هوجاتا ہے ، امام شافعي کہان پیدا هوئیے ، اس مین تو بہت کچھہ اختلاف ہے ، عموماغزہ (فلسطین) کو ترجیح دی جاتي ہے ، تاہم اتنا یقین ہے کہ دو هي سال کي عمر مین وہ مکہ پہونچا دئیے گئیے ، یہین قرآن یاد کیا ، اور بالاخر تحصیل علم کے لئیے حضرت امام مالک کیے پاس مدینہ منورہ حاضر هوئیے ، اور ایک زمانہ ان کي خدمت مین گذارہ ، طلب علم کي یہہ پہلي مثال تھي کہ پڑھنے سے پہلے امام شافعي نے امام مالک کي کتاب موطا زباني یاد کرلي تھي جب پڑھنے کے لئیے امام مالک کے پاس حاضر هوئیے ، انہون نے کتاب کھولنیے کا حکم دیا ، بولیے زباني سناتا هون* ، ~~[illegible] امام مالک کي شاگردی مین وہ مدینہ منورہ [illegible] مین رہیے~~ ، اس ~~عرصے مین~~ کے سوا بھي امام شافعي دوسرے علماء فقہ و حدیث کے حلقۂ درس مین بھي حاضر هوتیے رہیے ، بالاخر استاذ (مالک الامام) کي وفات کیے پندرہ سولہ سال بعد یہہ مستقل طور پر قیام کرنیے اور اپنیے خاص نقطہ نظر جو اس عرصہ مین مختلف اساتذہ ، اور ملک کیے عام حالات کیے دیکھنیے سیے ان مین پیدا هوئیے تھیے ، اسکي اشاعت کے لئیے اسلامي پائیے تخت بغداد پہونچیے ، بغداد مین اس وقت حنفي فقہاء کا طوطي بول رہا تھا ، کیونکہ یہہ وهي زمانہ ہے جب هارون الرشید نے قاضي ابویوسف رح کو محکمہ عدالت کے کلي اختیارات اس طور پر سپرد کرد ئیے تھیے کہ ممالک محروسہ مین کسي قاضي کا تقرر بغیر ان کي مرضي اور حکم کے نہ هوگا ، علامہ تیمور پاشا مصری لکھتے هین ،

لما قاما هارون الرشید في الخلافه ولي القضاء
الي ابي یوسف صاحب ابي حنیفه بعد سنة
سبعین و مائة فاصحبت تولیة القضاء بیده
فلم یکن یولي ببلاد العراق و خراسان والشام
ومصر الي اقصي عمل افریقه الا من اشاره

---

* کہاجاتا ہے کہ امام شافعي کے اس رنگ کو دیکھہ کر امام مالک نے اسي وقت بھانپ لیا کہ یہہ لڑکا کچھہ هونیے والا ہے ، بولیے ان یك احد یفلح فهذا الغلام (اگر کوئي کامیاب هوسکتا ہے تو یہہ وهي لڑکا ہے)

اس کے بعد ظاھرھے ، کہ عباسی حکومت کے تمام عراقی محکمون پر حنفي فقہاء کا تسلط ایک قدرتي بات تھی ، اور یہہ تو فقہ کا حال ، باقي علم حدیث سو بغداد اس زمانہ مین بڑے بڑے ممتاز محدثین مثلا امام احمد بن حنبل ، یحي بن معین جیسے بزرگون سے معمور تھا ، کہا جاتاھے ، کہ امام شافعي نے اپنا نقطہ نظر جب بغداد مین پیش کیا ، تو اور تو اور حدیث کے سب سے بڑے امام احمد بن حنبل کو بھي ابتداً ان کا طریقہ پسند نہ آیا ، ابن خلکان نے یحي بن معین کا قول نقل کیا ھے ،

کان احمد بن حنبل ینھانا عن الشافعي
ص ۳۴۷ ج ۱

اسي لئے دو سال قیام کرنے کے بعد پھر مکہ معظمہ واپس ھوگئے ، ایسا معلوم ھوتاھے کہ اپنے لئے انھون نے وھان کوئی گنجائش نہ پائي ، لیکن اصلاح کا جو جذبہ ان مین متلاطم تھا اس نے پھر دوبارہ قسمت آزمائي پرآمادہ کیا ، اور پھر بغداد آئے ، اب کے انھون نے اپنے خیالات کو کتاب کي شکل مین قلم بند کرنا شروع کیا ، خیال گزرتاھے ، کہ تحریر کے ذریعہ سے اپنے منشاء کي تعبیر مین وہ کامیاب ھوئے ، حتي کہ خود امام احمد بن حنبل بھي ان کے انتہائي نیازمندون مین شامل ھوگئے ، بیان کیاجاتاھے کہ احترام کي آخری شکل یہہ تھي کہ بغداد کي سڑکون پر علانیہ امام احمدؒ امام شافعيؒ کے خچر کے پیچھے پیچھے تشریف لیجاتے مگر باوجود اسکے بغداد کا میدان ان کو پھر بھي تنگ ھی نظر آیا ، اور وہ کسي ایسے مرکز کي تلاش مین تھے ، جھان ابتک اسلامي علوم پر مجتھدانہ کام نہ ھوا تھا ، مین عرض کرچکا ھون ، اسلامي ممالک مین یہہ خصوصیت صرف مصر کوحاصل تھي ، کہ اب تک وہ بیروني علماء کا دیني اور قانوني زندگي مین دست نگر تھا ، امام کي عمر اس وقت جب مصر کي طرف روانہ ھوئے ، کل ۳۸ سال کی تھی ، اس سرزمین کے لئے خدا نے ان کو پیدا کیاتھا ، اور مسلسل (۲۰۱) سال تک اس ملک مین وہ اپنے خصوصي نظریات اور مجتھدات کی اشاعت درساً و تصنیفاً فرماتے رھے ، اور مصر ھي کي سرزمین مین بالاخر آسودہ ھوئے ،

امام شافعي کا خاص نقطہ نظر کیا تھا ؟ اس کا جواب اتنا آسان نہین ھے کہ کسي مختصر مقالہ کے تمہیدی بیان مین اسکي تفصیل کي جائے ، تاھم جیساکہ مین نے کہا تھا ، کہ مصر ھو ، یا بغداد ، مدینہ منورہ ھو ، یا مکہ معظمہ ان تمام مرکزی مقامات مین دو ھي قسم کے علمي حلقے پائے جاتے تھے ، ایک حلقہ فقہا٫ کا تھا ، اور انھي کا اثر ملک اور حکومت پر زیادہ تھا کہ دیني زندگي کے لئے عوام کو اور قانوني ضرورتون کے لئے حکومت کو ظاھر ھے کہ ان ھي کي طرف رجوع کرنا پڑتا تھا ، اور ان کا مشغلہ بھي تھا کہ اپنے اپنے اساتذہ اور آئمہ کے اقوال کو اصل قرار دیکر نئے حوادث و واقعات کے متعلق جزئیات پر جزئیات نکالتے چلے جاتے تھے ، ھر بھلا اپنے بھلون کے قول کو بطور حجت اور دلیل کے اور کبھي دلیل جو شک وشبہ سے بالا تر خیال کي جاتي ھے استعمال کررھا تھا ،

اور دوسرا طبقہ محدثین کا تھا ، جو سندون کے ذریعہ سے آنحضرت صلي اللہ علیہ و سلم اور صحابہ و تابعین کے اقوال و افعال نقل کیا کرتا تھا ، ان کي توجہہ متن سے زیادہ اسناد کي طرف مبذول رھتي تھي ، امام الشعبي جیسے محدثین خود کہا کرتے تھے ،

انا لسنا بالفقہا٫ ، ولاکنا سمعنا الحدیث فرویناہ الفقہا٫ ، تذکرہ الحفاظ ص ۷۹ ذھبي

گو ان بزرگون کا احترام بھي ملک مین سب ھي کرتے تھے لیکن نہ پبلک کي کوئي ضرورت ان سے وابستہ تھي اور نہ حکومت کي ، یہ ھي حال تھا جسمین امام شافعي نے اسلامي ممالک کو پایا ، ان کو خدا نے حدیث کے ذخیرون کے حاصل کرنے کا بھي کافي موقعہ دیا تھا ، اور فقہا٫ کے حلقون مین بھي انھون نے اپني عمر کا ایک حصہ گذارا تھا ، فقہا٫ کا قرآن و حدیث سے عملاً بے توجہہ ھوکر صرف اپنے اساتذہ اور ائمہ کے اقوال مین ھمہ تن غرق ھوجانا اور محدثین کا حدیثون کے متن سے بے پروا ھوکر صرف سند کے قصون مین الجھے رھنا ، یہہ دونون باتین انکو ناپسند ھوئین ، انھون نے ایک نئي راہ یہہ نکالي کہ حوادث و واقعات کے

سلسلہ مین بجائیے اپنیے استادون کیے اقوال کیے کیون نہین براہ راست قران وحدیث ھی کیے متون
مین غور کر کیے نتیجہ حاصل کیاجائیے ، اور ڈیڑہ صدی کیے اس عرصہ مین بہت سے لوگون کیے
اقوال و اعمال نیے مسلمانون مین اتنی اھمیت حاصل کرلی ھیے کہ خواہ قرآن کی آیت سنائی جا
یا صحیح حدیث ، لیکن چونکہ وہ کسی گذرے ھوئیے بزرگ کا قول ھیے ، اسلئیے کوئی اس سے
ھٹنیے کیے لئیے آمادہ نہین ھوتا تھا ، بیے شمار جزئیات اور لا محدود مسائل کہ متعلق ممکنہ حد
تک قران کی آیت ، یا صحیح حدیث پیش کرنیے کی کوشش کرنا کوئی آسان کام نہ تھا ، لیکن امام
نیے کمر ہمت چست کی ، اورجہان تک ممکن ھوسکا ، قرانی آیات ، اور حدیث کیے ذخیرون سیے
انہون نیے نفع اٹھانا شروع کیا ۔ انکیے اس طرز عمل نیے سب سیے پہلا انقلابی اثر جو پیدا کیا
وہ یہہ تھا کہ بیچارے محدثین جو اب تک ملک مین صرف ایک مقدس تبرک کی حیثیت رکھتیے
تھیے ، اچانک انکا علم کارآمد اور نتیجہ خیز ھوگیا ، اسی لئیے امام شافعی کی کوششون کا
خلاصہ امام زعفرانی نیے یہہ بیان کیا ھیے کہ ،

کان اصحاب الحدیث رقودا حتی جاء الشافعی
فایقظہم فتیقظوا (ابن خلکان ص ۲۴۷)

اور اب ان کو اپنی محنتون کا ثمرہ ملنیے لگا ، غالبا امام احمد بن حنبل امام شافعی سیے شروع
مین اس لئیے بدگمان ھوئیے ھونگیے ، کہ بزرگون کیے اقوال پر وہ اعتماد نہین کرتیے ، لیکن انکی
تحریرون کو پڑھکر جب ان کو محسوس ھوا کہ یہہ تو حدیث کی قیمت پیدا کررھا ھیے ، تو بدگمانی
جاتی رھی ، اور انکیے بڑیے زبردست حامیون مین ھوگئیے ،

اسی اصول کو لیکر امام شافعی مصر پہونچیے ، جیسا کہ مین پہلیے کہہ چکا ھون کہ
مصر پر مالکیون کا اقتدار قایم تھا ، درمیان مین ایک حنفی فقیہ اسمعیل آئیے بھی ، تو پبلک نیے
ان کو ناپسند کیا ، اور باوجود دیانت پر بھروسہ کرنیے کیے ان کیے قیاسی طریقہ کو مصریون نیے
اچھی نگاہ سیے نہین دیکھا ، اور واقعہ بھی یہ ھی ھیے کہ فقہ حنفی کیے متعلق یہہ وہ

بدگماني هے جس مين تقريبا هر وه شخص شروع مين مبتلا هوجاتا هے جسکي امام کے اصول اور ان کي نظر کي گهرائيون تک رسائي نهين هوتي، جسکا اثر اب تک باقي هے ، مصري بهي اس بدگماني کے شکار هوئے اور مدت تک مصري سوء ظن کے اس مرض مين گرفتار رهے ،

حتي که قاضي ابو يوسف کے قاضي القضاة هونے کے بعد بهي ، مصر مين حنفي قاضيون کا تقرر جو ايک زمانه تک نه هوسکا ، ميرے خيال مين اسکي بڑي وجه مصريون کي يهي علم بدگماني تهي ، تاريخون کے ديکهنے سے معلوم هوتا هے که بجز اسحاق بن الفرات التجيبي کے مصر مين اسمعيل بن سميع کے بعد کوئي حنفي قاضي مقرر نهين هوا ، اور اسحاق ابن الفرات بهي قاضي نهين بلکه نائب قاضي هونے کي حيثيت سے مصر مين قضاء کے فرائض انجام ديتے تهے جسکي تفصيل السيوطي کي حسن المحاضره مين موجود هے۔

اسي لئے امام شافعي جب مصر پهونچے ، توانکا مقابله براه راست جن لوگون سے پيش آيا ، وه ان کے استاد امام مالک هي کے تلامذه اور متبعين تهے ، امام مالک کے فقه کا بڑا حصه مدينه منوره کے فقهاء سبعه اور اهل مدينه کے عمل پر مبني تها ، يا يون کهئے که مدينه کے عملي رسم و رواج کو اپنے فتوون مين امام مالک بهت زياده اهميت ديتے تهے ، مالکي علماء اپنے دعوی کو ثابت کرنے کے لئے نه چندان قرآني آيت پيش کرنے کي ضرورت سمجهتے تهے اور نه صحيح حديث کي ، فقهاء مدينه کے اقوال ثبوت کے لئے کافي خيال کئے جاتے تهے ، سو بهلا ان لوگون کے سامنے امام شافعي کا يه اعلان که صرف تبع تابعين يا تابعين هي نهين بلکه صحابي بهي معصوم نه تهے ، اس لئے "معصوم" قانون کے لئے "معصوم اساس" کي ضرورت هے وه کتاب و سنت کے سوا اور دوسري چيز کيسے هوسکتي هے ، کها جاتا هے که کبهي کبهي صحابه تک کے متعلق امام شافعي "نحن رجال و هم رجال" کهه اٹهتے تهے ، ان کے اس طرز عمل سے ملک مين ايک هل چل پيدا هوگئي ، اور تو اور انکے استاد يهاني اشهب جو امام شافعي سے پهلے مصر کے علمي حلقون کے سب سے بڑے امام تهے ، اورجنکے

متعلق " فقیہ " ہونے کی حیثیت سے امام شافعی تک یہہ تصدیق کرتے تھے کہ،

ما اخرجت مصر افقه من اشهب لو لا طیش فیه ،
حسن المحاضره ص ۱۲۲ ج ۱

لیکن " اشہب " کے طیش کا حال امام شافعی کے مقابلہ میں بالاخر یہان تک پہونچا

کہ علمی نوک جھونک سے گذر کر، کہاجاتا ہے ، جیسا کہ ان کے دوسرے رفیق درس

عبداللہ بن الحکم کا بیان ہے کہ ،

سمعت اشهب یدعو علی الشافعی بالموت
ص ۷۸ ج ۱ ابن خلکان

امام شافعی کو بھی ان کے اس بد دعا کی خبر پہونچی ، تو یہہ شعر پڑھنے لگے ،

تمنی رجال ان اموت و ان امت
فتلك سبیل لست فیها باوحد

لیکن جس مصر کو حنفی فقہہ سے اسلئے متنفر کیا گیا تھا کہ اس مین "سنت رسول صلی اللہ

علیہ وسلم کے ساتھہ داؤ پیچ کیاجاتا ہے " اب اسی سنت رسول (علیہ السلام) کا نام

لیکر سمجھایا جاتاتھا ، کہ معصوم کے مقابلہ مین غیر معصوم ہستیون کا قول و فعل کیسے

حجت ہوسکتا ہے ، مالکی فقہاء نے مقابلہ کرنا چاہا ، لیکن " امام اشہب " کے مذکورہ

بالا طرز عمل ہی سے معلوم ہوتاہے ، کہ جب وہ کوسنے پر اتر آئے ، تو مقابلہ کے میدان

مین کیا ٹھیر سکتے تھے ، آخر یہ ہی ہوا کہ مصریون پر دن بدن حضرت امام شافعی کا

اقتدار بڑھنے لگا ، اور آخر مین انتہا یہ ہوگئی کہ اشہب اور ابن وہب ، جیسے مالکی

آئمہ و اساطین کے سب سے بڑے چہیتے شاگرد ، محمد بن عبداللہ بن الحکم نے مالکی

طریقہ اجتہاد کو ترک کرکے امام شافعی کے مسلك کو اختیار کرلیا اور ان کے حلقہ تلامذہ

مین شریك ہوگئے ، محمد بن الحکم جنکے متعلق السیوطی نے لکھا ہے ، کہ " کان افقه

زمانه " ان کا مالکی مذہب ترك کرکے امام شافعی کے حلقہ درس مین شریك ہوجانا یہ

کوئی معمولی واقعہ نہ تھا ، سارا مصر بلکہ افریقہ مین ایك شور برپا ہوگیا ، پھر کیا تھا

۱ حسن المحاضرہ ص ۱۲۲ ج ۱

جوق در جوق ہر طرف سے طلبہ کھنچ کر امام شافعی کے درس مین حاضر ہونے لگے ، اور اسی سلسلہ مین بعض ایسے شاگرد بھی امام شافعی کو ملے ، جنھون نے اپنی ساری زندگی ان کے پروگرام کی تکمیل کے لئے وقف کردی ، جن مین البویطی ابو یعقوب یوسف بن یحی ، اور ربیع بن سلیمان المؤذن ، حرملہ وغیرہ بزرگون کے علاوہ المزنی ابو ابراہیم اسمعیل بن یحی خاص طور پر قابل ذکر ہین ، جن مین البویطی تو امام شافعی کی وصیت کے مطابق ، ان کے حلقہ درس کے امام کی وفات کے بعد خلیفہ مقرر ہوئے ، اور ربیع نے انکی تصنیفی ذخیرون کی تدوین و ترتیب مین بڑا کام کیا ، بلکہ سچ یہ ہے کہ بغداد مین جو کام امام سے جیسا کہ وہ چاہتے تھے نہ بن پڑا تھا ، ان ہی شاگردون کی بدولت اس کام کی تکمیل انھون نے مصر مین فرمائی اپنے تمام قدیم مجتہدات پر انھون نے نظر ثانی کی ، اور کتاب الام انکی مشہور مطبوعہ کتاب کے سوا " الامالی الکبری " " الاملاء الصغیر " مصر ہی مین مرتب فرمائی ، یہین انھون نے اپنا مشہور " الرسالہ " لکھا ، جو آج ہزار سال سے زیادہ مدت کے بعد اصول فقہ مین اپنی آپ نظیر ہے ، بلکہ کہا جاتا ہے کہ اس فن کی یہ ہی پہلی کتاب ہے ، ان شاگردون سے امام کو جو خاص تعلق تھا اسکا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ مذکورہ بالا بزرگون مین سے ہر ایک کے نام سے غالبا انکے پڑھنے کے لئے آپ نے خاص کتابین تصنیف فرمائین ، جو مختصر البویطی مختصر الربیع ، مختصر المزنی کے نام سے مشہور ہین ، امام شافعی کو مصر مین اتنی مقبولیت کیون حاصل ہوئی ، اسکی ایک بڑی وجہ تو وہی تھی جو اوپر بیان کی گئی ، لیکن جہان تک میرا خیال ہے ، اس سلسلہ مین ایک خاص جذبہ کو بھی تھوڑا بہت ضرور دخل ہے ، میرا مطلب یہ ہے ، کہ جس زمانہ مین اسلامی علوم و فنون کی تدوین کا آغاز ہوا ، عرب کے خاندانی افراد مثلا قریش اور قریش کے مختلف خانوادے کے لوگ عموما سیاسی مشاغل اور حکومتی قصون مین الجھے رہے ، عام پبلک بھی اور حکومت بھی اسلام کے ایسے تفصیلی

شکل کا مطالبہ کررہی تھی ، جو زندگی کے تمام شعبون اور ہر شعبہ کے تمام شاخون پر عملاً منطبق ہوسکے ، یہہ ایک موقعہ تھا جس سے ملک کے ان خاندانون نے نفع اٹھایا جن کا حکومت سے تعلق نہ تھا ، اوراسی لئے فقہ ہو یا حدیث، یاتجوید و قراۃ ، ان تمام علوم کے آئمہ و ماہرین کا تعلق زیادہ تر موالی یا ایسے خاندانون سے ہے ، جنہین ملک مین سیاسی حیثیت سے کوئی اہمیت نہ تھی ،

لیکن امام شافعی جنہون نے فقہ کو حدیث و قرآن کے ساتھہ وابستہ کرنے کا کام اپنے ہاتھہ مین لیا ، یہہ عہد صحابہ و تابعین کے بعد پہلے قریشی امام ہین ، اورمین سمجھتا ہون کہ انکی مقبولیت مین ایک حدتک انکے اس نسبی خصوصیت کو بھی دخل ہے ، اس وقت مجھے بنی امیہ کے خلیفہ غالبا سلیمان بن عبدالملک کا وہ قول نہ مل رہا ہے کہ سلیمان کو جب دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اسکے عہد مین مسلمانون کے تمام مرکزی مقامون کے دینی پیشوا بجز ایک کے سب موالی ہین تو ، سلیمان نے یہ سنکر سینہ پیٹ لیا ، اور بولا اگر آخرمین تم ایک عربی نژاد عالم کا ذکر نہ کرتے تو مین بدحواس ہوجاتا ،

جیسا کہ بیان کرچکا ہون ، امام شافعی کو مصر مین بیس سال تک علم کی خدمت کرنے کا موقعہ ملا ، اوراشہب جو انکی موت کی تمنا مین رہتے تھے ان سے ایک مہینہ پہلے آپ نے وفات پائی ، اس مین کوئی شبہ نہین کہ امام کے بعد انکے کارنامون کی حفاظ و اشاعت کے لئے سعید و لائق شاگردون کی ایک جماعت موجود تھی ، لیکن سمجھہ مین نہین آتاہے کہ کیا صورت پیش آئی ، کہ انکی زندگی مین لوگون پر جو انکا رعب تھا ، بظاہر وفات کے بعد اسکی وہ پہلی کیفیت باقی نہ رہی ، : . بھی نہین کہ انکے بعد انکے بعض شاگردون مثلا حرملہ نے امام کی رائون سے اختلاف کرنا شروع کیا جیسا کہ نووی نے لکھا ہے کہ (لہ مذھب لنفسہ) حسن المحاضرہ ص ١٢٣

بلکه وهي مالکي امام یعني محمد بن عبد الله بن الحکم جنهون نے امام کے اثر سے مالکي طریقه کو ترك کرکے ان کی شاگردی اختیارکرلي تهي ، کهاجاتا هے که ،

لما مات الشافعي رجع الي مذهب مالك
حسن المحاضره ص ۱۲۴

اور ٹهيك جس طرح مالکي مذهب کے ترك کرنے کا شافعي مسلك کي مقبولیت پر اثر پڑا تها ، محمد بن عبدالله بن الحکم کے برگرد د هوجانے سے بهي شافعیت کي تحریك مصر مین متاثر هوئي ،

محمد بن عبدالله الحکم نے امام شافعي کے مسلك مین کیا نقص بعد کو محسوس کیا افسوس هے که ابتك تاریخون مین مجهے اسکا جواب نهین ملا ، بظاهر یهي معلوم هوتا هے ، که ایك مسلمان سے جس وقت کتاب اور سنت رسول (علیه الصلوٰة) کا نام لیکر اپیل کیجاتي هے ، تو انسان جوحتي الوسع یقین کا طالب هے ، اسپر یهه آواز اثر انداز هوتي هے ، لیکن دوسری بات که امام مالك مدینه کے چند فقهاء کے اقوال کو ، اور امام ابوحنیفه قیاس کو حدیث پر ترجیح دیتے هین ، تجربه سے عموما یهه دعوی همیشه بے بنیاد ثابت هوا هے ، بلکه تحقیق سے بالاخر یهي معلوم هوتا هے که مدینه کے فقهاء هون یا امام ابوحنیفه اور انکے کوئي اساتذه حماد ، ابراهیم نخعي ، علقمه ، اسود ، ان سبهون کے فتوون کي بنیاد بالاخر کسي صحیح حدیث یاکم ازکم ان اصحاب نبي صلي الله علیه وسلم کے قول وعمل پر مبني هے ، جنکے ساتهه قرآن مین اپني رضامندی کا اظهار فرمایا اور آنحضرت صلی الله علیه وسلم نے جنکي اتباع کا امت کوحکم دیا هے ، غالبا یه هي واقعه محمد بن عبدالله کو بهي پیش آیا ، لیکن اوسي کے ساتهه شافعیت کي تحریك کا ایك نفع امت کو همیشه یهه پهونچتارها هے اور انشاء الله تعالي قیامت تك پهونچتا رهیگا ، که جب کبهي مسلمانون کے علماء فقه اور فقهي جزئیات مین غلو کرتے هوئے ، قرآن و حدیث سے کچهه دور هوتے هین ، تو همیشه هر ملك مین اس تحریك نے اٹهکر مسلمانون

کو چونکایا اور اصلي سرچشمه سے کہین یهه ٹوٹ نه جائین ، اس مصیبت سے بچایا هے ،

گویا قدرت نے اسلام مین اس جماعت کو حزب الاختلاف کي حیثیت سے پیدا کیا هے ،

جو هر تهوڑے دن کے بعد مسلمانون کو مجبور کرتي هے ، که اپني مذهبي زندگي کا وه

جائزه لین ، اور ان کو اساسي مستندات پر پیش کر کے جانچ لیا کرین ، اور اسي چیز نے

بحمد الله مسلمانون کو کتاب و سنت سے (اگر کبهي یهه دور بهي هوگیے هین) قریب رکهاه

امام احمد بن حنبل سے جو یهه منقول هے که

ما بت منذ ثلاثین سنة الا و انا ادعو للشافعي

ابن خلکان ص ۱۴۷ ج ۱

تو اس کا غالبا یهي مطلب هے ، که حضرت امام شافعي کا امت پر یه همیشه کے لئیے ایك

بڑا احسان ره گیا ، اور یهه واقعه هے ، که همیشه اس تحریك کے بعد ان لوگون کو بهي

جو آئمه هداة مین سے کسي امام کے مسلك کے ساتهه اپنے کو مقید رکهتے هین ، انکي ت

مین بهي تقلید کے ساتهه تحقیق کا ماده پیدا هوجاتا هے ، گویا ان کي تقلید نري تقلید نه

بلکه تحقیقي تقلید هوتي هے ، محمد بن عبد الله هي کے متعلق کتابون مین لکهتے هین

که گو انهون نے مالکي مسلك کو پهر قبول کرلیا تها ، لیکن اس کے ساتهه ساتهه امام شافعي

کي صحبت و تعلیم کا ان پر یهه اثر باقي ره گیا تها که ،

ربما یتخیر مذهب الشافعي عند ظهور الحجة

احسن المحاضره ص ۲۴ ج ۱

مگر کچهه بهي هو ، امام شافعي کي وفات کے بعد ان کے مسلك کا وه زور و شور مصر مین باقي

نه رها – خصوصا محمد بن عبد الله کے طرز عمل سے شافعیت کے بازار کي گرمي نسبتا کچهه

سرد سي پڑگئي اور مختلف جهات سے امام پر نکته چینیا ن شروع هوگئین ، خصوصا امام

اشهب کے تلامذه اور ماننے والون کو تو اچها موقعه هاتهه آیا – جیسا که مین نے عرض

امام کے حلقه درس کا تعلق تو بویطي سے تها ، اور کتابون کي تدوین اور اشاعت کي ذمه دار

ابن ربیع المؤذن نے لی تھی ، لیکن مخالفت کے اس طوفان کے مقابلہ کے لئے امام کے شاگردون

مین جو شخص آستین چڑھا کر کھڑا ہوگیا وہ ان کے شاگرد المزني ابو ابراھیم اسمعیل تھے ،

اسي وجه سے مورخین نے ان کا لقب ھي " ناصر المذھب " قرار دے رکھا ھے ، واللہ اعلم

یہہ روایت کہان تک درست ھے ، کہ

قال الشافعيؒ في حق المزني ناصر مذھبي
ص ۷۱ ابن خلکان ج ۱

یہہ بھي کہا جاتا ھے ، کہ امام شافعي نے بطور پیش گوئي کے ، یا ان کي فطرت کا اندازہ

فرمانے کے بعد کہاتھا ، کہ

المزني لو ناظر الشیطان لغلبه
ص ۱۲۳ حسن المحاضره

تاریخ مین ان کے لئے خاص خاص الفاظ غالبا اسي خدمت کے معاوضہ مین استعمال

کئے جاتے ھین مثلا

کان جبل علم مناظرا محجاجا
ص ۱۲۳ حسن المحاضره

بہر حال یہہ قصے تو موالك اور شوافع کے درمیان مصر مین جاری تھے ، رھي حنفیت سو

ابتدائي حال تو اس کا وھي تھا کہ مصری قاضي اسمعیل بن الیسیع کو صرف اس لئے بردا شت

نہ کرسکے ، کہ وہ حنفي تھے ، اور یہہ حال تو مصر کا اس وقت تھا ، جب اس ملك پر

زیادہ تر مالکیت ھي کا رنگ غالب تھا ، پھر امام شافعي کي تشریف آوری کے بعد شافعیت

کے اثرات بھي اس ملك پر قایم ھوئے ، تو بظاھر یہہ بھي قیاس ھونا چاھئے ، کہ حنفیت

سے بجائے قرب کے بعد ھوا ھوگا ، لیکن جہان تك واقعات کے دیکھنے سے معلوم ھوتا

ھے ، چند قدرتي امور ایسے پیش آتے رھے ، کہ معاملہ کي نوعیت یہہ نہ ھوسکي ،

ایك بڑا واقعہ تو قاضي اسحاق بن الفرات التجیبي کے تقرر ھي کا ھے ، جن کا

~~[illegible]~~ ، ان کے تقرر کا قصه بهي عجيب هے ، واقعه يهه هے که امام شافعي جس زمانه مين مصر آئے هين ، ان سے کچهه دن پهلے حکومت عباسي کے اسي انقلاب کي بدولت يعني محکمه عدليه کا قاضي ابويوسف کے اختيار مين آجانا اسکي وجه سے جهان اور تمام علاقون مين زياده تر حنفي مکتب خيال کے قضاة کا تقرر هوا ، مصر مين بهي حکومت نے ايک کوفي عراقي قاضي کو بهيجا جن کا نام محمد بن مسروق تها ، يهه بڑے جاه وجلال کے قاضي تهے ، ان سے پہلے مصر مين قضاة سرکاری کاغذات کو بسته مين بانده کر اپنے ساتهه لايا کرتے تهے ، مگر اس شخص نے باضابطه دفتر[1] قايم کرکے تمام متعلقه کاغذات کو مهر لگانے کے بعد دفتر هي مين محفوظ کرانے کا طريقه جاری کيا ، مگر ظاهری جاه جلال کے سوا باطن کچهه بهتر نه تها ، السيوطي نے لکها هے ،

لم يکن المحمود في ولايته وکان فيه عتو و تجبر
ص ۸۹ جلد ۲ حسن المحاضره

اور غالبا ان هي وجوه سے مصريون نے اس حنفي قاضي کو بهي واپس کيا ، اسي زمانه مين امام شافعي رح قيام کرنے کے لئے مصر پهونچے ، محمد بن مسروق کي جگه قاضي کي تلاش تهي حافظ ابن حجر کے بيان سے معلوم هوتا هے ، که اسحاق بن الفرات کا محمد بن مسروق الکندی کي جگه قضاء کے عهده پر جونيا بتًا تقرر هوا ، اس مين امام شافعي کا بهي هاتهه تها ، امام کا قول يهه نقل کيا هے ، که

اشرت الي بعض الولاة ان يولي اسحاق بن الفرات
القضاء — ص ۱۳۲

اسحاق بن الفرات اگرچه مسلکا حنفي تهے ، ليکن باوجود اسکے بهي حضرت امام شافعي نے ان کي بحالي کي جو سفارش کي ، اس کي وجه بهي خود هي يهه بيان فرمائي هے که

فانه يتخير وعالم باختلاف ماضي
ص ايضا تهذيب

---

[1] الجواهر المضيه في طبقات الحنفيه ص ۱۳۳ ج ۲

جس کا صاف مطلب یہہ ہی ہے کہ گو عمومي طور پر ان کا رجحان اسلامی قانون کي تشریح مین حنفي مکتب خیال کي طرف تہا ، لیکن اسکے ساتہہ خود اپني ذاتی رائے بھي رکھتے تہے ، "فانه یتخیر" کا یہہ بھي مطلب ہے ، "وعالم باختلاف ما مضي" سے اشارہ اسطرف تہا ، کہ حوادث و واقعات پر حکم لگانے مین یہہ فوراً قیاس کي طرف رجوع نہین کرتے ، بلکہ گذشتہ بزرگون کے اختلافات کے چونکہ عالم ہین ، اسلئے ان کو بھي اجتہاد کے وقت پیش نظر رکھتے ہین ، اس سے اگر ایک طرف حضرت امام کي بے تعصبي کا پتہ چلتا ہے ، تو دوسری طرف ان کا جو نصب العین تہا ، اس پر روشني پڑتي ہے ، اسحاق کے بعد حنفیون مین سے اور بھي چند قضاۃ مصر مین آتے رہے ، جن مین حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ کے صاحب زادے عبد الرحمن کے خاندان کے ایک بزرگ ہاشم بن ابي بکر بن عبد الله بن ابي بکر بن عبد الله بن عبد الرحمن بن ابي بکر الصدیق رضي الله تعالي عنه بھي خاص طور پر قابل ذکر ہین ، السیوطي نے اور صاحب جواہر مضیئہ نیز الکندی ، سبھون نے انکے متعلق تصریح کي ہے کہ ،

کان یذھب بمذھب ابي حنیفه

حسن المحاضرہ ص ۸۹ ج ۲

ان سے پہلے مصر مین حضرت عمر کے خاندان کے ایک آدمي قاضي تہے جن کا نام عبد الرحمن العمری تہا اور ہاشم "البکری" کي نسبت سے منسوب تہے ، عبد الرحمن اپني ولایت مین محمود ثابت نہ ہوئے ، "البکری" اور "العمری" دونون قاضیون کے درمیان حساب و کتاب کے معاملات مین بعض واقعات پیش آئے ، تاآنکہ العمری کو جیل جانا پڑا ، رات کو دیوار پہاند کر بہاگے ، شاعر نے شعر کہا ،

هرب الخائن لیلا فجمح   واتي امرا قبیحا فافتضح

مگر ہاشم ان خوش قسمت قاضیون مین ثابت ہوئے ، جنکے متعلق مورخین نے

توفي بمصر وھو علي قضائها (الکندی)

لکھا، ورنہ اس زمانہ مین ایسا واقعہ بہت کم پیش آتا تھا ، بظاھر ایسا معلوم ھوتا ھے، کہ ھاشم کي وجہ سے مصریون پر حنفیت کے متعلق اچھا اثر پڑا تھا ، لیکن ان کے بعد ابراھیم بن الجراح[1] جو قاضي ابویوسف کے ممتاز تلامذہ مین تھے بلکہ انھي کے متعلق کہا جاتا ھے کہ ،

ھو آخر من روی عن ابي یوسف

افسوس ھے ، کہ باوجود فضل وکمال کے اپنے لڑکے کي اندھي محبت مین صراط مستقیم پر قایم نہ رہ سکے ، السیوطي اور الکندی دونون نے لکھا ھے ، کہ

فلما قدم ابنہ من العراق تغیر حالہ و فسدت
احکامہ ص ٨٩ حسن الحاضرہ

الغرض اچھے ھون یا برے ، لیکن حنفي قاضیون کي آمد و رفت سے امام ابوحنیفہ سے مصریون مین جو وحشت تھي ، وہ بتدریج کم ھوتي جارھي تھي ، لیکن پھر بھي جیسا کہ چاھئے تھا ، کتابي شکل مین امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے علوم سے مصری دراصل اس وقت صحیح طور پر واقف ھوئے ، جب ایک واقعہ پیش آیا ~~جس کا ذکر مین نے پہلے بھی اشارۃً کیا تھا~~ ، تفصیل اسکي یہہ ھے ، کہ مغرب (قیروان) کے ایک صاحب جن کا نام اسد الدین بن الفرات تھا ، یہہ طلب علم کے شوق مین مغرب سے مصر پہونچے ، اور امام مالک کے تلامذہ خصوصا ابن القاسم سے ان کو بڑی خصوصیت پیدا ھوگئي ، کچھہ دن ان کے پاس قیام کرکے اپنے ملک کے دستور کے خلاف بجائے وطن کي طرف واپس لوٹنے کے

---

[1] یہان ایک بات ایسي ھے جسکہ ذکر کئے بغیر جي نہین مانتا ، ابراھیم بن الجراح ھي کي طرف قاضي ابویوسف کي موت کے وقت کا واقعہ منسوب کیا جاتا ھے ، ابراھیم کہتے ھین کہ قاضي ابویوسف بیمار تھے مین عیادت کے لئے گیا ، انکي حالت غیر تھي لیکن اس وقت بھي مجھے دیکھکر فرمایا کہ ابراھیم رمي جمار پیدل کرنا مستحب ھے یا سوار ھوکر ، مین نے پیدل کہا ، بولے نہین ، مین نے کہا تو سوار ھوکر ، بولے یہہ بھي غلط ، پھر مسئلہ کي تفصیل کي ، مین باھر نکلا ، کہ اندر سے شور کي آواز آئي معلوم ھوا کہ قاضي ختم ھوگئے ، پیغمبر صلي اللہ علیہ وسلم کے دین کي آخری سانس تک ان ھی لوگون نے خدمت کي ١٢

یہہ مصرسے " العراق " پہونچ گیے ، عراق مین ان کي رسائي محمد بن الحسن الشیباني تک هوگئي ، ایک پڑھے پڑھائیے عالم شاگرد کا هاتهہ آنا ، امام محمد کي خاص توجه کا باعث هوا ، مورخین کا بیان هے کہ امام محمد نے اسد بن الفرات کو صرف پڑھایاهي نهین تها بلکه " زقه محمد بن الحسن الشیباني الفقه زقا " (نظرة تاریخه تیمور پاشا مصری) یعني جیسے کبوتر اپنے بچون کي چونچ مین چونچ ڈالکر دانا کهلا تے هین ، گویا اوسي طرح امام محمد نے حنفي فقه اور اسکے ملاحظ و نقاط نظر اسد بن الفرات کو گهول کر پلا دیا ، اسد عراق سے ایک نئے علم اور اسکے ذخیرے کو لیکر جب دوبارہ لوٹ کر مصر آئے ، تو عراق مین " اسلامي قانون " کي تدوین کا کام جس شان سے هوا تها ، اس کي رپورٹ ، مصری علماء کو انهون نے ان الفاظ مین سنائي ، امام طحاوی نے دو واسطوں سے اپنی تاریخ میں اسد بن الفرات سے یہ بیان نقل فرمایا ہے ،

کان اصحاب ابي حنیفه اللذین دونوا لکتاب
اربعین رجلا وکان في العشرة المتقدمین ابویوسف
وزفر وداؤد الطائي واسد بن عمرو یوسف بن خالد
السمتي ، ویحیي بن زکریا بن ابي زائده وهوالذی
یکتبها لهم ثلثین سنة
(الجواهر المضیه بحواله تاریخ طحاوی ص ١٤٠ ج ١)

تیس سال تک " وضع قوانین " کي اس مجلس کو ایسے زبردست آراکین اور ممبرون کي راهنمائي مین کام کرنا ، جن مین هر ایک اسلامیات اور عربي ادبیات کے کسي نه کسي شعبه کا امام هو ، اور امام ابوحنیفہ رح جیسے صدر کي نگراني مین یهہ کام هوتا رها هو ، اندازہ کیا جاسکتا هے ، که

---

[1] مین نے امام ابوحنیفه کي اس مجلس علماء کي تعبیر قصدا مجلس وضع قوانین کے الفاظ سے کي هے ، تاکه وضع قوانین کے شورائي طریقه کي ایجاد کا آج جو مغرب مدعي هے یا اسے اپنے روماني و یوناني اسلاف کي خصوصیت قرار دیتا هے ، اسکي غلطي ثابت هو ، هان دونون مجلسون مین اگر فرق تها تو صرف اسقدر که مغربي مجالس قانون کے اساسي اصول ملک کے قدیم رسم و روایات یا روماني و یوناني قوانین هیین ، اور امام ابوحنیفه کي یه مجلس بجائے اسکے کتاب و سنت و آثار صحابه کي روشني مین قانون بناتي تهي ١٢

مصری علماء جواب تك اس طریقه سے ناواقف تھے ، ان پر کیا اثر ہوا ہوگا ، ان بیچارون کومالکي
فقه یا شافعي مجتہدات کے متعلق جو کچھه تجربه ہوا تھا ، وه انفرادی کام کا ہواتھا
یعني ایك عالم اپنے معلومات کو سامنے رکھکر ذاتي طور پر حوادث و واقعات کے متعلق اپني
رائے قایم کرتا تھا — لیکن یهه صورت که صدر مجلس شریعت اسلامي کے ہرباب کے متعلق کے
روزانه سوالات کي ایك فہرست اراکین مجلس کے سامنے پیش کرتا ہے ، مجلس کے ہر رکن کو حکم
ہے ، که اپنے اپنے خصوصي معلومات کي روشني مین ہر سوال کے متعلق حکم پیدا کرین ،
ہر شخص اپنے خیالات صدر کے سامنے باری باری سے پیش کرتا ہے ، سب کي رائے سني جاتي
ہے ، اس پر بحث و تنقید ہوتي ہے ، آخر مین صدر لوگون کو اپني رائے سے مطلع کرتا ہے ، بھر
مجلس کے اراکین کبھي اس سے اتفاق کرتے ہین ، اور کبھي اختلاف ، اس درمیان مین
مجلس کي پوری کارروائي یا کم ازکم مباحث کے نتائج ایك شخص باضابطه ان کو اپنے رجسٹر
مین درج کرتا چلا جاتا ہے ، اسکو حکم ہے که ہر رکن کي رائے خواه مخالف ہو ، یا موافق ،
سب کے نام کي تفصیل کے ساتھه رجسٹر مین درج کي جائے ، اور یون ہي یهه کام
تیس سال تك جاری رہتا ہے ، تا آنکه "اسلامي قوانین" کا ایك طومار تیار ہوجاتا ہے ، جیسا
که امام محمد کے حالات مین لوگ لکھتے ہین ، اسلام کے مختلف ابواب کے متعلق تقریبا نوسو ٩٠٠
کتابین اس طریقه سے ~~تیار ہوجاتي ہین~~ ، آج وہي کتابین ، کتاب الطہارت ، کتاب الصلواة
کتاب المعاقل ، کتاب المساقاة ، وغیره کے نام سے فقه کي کتابون کي جز بني ہوئي ہین ،

جہان تك میرا خیال ہے ، اسد بن الفرات کي یهه رپورٹ مصریون کے لئے ایك انقلابي
رپورٹ تھي ، بظاہر یهه بھي معلوم ہوتا ہے ، که وضع قوانین کي اس مجلس کي مدوّنه کتابون
کي نقلین بھي اسد اپنے ساتھه عراق سے مصر لائے ، اور "الذین دونوا لکتب" سے ان ہي
منقوله کتابون کي تدوین کي کیفیت کي طرف اشاره کرتے تھے ، بعض واقعات مثلا طحاوی کے
حواله سے عموما کتابون مین المزني کے متعلق جو یهه فقره نقل کیاجاتا ہے ، که

كان يديم النظر في كتب ابي حنيفه (ابن خلكان)
ص ١٩

اس سے یہ معلوم ھوتاھے ، کہ مصرمین امام ابوحنیفہ کے اسکول کي کتابین پھیل جکي تھین ، جہان تک میرا خیال ھے ، منجملہ اور ذرایع کے مصرمین حنفي مسلک کي کتابین زیادہ تر اسد بن الفرات ھي کے توسط سے پھونچي ھین ، بھرحال میراخیال ھے اور قراین اور قیاسات اس کے موید ھین کہ اسد بن الفرات جب " العراق " سے مصرواپس ھونے ، تو حنفي مذھب کے متعلق مصر نے ایك نئي کروٹ لي ، اور اسد ھي کي بدولت " مالکي فقہ " جو ابتك غیر مرتب حال مین اور زیادہ تر " درسینہ " تھي ، اسکي ترتیب اور سفینہ مین لانے کا خیال مالکي مذھب کے علماء کو پیدا ھوا ، ابن خلکان کي اس سلسلہ مین تو صریح اور واضح شہادت ھے کہ مالکي مذھب کي اساسي کتاب " المدونہ " کي ترتیب کا خیال عراق سے اسد بن الفرات کي واپسي کے بعد ھي پیدا ھوا ، انکے اپنے الفاظ یہہ ھین ،

اول من شرع في تصنيف المدونه اصد بن الفرات
المالكي بعد رجوعه من العراق ص ٢٩٢ ج ١

خود اسد بن الفرات کا مدونہ کي تدوین کي طرف متوجہہ ھونا ، اسکی دلیل تھي کہ جو کچھہ انھون نے عراق مین دیکھا تھا ، اسي طرزعمل کو " مالکي فقہ " کي تدوین کے متعلق اختیار کرنا چاھتے تھے بلکہ قاضي کے الفاظ " بعد رجوعه من العراق " کے بعد تو اس مین شك کرنے کي گنجائش ھي باقي نہین رھي تھي —

مگر " المدونہ " کي تدوین کا کام کس طرح شروع ھوا ، اسکي داستان بھي عجیب ھے ، ابن خلکان نے لکھا ھے ، کہ اسد بن الفرات کے مالکي استاذ ، ابن القاسم جنکا ذکر بار بار آچکا ھے ، اور امام مالك کے ارشد تلامذہ مین تھے ، انھي ابن القاسم اور اسد بن الفرات مین مدونہ کي تدوین کے متعلق کچھہ گفتگو ھوئي ، اس مشورہ کا مفصل حال تو مجھے نہ مل سکا ، لیکن ابن خلکان کے بیان سے یہہ معلوم ھوتاھے کہ امام ابوحنیفہ کي مجلس وضع قوانین

کے ایک ناقص چربہ اتارنے کي کوشش مدونہ کي تدوین مین کي گئي ، قاضي ابن خلکان نے
المدونہ کي ابتدائي تدوین کي حالت بیان کرتے وقت لکھا ھے ،

اصلھا اسئلۃ یسال عنھا ابن القاسم فاجابہ عنھا

یعني جیسے امام ابوحنیفہ کي مجلس مین پہلے سوالات قایم کرلئیے جاتے تھے اور پھر جوابات
ان کے نیچے درج ھوتے تھے ، یہ ھی طریقہ کار مدونہ کي تدوین مین بھي اختیار کیا گیا،
لیکن کہان امام کي مجلس کے سوالات کے متعلق ھر ھر رکن کا اپنا خیال ظاھر کرنا، اور
اور پھر ھر ایک کا اپنے نقطہ نظر کي توجیھہ مین وجوہ پیش کرنا ، ان پر بحث ھونا ، بالاخر
کسي نتیجہ تک وفاقاً یا اختلافاً مجلس کا پہونچنا، اور ھر ایک کي بجنسہ رائے کا مجلس کے رجسٹر
مین درج ھونا ، اور کہان ایک ابن القاسم کے جوابات، دونون مین جو فرق پیدا ھوسکتا تھا
سو ظاھر ھے ، جہان تک میرا خیال ھے "مدونہ" کے سوالات اسد ابن الغرات نے حنفي
مکتب خیال ھي کي کتابون کي روشني مین پیدا کیے ھونگے ؛ اور ابن القاسم نے ان سوالات
کے متعلق جو کچھہ امام مالک سے سنا ھوگا وہ یا امام مالک کے اصول اجتہاد کو پیش نظر
رکھکر جو کچھہ ان کے اور ان کہ رفقاء کار کي سمجھہ مین آیا ھوگا درج کراتے ھونگے ، جس
کے معني یہ ھي ھوئے کہ اگر اسد بن الفرات قوانین اسلامي کي ترتیب کا طریقہ عراق سے
سیکھہ کر نہ آتے تو حضرت امام مالک اور انکے تلامذہ کا علم منتشر اور پراگندہ حالت ھي مین
رہ جاتا، آخر اگر یہہ واقعہ نہ تھا تو "مدونہ" کي تدوین کا خیال عراق سے جب اسد
واپس آئے اسي وقت کیون پیدا ھوا ، حنفي مورخین جو اپني کتابون مین یہہ نقل کرتے ھین ،
کہ علامہ ابن سریج الشافعي جو شوافع کہ طبقہ مین "الباز الاشھب" کے لقب سے
مشہور ھین ، اور تیسری صدی کے مجددون مین بعضون نے ان کو گنا ھے ، چار سو کتابون کے
خود مصنف تھے ، انھون نے کسي کو دیکھا کہ وہ امام ابوحنیفہ پر کچھہ طنز کررھا ھے ،
ابن سریج نے (یاھذا) کہتے ھوئے اسکو مخاطب کیا، اور فرمانے لگے ،

انقع في ابي حنيفه و ثلاثة ارباع العلم مسلمة له
و هو لا يسلم لهم الربع

ابن سریج کي اس عجیب بات کو سنکر طعن کرنے والے نے ان سے حیرت سے پوچھا کیف

ذالك (آخر یهه کیسے هے) ابن سریج نے فرمایا ، اورعجیب بات کهي ،

لان العلم سوال و جواب ، وهواول من وضع
الاسئلة فله نصف العلم و اجاب عنها فقال مخالفوه
في البعض " اصاب " وفي البعض "اخطاء "
فاذا قابلنا صوابه بخطائه فله نصف النصف ايضا
فسلم له ثلاثة ارباع العلم بقي الربع فهويدعيه و
يخالفوه يدعونه وهولا يسلمه لهم
مقدمه مسانيد الامام الاعظم ص ٣٤ ج ١

امام ابوحنیفه اور ان کي مجلس کے اراکین کا اس باب مین پیش رو هونا ایک ایسي بات تهي

جو تقریبا اس زمانه مین مسلم تهي ، احمد بن عبدالله قاضي بصره نے بهي " الشروط " یا

"وثائق و معاهدات " کي تعبیر مین اس کا اقرار کیا تها " الناس عیال علي ابي حنیفه في الفقه "

جسکے متعلق احناف مین مشهور هے ، که یهه امام شافعي کا مقوله هے ، اس سے بهي اسکي

تائید هوتي هے ، اور ابن سریج کا بیان غالبا امام شافعي که اسي قول کي شرح هے ،

بهرحال جهان تک قرائن و قیاسات کا اقتضاء هے ، اسد بن الفرات کے سوالات

حنفي مکتب خیال کي کتابون اور ان لوگون کي تعلیم هي کي روشني مین قایم کئے گئے تهے ،

رهے جوابات ، تو گو عموما مشهور یهه هي هے که ابن القاسم کے لکهوائے هوئے هین ، لیکن

ابن خلکان هي نے اسکے بعد جو کچهه لکها هے اس سے تو کچهه اور هي معلوم هوتا هے ،

ابن خلکان نے اسکے بعد لکها هے که اسد بن الفرات اس کتاب ، یعني اپنے سوالات اور

ابن القاسم کے جوابات کے مجموعه کو لیکر قیروان پهونچے ، وهان انکے شاگرد مالکي مذهب

کے مشهور عالم سحنون هوئے ، تعلیم کے ساتهه اس کتاب کو بهي ،

کتبها عنه سحنون

ابن خلکان کا بیان ھے ، کہ مغرب مین اس وقت تك اس مجموعہ کا نام بجائے " المدونہ " کے

اسد بن الفرات کي نسبت سے " الاسدیہ " ھي تھا ، مگر بعد کو سحنون خود ابن القاسم

کي خدمت مین مصر آئے ، اسکے بعد ابن خلکان نے جو بات لکھي ھے اسکو مجھے پیش کرنا

مقصود ھے ، وہ لکھتے ھین کہ سحنون نے ابن القاسم کے پاس پھونچکر ،

فعرضها و اصلح فيها مسائل (ص ٢٩٣ ج ١)

اسد جن کا علم دو آتشہ تھا (یعني ابن القاسم اور امام محمد دونون کے شاگرد تھے اور اسلیئے

فقہ مالکي و فقہ حنفي دونون کے عالم تھے) ان کے متعلق یہہ خیال کرنا کہ اس کتاب مین

ان سے علمي غلطیان سرزد ھوئي تھین ، جنکي اصلاح سحنون نے ابن القاسم سے کرائي ، ذرا مشکل ھے

بظاھر قیاس مین یہہ ھي بات آتي ھے ، کہ اسد سوال ھي کي حد تك نہین بلکہ جوابون مین

بھي معلوم ھوتا ھے کہ حنفي خیالات سے متاثر تھے ، اور اسي تاثیر نے انکي کتاب کو قابل اصلاح

بنا دیا ھو ، اور یہہ روایت تو قاضي عیاض وغیرہ کے حوالہ سے ابن خلکان نے نقل کي ھے ،

اس کے ساتھہ اگر مشھور نحوی متن کافیہ کے مصنف علامہ ابن حاجب المالکي کے بیان کے

ایك حصہ کو پیش نظر رکھہ لیا جائے جو ابن خلکان ھي مین " مدونہ " کے متعلق منقول

ھے ، یعني سحنون اس مصححہ نسخہ اور ابن القاسم کے ایك مراسلہ کے ساتھہ پھر مغرب

اسد بن الفرات کے پاس لوٹے ، ابن القاسم نے اسد کو لکھا تھا ،

يقابل نسخة بنسخة سحنون فالذى تتفق عليه
النسختان يثبت و الذى يقع فيه الاختلاف
فالرجوع الي نسخه سحنون و يمحي من نسخة
ابن الفرات فهذه هي الصحيحة ص

لیکن اسد نے ابن القاسم کے اس حکم کي تعمیل نہین کي ، اگرچہ ابن حاجب نے جس سے

یہہ واقعہ سنا تھا ، اس نے عدم تعمیل کي وجہ بتائي کہ اسد نے اسے اپني توھین خیال

کي ، گویا شاگرد (سحنون) کي شاگردی قبول کرني پڑتي ، لیکن مین اسد جیسے عالم کے متعلق

علمي تصحیح کي راہ مین ایسي چھوٹي ادني بات ماننے کے لئے تیار نہین ہون ، بلکه اصل واقعه وہي معلوم ہوتا ہے ، کہ " الاسدیه " کے جوابات مین بھي حنفیت کي عناصر شریک تھے ، اوران ہي کو ابن القاسم نے خارج کرایا ہوگا ، اسد ان کے نکالنے پر آمادہ نہ ہوئے ، قاضي عیاض کے بیان مین جو جز پایا جاتاہے ، کہ سحنون نے علاوہ تصحیح کے کچھہ ترتیب مین بھي رو بدل کیاتھا ، اور اسکے ساتھہ

احتج لبعض سائلها بالاثار من روایته
من موطا ابن وهب وغیره

اس سے بھي اسکي تائید ہوتي ہے کہ بظاہر جن مسائل مین اسد نے اپنے عراقي اساتذہ کي رائے کو ترجیح دی ہوگي ، ان کو خارج کرکے مالکي نقطہ نظر کي آثار واحادیث سے تائید فراہم کي گي ہوگي ،

افسوس ہے ، کہ اسد بیچارے زیادة الله بن الاغلب کے حکم سے یورپ کے مشہور جزیرہ سسلي کے جہاد مین چلے گئے ، اور سسلي کے جزیرہ سرقوسه کا محاصرہ کیے ہوئے تھے کہ ان کي اجل آگئي ، اور آج تک اس یوروپین جزیرہ کے ایک شہر بلرم مین وہ مدفون ہین ، کاش اگر یہہ جہادی مہم پیش نہ آجاتي ، تو اسد کي یہہ کتاب جو میرے خیال کے حساب سے مالکي اور حنفي فقہ کي سنگم تھي ، " اسلامي قانون " کے سلسله کي ایک عجیب کتاب ہوتي ، فوج مین شریک ہوجانے کے بعد علم کي دنیا سے وہ الگ ہوگئے ، اور مغرب کا علمي میدان سحنون کے ہاتھہ مین رہا ، سحنون اور ان کے ماننے والون نے " الاسدیه " کو بہت بدنام کیا ، حتي کہ لوگون نے یہہ بھي مشہور کردیا کہ اسد نے ابن القاسم کے حکم کي جو تعمیل نہین کي تھي اسکي خبر جب ابن القاسم کو ملي ، توانہون نے بد دعا کي اور کہا

اللهم لا تنفع احدا بابن الفرات ولا بکتابه
ابن خلکان ص ایضا

مگر میرے خیال مین ،، الاسدیه ،، کے متعلق ابن خلکان نے جو یہہ لکھاہے کہ

فہجرہ الناس لذالك و هو الان مهجور ﴾

اس کي غالبا بڑی وجه وهي تهي که اس مین مالکی اساتذہ کي رائون کے ساتھہ ابن الفرات نے اپنی عراقي استادون کی چیزین بھی درج کي تهین ، اوراسي چیز نے اسکو مغرب مین مقبول هونے نه دیا ،

تاهم کچهه بهي هو، مصر مین ابن الفرات سے پہلے حنفیت اگر پهونچي تهي تو قاضیون کے ذریعه سے لیکن علیما٫ کے حلقون مین امام ابوحنیفه کے مکتب خیال کے علمي نقاط نظر اورکتابون کے پهونچانے کا کام سچ پوچهئے ، تو اسد بن الفرات هي نے انجام دیا، آینده مجهے جوکچهه کهنا هے، چونکه اسد که اس کام کو بهي دخل هے اس لئیے ان کے متعلق اوران کي کتاب کے متعلق مجهے ذرا تفصیل سے کام لینا پڑا، گویا علمي حیثیت سے مصرمین حنفي فقه کا داخله پهلي دفعه ، اسد کے واسطے سے هوا، اوراب اس ملك کي حالت فقهي مکاتب خیال کے لحاظ سے یهه هوگئي، که امام مالك کے شاگردون کا تومصر پر ابتدا٫ هي سے قبضه تها ، مالکیون کے بعد امام شافعي اوران کے تلامذہ کا دور آیا ، اسي زمانه مین اسد بن الفرات نے حنفیت کو بهي علمي رنگ مین مصر اور مصر کے علما٫ سے روشناس کرادیا —

مصر اسي حال مین تها که دوسری صدی کے اختتام پر یکایك کل دس پندرہ سال کے عرصه مین امام مالك کے جتنے بڑے بڑے شاگرد تهے یکے بعد دیگرے تهوڑے تهوڑے وقفه کے ساتهه سب سے پهلے ابن القاسم المتوفي سنه ۱۹۱ [1] ، ان کے بعد ابن وهب المتوفي سنه ۱۹۷ [2] ، ان کے بعد اشهب المتوفي سنه ۲۰۴ [3] ، ان کے بعد عبدالله بن الحکم المتوفي سنه ۲۱۴ ، گویا مصر مین جن ستونون پر امام مالك کے علم کا ایوان قایم تها، چند هي سالون مین ایك ایك کرکے گرگیا، اور اتفاق دیکهئیے ، که ان هي چند سالون کے اندر حضرت امام شافعي

---

۱ — ابن القاسم کا ذکر متعدد بار آچکا ، سحنون مغرب مین اور اصبغ مصر مین ان هي کے مالکي خلفا٫ تهے — ۲ — ابن وهب کي حیثیت فقه مالکي مین وهي هے جو حنفي مین قاضي ابویوسف کي هے ، امام مالك کے اجله اصحاب مین تهے ،، الفقیه ،، کا لفظ امام مالك انکے

بھي رحلت فرماگئے ، ان کي وفات سنہ ۲۰۴ مین اوسي سال ھوئي جس سال اشھب کا
انتقال ھوا، اور یہ ھي وہ اتفاقات تھے جس نے مصر مین امام مالک کے شاگردون کي
جگہ امام شافعي کے تلامذہ کے لئے میدان خالي کردیا، خصوصا امام شافعي کے جن
شاگردون کا مین پہلے تذکرہ کرآیا ھون، یعني البویطي[1]، الربیع المؤذن[2]، المزني[3]،
حرملہ[4]، اب مصر مین ان بزرگون کا طوطي بولنے لگا ، اور مالکیت کے مقابلہ مین شافعیت کا
جھنڈا زیادہ بلندی پر اڑنے لگا، جسکے مختلف اسباب تھے، سب سے بڑی وجہ تو
ان بزرگون کي ذاتي خصوصیتین تھین ، میرے لئے یہہ تفصیل کا موقعہ نہین ھے، لیکن
البویطي کي داستان ثبات واستقلال سے تاریخین معمور ھین ، خلق قرآن کے مسئلہ مین
ان پر کیا کیا مظالم نہین توڑے گئے ، پابزنجیر مصر سے بغداد لائے گئے، اور قید خانہ
مین وفات پائي ، ھر جمعہ کو نہا دھوکر جیل کے دروازہ پر آتے جیلر پوچھتا کہان چلے
فرماتے "نودی للصلواۃ" کا حکم ھوا ھے ، وہ واپس کردیتا، آسمان کي طرف سر اٹھاکر
فرماتے

اللھم انک تعلم اني قد اجبت داعیک فمنعوني
ص ۲۴۷ ج ۲

یہ ھي حال امام شافعي کے دوسرے شاگرد ابن ربیع کا تھا ، باوجود اس علمي جلالت
قدر کے ساری عمر جامع فسطاط کي موزني مین گذاردی ، اور اسلئے المؤذن کے نام سے
ابتک مشھور ھین ، اور امام مزني تو مزني ھي تھے ، علم کا حال یہہ ھے کہ ابن سریج
جنکا ذکر گذر چکا ان کي کتاب "مختصر" کے متعلق فرماتے تھے ،

یخرج مختصر المزني من الدنیا عذراء لم یفتض
ص ۷۱ ابن خلکان ج ۱

سوا کسي کو نہین کھتے تھے ، فقہ کے ساتھہ حدیث کے بھي امام تھے ، ایک لاکھہ
حدیثین روایت کین ، قیامت کے مصائب پر ایک کتاب بھي لکھي تھي ، یہ ھي کتاب انکے
سامنے بڑھي جارھي تھي ، چیخ کر بے ھوش سے ھوگئے ، پھر وفات تک کچھہ نہ بولے ،
[3] اشھب کا حال گذر چکا ، [4] عبداللہ مصر مین امام مالک کے آخری شاگرد تھے ۱۲

تقوی کا یهه حال تها ، که گرمیون مین بهي تانبے که پیاله مین پانی پیا کرتے تهے
مٹي کے آبخورون سے پرهیز تها ، جب وجهه پوچهي گئي ، تو فرمایا

بلغني انهم يستعملون السرجين في الكيزان
والنار لا تطهرها ص ٧١ ابن خلكان

ادهر تو امام شافعي کے شاگردون کا یهه حال ' اور دوسری طرف امام مالك کے اساتذ
کي وفات ، پهر ان مالکي آئمه نے اپنے بعد مصر مین اولاً اپني جیسي هستیان نهین
چهوڑین ، ایك دو تهے بهي ، تو مصر والون پر ان کا مختلف وجوه سے چندان اثر ن
تها ، ان مین سب سے ممتاز آصبغ هین جن مین واقعه یهه هے که ابن وهب ا
ابن القاسم امام مالك کے ان دونون شاگردون مین اپنا سارا علمي سرمایه منتقل کر
تها ، اور اسي لئے مالکیون مین ان کا علمي مقام بهت بلند هے ، لیکن ایان تو بیچار
کا تعلق شاید کسي ادني خاندان سے تها ، مصر کے والي نے ایك دفعه شهر کے
معززین کو اسلئے جمع کیا که کسي کو قاضي منتخب کرین ، بعضون نے آصبغ کا نام
حالانکه مجلس مین اصبغ بهي موجود تهے ، لیکن ایك مصری امیر نے آگے بڑهکر عر
کیا که

اصلح الله الامير ما بال ابناء الصباغين والمقامصه
يذكرون في المواضع اللتي لم يجعل الله عزوجل
لها اهلا (الكندی ص ٤٣٣)

آصبغ گو یهه سن کر آپے سے باهر هوگئے ، اور کهنے والے سے لڑ پڑے ، لیکن اس سے
اندازه هوتا هے که مصریون پر انکی شخصیت کا کیا اثر تها ، اور یون بهي مورخین لکهتے
هین که

كان اصبغ خبيث اللسان لا يسلم عليه احد انما
كان لسانه صاعقه (حاشيه الكندی)

بهلا جسکے خاندان کے متعلق لوگون کا وه خیال هو ، اور پهر زبان بهي جنکي ایسي

سخت هو، پبلک پر ایسون کا کیا اثر قایم هوسکتا هے، اور وه بهي امام شافعي کے
ان پاک طینت قدوسي صفات تلامذه کے مقابله مین، نتیجه یهه هوا که مصر مین
مالکیون کا جتنا زورتها، جهان تک میرا اندازه هے، اسیقدر ان اتفاقي واقعات کے
بدولت ان کا اثر کم هوگیا، قاضي ابن ابي اللیث کے دربار کے شاعر حسین الجمل نے
اگر اس معتزلي قاضي کو خطاب کرکے کها تها

والمالکیه بعد ذکر شائع
اخملتها فکانها لم تذکر (الکندی ص۴۵۲)

اس سے بهي ثابت هوتا هے که هم جس زمانه کا ذکر کررهے هین، اس مین مالکیت پر
یهه سانحه مصر مین گذر رها تها، اگرچه اسکي وجه الجمل نے کچهه هي بیان کي هو،
مگر میرا تو خیال یهي هے که گذشته بالا قدرتي واقعات هي کا یهه نتیجه تها
اور اب مصر تها، وهان کے مسلمان تهے، اور امام شافعي کے یه هي فقید المثال
عدیم النظیر، صاحبان علم و فضل، تقوی و دیانت والے تلامذه تهے، کچهه دن کے
لئے محمد بن ابي اللیث المعتزلي کي خباثتون کي وجهه سے ان بزرگون کو اس ملک مین
شدید آزمائشون مین، خصوصاً خلق قرآن کي وجه سے مبتلا هونا پڑا، جسکي طرف
البویطي کے حالات مین کچهه اشاره بهي کیاگیا، لیکن یهه ازمائشین بهي،

قتل حسین اصل مین مرگ یزید بن کرهین

خصوصاً چند هي دنون که بعد دیکهاگیا، که المتوکل بالله کے حکم سے یهي خبیث معتزلي
مصر کے بازارون مین گدهے پر سوار کرکے اس طرح پهرایا جارها هے، که اس کے سر لکه
ڈاڑهي کے بال بهي مونڈ دئیے گیے هین، اور پیٹهه پر مسلسل کوڑے لگائے جارهے
هین، آستین کے لهو کي اس پکار نے مصر مین سنسني پیدا کردی اور عوام کي ان بزرگون
سے عقیدت اور زیاده بڑه گئی، گویا یون سمجهنا چاهئیے، که اب مصر صرف شافعیون هي

شافعیون کا هوگیا ، جیسا که مین نے بیان کیا تھا ، البویطي تو درس و تدریس مین مشغول تھے ، اور ربیع المؤذن کے سپرد امام شافعي نے اپني تصنیفات کي اشاعت کا کام کیا تھا، وه اس مین مستغرق تھے ، عوام و خواص مین جو سب سے زیاده نمایان اور امام شافعي کے شاگردون مین سب سے زیاده برآورده تھے وه امام المزني تھے ، حتی که آج بھي اهل علم کے گروه مین شافعي اور شافعیت که ذکر کے ساتھه لوگون کا دماغ المزني کي طرف منتقل هوجاتاهے ، اور بهرحال تو اس ملك مین مالکیت و شافعیت کا تھا، رهي "حنفیت" تو جیسا که مین عرض کرتا چلا آرها هون ، اب تك مصر مین زیاده تر احناف حکومت و قضاء هي کي راهون سے آئے ، صرف اسد بن الفرات نے ان کے علوم کو علم کے رنگ مین مصر و مغرب مین پهونچایا تھا ، اورجهان تك میرا خیال هے ، اسد کي وجه سے مصریون کي پراني بدگماني که " حنفیت مین سنة رسول الله صلي الله علیه وسلم کے ساتھه کید اور داؤبیچ کھیلا جاتاهے " اس مین بهت کچھه کمي هوگئي تھي ، اس طبقـه کے علماء کي کتابین ملك مین پھیل چکي تھین ، اور اهل علم کے مطالعه مین رهتي تھین ، کاش کم از کم یه هي حال باقي رهتا، لیکن بدنام کننده نیکونامے چند یه هي خبیث معتزلي جو قاضي هونے سے پهلے مصر مین فرقـه معتزله کا رکن رکین تھا ، آور علانیه اپنے ان هي معتزلي دوستون کے ساتھه وه اس حال مین پایاجاتاتھاکه

معه نفر من اخوانه المعتزلة فاكل وشرب
النبيذ فكان اجود نا شربا ص ۲۳۷ الكندى

اور قاضي هونے کے بعد تو "النبیذ" کے لفظ کا پرده بھي اس نے هٹا دیا اور فسق مین اتنا دلیر هوگیا که

يشرب ,, جلابا ,, في المسجد الجامع
في مجلس حكمه ص ۲۳۷

اس کے سوا اس نے الواثق بالله کي پشت پناهي مین مسئله ,, خلق القرآن ,, کي آ

لیکر جو مظالم مصر کے مالکي اور شافعي فقہا پر توڑے اسکے سننے سے تو آدمي کے رونگٹے کھڑے ہوتے ھین ، یونس ابن عبد الاعلي جیسے محدث جلیل کو برسون جیل کي سزا بھگتني پڑی ، [1] مشہور مصری صوفي بزرگ حضرت ذوالنون نے بھي اسکے ھاتھون انتہائي مصائب جھیلے ، البویطي کا حال تو گذر بھي چکا ، جیساکہ ابن خلکان نے لکھا ھے ، کہ ان کے واقعات مین بھي اسکا ھاتھہ تھا ،

خیر ، یہہ واقعات تو اس زمانہ مین گذر ھي رھے تھے ، لیکن مصیبت یہہ ھوئي کہ یہہ ظالم معتزلي عقیدۃً تو معتزلي تھا ، لیکن جیسے زمخشری کے متعلق مشہور ھے کہ اعتقاداً معتزلي ھونے کے باوجود فروعاً حنفي تھا ، کہاجاتا ھے کہ بدقسمتي سے یہ ھي حال اس ظالم و فاسق بدعقیدہ قاضي ابن اللیث کا بھي تھا ، اس کے درباری شاعر الجمل نے جو مشہور قصیدہ اسکي تعریف مین لکھا ھے ، جسکا ایک شعر پہلے بھي نقل کرچکا ھون اس مین ایک دوسرا شعر یہہ بھي ھے

فحمیت قول ابي حنیفۃ تابعدی — و محمد والیوسفي الا ذکر

وزفر القیاس اخي الحجاج الانظر

صرف یہہ ھي نہین خود حنفي مورخین مثلاً عبد القادر مصری صاحب جواھر مضیئہ نے بھي کان فقیھا بمذھب الکوفیین ص ٣٩ ج ٢ کي تصریح کي ھے ، غالباً جامع مسجد مین علانیہ برسر اجلاس اسکي شراب خواری "حنفي مذھب کے مسئلہ نبیذ" کي مسموخ شکل تھي ، ظاھر ھے ، کہ ابن ابي اللیث کے ان حالات نے مصر مین حنفیت اور حنفي فقہ ، حنفي آئمہ کے وقار کو جو صدمہ پہونچایا اسکا کون اندازہ کرسکتا ھے ، بیچارے اسد بن الفرات کي ساری کوششون پر پاني پھرگیا ، شافعیون کا حنفیت کي طرف سے یون ھي دل کب صاف تھا ، اور اس واقعہ ھائلہ نے تو امام شافعي کے شاگردون کے دلون مین نفرت بلکہ عداوت کے جذبات اگر بھڑکا دئے ، تو ایسي صورت

---

[1] متوکل کے زمانہ مین جب ابن اللیث کے اور بلاکشون کے ساتھہ یونس کو بھي جیل سے رھا کیاگیا ، اور پوچھاگیاکہ یہ کیسا شخص ھے ، بولے (ماعلمت فیہ الا خیرا) کہاگیاکہ اتنے دن

(صفحہ آئندہ)

مین اسکے سوا اور کیا ہوسکتاتھا ، آخر ع

انسان تھے پیالہ و ساغر نہین تھے وہ ،

ان کے سینون مین ظاھر ھے ، کہ " دل " تھا ، سنگ و خشت نہ تھا ، عوام ابن اللیث

کے علانیہ فسق و فجور کو دیکھہ دیکھہ کر اسکي راہ سے " حنفي مذھب " جسکے متعلق

حال حال تک کہد سنۃ رسول اللہ صلي علیہ وسلم کا نظریہ وراثتاً ان تک پہونچاتھا ، اب

اسي مذھب کي آڑ لیکر علي روؤس الاشہاد اللہ کہ گھر مین قضاء کے اجلا سرپر باضابط

صراحي و مینا کے دور چل رھے تھے ، کہاجاتاھےکہ ایک دن یہي شرابي قاضي اجلاس پر

جب آیا ، تو سینہ پر رومال ڈالے ہوئے تھا ، لوگون نے تفتیش کي ، تومعلوم ہوا کہ رات

مجلس نشاط مین بدمست ہوکر مسلمانون کا یہہ قاضي ارباب محفل سے الجھہ پڑا ، اورکسي

دوسرے مست نے قاضي کي خوب خبرلي ، اتنامارا کہ چہرہ سوج گیا ، اسي کو رومال سے

چھپائے ہوئے ھے ، الکندی نے لکھا ھے کہ

فتواترا لخبرانہ عربد علي شیخ کان ینادمہ ،
فشجہ ذالک الشیخ ص ٣٦٧

مصریون کے دل مین اس شخص کي جانب سے کتني نفرت پیدا ہوگئي تھي ، اس کا انداز

اس واقعہ سے ہوسکتا ھے ، کہ جب متوکل نے اسکو قضاءت سے برطرف کیا ، تو

وثب اھل مصر علي مجلس ابن ابي اللیث فرموا
بحصرہ وغسلوا موضعہ بالماء الکندی ص ٣٣٥

بہلا جس بدباطن ، شریر فطرت انسان نے برسر دربار جامع مسجد مین اھل السنت کے

علماء سے ان کي ٹوپیان اپنے غلام سے اتروائي ہون ، اورکیسي ٹوپیان جو اس زمانہ مین
بقول الکندی

کان تری اھل مصر و جمال شیوخھم و اھل الفقہ
والعدالۃ منھم لباس القلانس الطوال ص ٣٦٠

تک آپ کو اس نے جیل مین سڑایا تو فرمایا ، لم یظلمني ھو و لاکن ظلمني من شھد علي من
عني و اصلح کي کیسي عجب شان ھے دیکھو الکندی ص ٣٥٥ ١٢

گویا ان کی عزت کا وہ نشان تھا ، الکندی نے لکھا ھے، کہ ابن ابی اللیث کےغلام مطر اورعبدالغني دونوں نا

ضربا رؤس الشیوخ حتي القوا قلا نسهم ص ایضا

اوران مقدس " قلا نس" کےساتھہ یہہ سلوک کیاگیا ، کہ دیکھنے والوں کا بیان ھے

رئت قلانس الشیوخ یومئیذ في ایدی الصبیان
و الرعاع یلعبون بها ص ایضا

جہاں تک میرا خیال ھے ، جن علماء کي یہہ توھین کي گئي تھي ان میں مصرکے سب سے بڑے هردل عزیز امام المزني بھي تھے ، کیونکہ الکندی ھي نے یحي بن عثمان کے حوالہ سے جو یہہ فقرہ نقل کیا ھے کہ

لماعزل ابن ابي اللیث ترك کثیر من الشیوخ
لباس القلانس منهم ابوابراهیم المزني ص ۳٦۱

اس سے یہہ معلوم ھوتاھے ، کہ جس " القلانس الطوال " کي یہہ توھین ھوچکي تھي[۱] ، انکو جن لوگوں نے ھمیشہ ھمیشہ کے لئیے ترك کردیا تھا ، ان میں المزنی بھي تھے ، اور واقعہ بھي یہ ھي ھےکہ جس لباس کي اتني بےعزتي ھوچکي تھي کوئي با غیرت آدمي اس کا پہننا کیسے اختیارکرسکتاتھا ،

گویا " ابن ابي اللیث " کے ظلم کي ایك تاریخي یادگارتھي ، جسکوعلماء نے اسکے معزول ھونے کے بعد بھي باقي رکھا ،

---

[۱] کہتے ھیں کہ ابن ابي اللیث کے عہد ولایت میں مصرمیں شدید قحط پڑا ، سارا شہر جس میں قاضي بھي تھا ، استسقاء اور نیل کے افاضہ کے لئیے باھر نکل گئے ، ننگے سر ھوکر سب دعا مانگ رھے تھے ، قاضي نےبھي اپنی ٹوپي اتارکر سامنے رکھي ، کسي منچلے نےٹوپي اچك لي ، اور ایك نے دوسرے پر پھینکا ، اور لوگوں نے خود اسکے سامنے اسکي ٹوپي سےگیند کھیل کردل کي بھڑاس نکالي ، الکندی ۱۲

خلاصہ یہہ ہے کہ یہہ دور مصریون پر آیا اور گذر گیا ، لیکن اس ظالم قاضی کا انتساب جو حنفی فقہ کی طرف تھا ، اس نے مصریون کے عوام و خواص کے دل مین امام ابوحنیفہ اور ان کی جماعت ، ان کے مکتب خیال کی جانب سے شدید قسم کی نفرت وعداوت کا تخم بودیا اور آیندہ یہ ہی واقعہ آنے والے واقعات کی بنیاد بن گیا ،

ہوا یہہ کہ ابن ابی اللیث کی معزولی کے بعد متوکل کی طرف سے چند دنون کے لئیے تو مصر کے قاضی حارث بن مسکین رہے ، لیکن حارث کے بعد زمانہ نے پھر ایک کروٹ لی ، اور مصر کے مذہبی ماحول مین ایک نئی ہل چل کا آغاز ہوا ، میری مراد مشہور حنفی قاضی بکار بن قتیبہ سے ہے ، حارث بن مسکین کے بعد سنہ ۲۴۶ مین المتوکل الخلیفہ نے مصر کی ولایت قضاء پر آپ ہی کا تقرر کیا ، قاضی بکار چونکہ صرف قاضی نہین تھے ، بلکہ اس کے ساتھہ علاوہ اپنے غیر معمولی تقوی و دیانت کے جس کی وجہ سے عموماً مورخین انکو (من التالین لکتاب اللہ والباکین) کے شاندار الفاظ مین ان کا ذکر کرتے ہین ، یہ زبان اور قلم دونون کے مالک تھے ، انکے تعلیمی و تدریسی ذوق کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے کہ آخر مین احمد بن طولون حاکم مصر نے جب ان کو جیل بھیجدیا ، تو طلبہ علم کے شدید ہنگامہ سے مجبور ہوکر ابن طولون نے قید خانہ کے ایک ہال مین ان کی تدریس کا انتظام کردیا ، اور وہین بیٹھکر یہہ درس حدیث و فقہ ایک مدت تک دیتے رہے ، ان کا اصلی وطن بصرہ تھا ، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالی کی اولاد مین تھے ، قاضی ابویوسف اور امام زفر بن الہذیل مشہور حنفی ائمہ کے شاگرد رشید ہلال الرای جنکی کتاب الوقف حال مین مطبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن سے شایع ہوئی ہے ، بکار کی تعلیمی زندگی کا زیادہ زمانہ ہلال ہی کے حلقہ درس مین گذرا تھا ، جو اپنے وقت مین فقہ حنفی کا بصرہ مین سب سے بڑا اور مستند ترین علمی حلقہ تھا ، اور اسی لئے ان پر حنفیت غالب تھی ، بلکہ

کہناچاہئے ، کہ حنفیت مین غلو کی حدتک پہونچہے ہوئے تہے ، حالانکہ علاوہ ہلال الرای کے انہون نے مشہور محدث ابو داود الطیالسي اور یزید ابن ہارون جو بخاری کے کے راویون مین ہین ، ان سے بہی حدیث کي تعلیم پائي تہي ، لیکن اصلي رنگ انکا وهي تہا ، جو ہلال الرای کي صحبت مین چڑھا تہا ، یہہ جس زمانہ مین مصر پہونچے ہین ، اس وقت ملك مین حنفیت کے خلاف ابن ابي اللیث کي حرکتون کي وجہہ سے سخت ہیجان برپا تہا ، ابن ابي اللیث کے بعد ، قاضي حارث بہي فقہ احناف کے ہمدردون مین نہ تہے ، اگرچہ شوافع سے بہي انکا دل صاف نہ تہا ، الکندی نے لکہا ھے ،

امر الحارث باخراج اصحاب ابي حنیفه من
المسجد و اصحاب الشافعي ص ۴۶۹

مصر مین یون هي حنفیون کي تعداد کیا تہي ، لیکن گذشتہ بالا وجوہ و اسباب سے تہوڑی بہت جو انکي جماعت تہی ، انکے ساتہہ حارث نے یہہ سلوك کیا تہا ، اوریہہ تو خیر حارث کا ذاتي فعل تہا ، لیکن ابن ابي اللیث کي وجہ سے تو تقریبا ملك کا اکثر حصہ عوام کا ہو ، یا خواص کا حنفیت کے مخالف جذبات سے بہرا ہواتہا ،

حنفي فقہ ، اورحنفي مجتہدات پر سخت تنقید بن مصری علماء کا ایك طبقہ کررہا تہا ، اوران کے سرخیل مصر کے سب سے بڑے شافعي امام المزني تہے ، جو علاوہ اس عام رقابت کے جو عموما احناف اور شوافع مین تہي ، اس مخالفت کے وقتي موثرات مین ابن ابي اللیث کا وہ طرز عمل بہي تہا ، جسکا تماشہ بلکہ تجربہ علماً وعملاً مصر والون کو ابہي چند دن پہلے ہوا تہا ، قاضي بکار جس وقت یہان قاضي ہوئے ، تواس ملك کو انہون نے اسي حال مین پایا ، خصوصا ان کي نظر جب المزني کي کتاب "المختصر" پر پڑی ، تو جیسا کہ مصر کے مشہور قدیم مورخ ابن زولاق[1] کا بیان ھے ، کہ قاضي بکار نے جب ،

---

[1] الکندی کي تاریخ الولاة والقضاة کا تکملہ ابن زولاق هي نے کیا ھے اور قاضي بکار هي کے ترجمہ سے ان کا تکملہ شروع ہوتا ھے لیکن یہہ فقرہ اس مین نہین ھے ، علامہ عبد القادر مصری کے طبقات سے بحوالہ مین نے اس اہم تاریخي فقرہ کو نقل کیا ھے ، اغلباً تاریخ مصر لابن زولاق سے انہون نے نقل کیا ھے

نظر في مختصر المزني فوجد فيه ردا علي ابي حنيفه
ص ۱٦۹ ج ۱ الجواهر المضيه بحواله ابن ذولاق

اگرچه امام ابوحنیفه رح پر رد کوئی نئی بات نهین تهی ، کیونکه اس زمانه مین علماء خصوصا محدثین کا ایک طبقه تها، جو امام اور انکے نظریات پر مختلف علاقون مین تحریرا تنقید کرچکا تها ، اسی زمانه مین ابن ابي شیبه نے اپنے " مصنف " مین "کتاب الرد علي ابي حنیفه" کے نام سے ایک مستقل جز کا اضافه کیا تها ، مگر سچي بات یهه هے ، که یهه بچارے سیدھے سادھے کسي محدث کي تنقید نه تهي بلکه اس شخص کی تهي ، جسکے متعلق امام شافعي یهه پیش گوئي کرکے مرے تهے ، که

لتذکرن زمانا تکون فیه اقیس اهل زمانك
ص ۱۸۳ ابن خلکان ج ۱

اور واقعه بهي یهي تها که ابو ابراهیم المزني صرف محدث نهین تهے ، بلکه ان کي قیاسي قوت ، اور استدلالي سلیقه حنفیون سے کچهه کم نه تها ، آخر کوئي بات هي تهي جب امام شافعي نے علاوه مذکوره بالا فقره کے ان کي اصابت فکر کا اندازه کرتے هوئے ایک دفعه یهه جمله فرمایا تها که

سیاتي علیه زمان لا یفسر شیاء فیخطئه
ص ایضا جلد ۱

اور کتاب بهي ان کی وه جو صرف ان کي تصنیفون هي مین نهین بلکه علماء شافعیه کے لٹریچر کے شهکارون مین تهي ، امام شافعي رح [1] کے جو اعتراضات حنفي نقاط نظر پر تهے انکي تعبیر اپني خاص قابلیت سے جو المزني نے کي تهي وه معمولي نهین تهین ، کهین اس سے بیشتر

[1] یهان ایك خاص اصطلاح کا ذکر ضروری معلوم هوتا هے ، قدماء خصوصا جس عهد کا هم ذکر کررهے هین اس زمانه مین طریقه یهه تها ، که استاد اپنے خیالات کا املا کراتا تها ، پهر هر شاگرد اپنے اپنے ذوق اور استعداد کے مطابق استاد کے ان خیالات کي پرورش کرتا تها ، اور عبارتون کو بناتا کاٹتا تها ، یون یهه کتابین استاد اور شاگرد دونون کي طرف منسوب هوجاتي تهین ، امام محمد نے امام ابوحنیفه کي کتابین اسي اصول کے تحت مرتب کي هین ، لوگ امام محمد کي کتابون کو کتب ابي حنیفه بهي کهتے هین اور کتب محمد بهي ، اسي طرح مزني ، بویطي ، ابن ربیع المؤذن سب کے مختصر ا

بر صفحه آئنده

ابن سریج الامام کا "جملہ" اسي "مختصر" کے متعلق نقل کرچکا ہون ، جسمین انہون نے اسکو (لم یفتض) کنواریون مین شمار کیا ہے ، قاضي بکّار بر مختصر کي ان تیز و رسا تنقیدات کا جو اثر مرتب ہوسکتا تہا ظاہر ہے ، کتاب کے دیکھنے کے ساتھہ بے چین ہوگئے ،

قاضي مصر ہونے کي حیثیت سے جو مطلق العنانہ اختیارات انکو حاصل تہے ، اپنے پیشروون خصوصا ابن ابي اللیث کے مانند اگرچہ چاہتے ، تو وہ بھي وہي راہ اختیار کرسکتے تہے ، جو ابن ابي اللیث نے اپنے مخالفین کے مقابلہ مین اختیار کي تہي ، کہ کسي کے متعلق معمولي بھنک اگر اسکے کان مین پڑجاتي تہي کہ عقیدہ مین ہمارا مخالف ہے ، تو آپے سے باہر ہوجاتاتہا ، الکندی نے لکہا ہے ، کہ بیچارے ہارون بن سعید الاملي کے متعلق ابن ابي اللیث کو کسي نے خبر پہونچائي ، کہ خلق قرآن کے مسئلہ مین تم سے انکو اتفاق نہین ہے ، سنناتہا ، کہ مطرغلام کو اس فرعوني دماغ کے قاضي نے اشارہ کیا ، نصر بن مرزوق کا بیان ہے کہ مین نے دیکہا ، ہارون بازار مین جارہے ہین اور

طیلسانہ تحت عضدہ وعمامتہ في رقبتہ ومطر ﴿
غلام ابن ابي اللیث یسوقہ بعمامتہ الکندی ص ۳۵۲ ﴾

مگر یہہ ایک معتزلي حنفي قاضي کا تجربہ تہا ، اسي کے مقابلہ مین ایک سني حنفي قاضي بکّار بن قتیبہ کو بھي دیکھئیے ، امام مزني کي کتاب مین وہ اپنے واجب الاحترام امام اور انکے تلامذہ کو اعتراضون اور سخت تنقیدون سے چھلني پاتے ہین ، مگر کیاکرتے ہین ، شاید مخالف کے ساتھہ مخالفت کي تاریخ مین غالباً بے نظیر واقعہ ہے کہ دیانتاً وہ محسوس فرماتے ہین کہ المزنی نے امام شافعي کے حوالہ سے اس مین اعتراضات نقل کئے ہین ، اور واقعہ کے اعتبار سے انکومعلوم تہا کہ یہہ اعتراضات امام شافعي ہي کے ہین ، مگر یہہ بات کہ اسکا شرعي ثبوت کیا ہے ، دیني ذمہ داریون کے احساس کي نزاکت کي یہہ آخری حد ہے ، کہ اپنے دو معتبر آدمیون کو جن مین شہادت صادقہ کے ضروری صفات پائے جاتے تہے ، انکو

— انکي طرف بھي منسوب ہین ، اور امام شافعي کي طرف بھي ۱۲

حکم دیتے ہین ،

﴿ اذ ھبا و اسمعا ھذا الکتاب من ابی ابراھیم المزنی ﴾

اور صرف یہہ نہین کہ بس سنکر چلے آؤ ، بلکہ ابن زولاق نے اسپر یہہ بھی اضافہ کیا

ہے ، کہ قاضی بکار نے فرمایا کہ جب پوری کتاب المزنی سے براہ راست سن لو

﴿ فاذا فرغ منہ فقولا لہ انت سمعت الشافعی یقول ذالك ﴾

قاضی بکار نے حکم دیا کہ جب وہ اس سوال کا جواب اثبات مین دے چکین ، تب میرے پ

تم دونون آؤ ، اور باضابطہ طورپر

﴿ فاشھد اعلیہ ﴾

دونون گواہ المزنی کے پاس پہونچے ،

﴿ وسمعا من ابی ابراھیم المختصروسئا لا انت
سمعت الشافعی یقول ذالك فقال نعم ﴾

پھر ٹھیک جن الفاظ میں گواہ عدالتون مین اپنا اظہار دیتے ہین ، ان ھی الفاظ مین

﴿ قاضی صاحب کے سامنے ان لوگون نے
شھد اعلی المزنی انہ سمع الشافعی یقول ذالك ﴾

جب شہادت کی یہہ ساری کارروائی مکمل ھوگئی ، تب اس وقت " قاضی بکار نے کہا کیا

گیا ابن ابی اللیث المنزلی کے طورپر اپنے مطر غلام کو آواز دی کہ المزنی کو گرفتار کر کے لئے آ

دنیا حیرت سے سنے گی ، کہ شہادت کی یہہ ساری کارروائی اس حنفی سنی قاضی نے محض

اسلئے کی کہ آیندہ ان کا جو ارادہ تہا ، اسکی تکمیل مین شرعی ذمہ داریون سے اپنے کو

بری کرلین ، جو الفاظ اس کارروائی کے بعد قاضی بکار کی زبان پر جاری ہوئے ، ابن زولا

کی روایت ان کے متعلق یہہ ہے کہ قاضی نے فرمایا

﴿ الآن استقام لنا ان نقول ،، قال الشافعی ،، ﴾

گویا یہہ سارا ساز و سامان اور یہہ ساری تیاریان صرف اس ایك حرف کی تصحیح کے لئے

رکھی، یعنی شرعاً " قال الشافعی " کہنے کے وہ مجاز ہوجائین ، فقہاء کے عہد سے ایک ابن ابی اللیث المعتزلی نے بھی نفع اٹھایا تھا ، اور وہی قضا کی قوت بھی اس سے قاضی بکار بھی استفادہ کرتے ہین ، لیکن ایک دین کی تمام ذمہ داریون کے توڑنے مین ، اور دوسرے نے انہی ذمہ داریون سے عہدہ برا ہونے مین ،

بہرحال اس کے بعد ان مناظراتی کہئے ، یا تحقیقاتی سلسلہ کی تصنیفون کی بنیاد پڑگئی ، جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا ، کہ ان کا سلسلہ پھر صدیون تک جاری رہا ، ابن زولاق کا بیان ہے کہ مذکورہ بالا اعلان کے بعد قاضی بکار نے

ردعلی الشافعی هذا الکتاب ؎

جہان تک میرا علم ہے ، قاضی بکار کی یہہ کتاب شاید اب دنیا مین موجود نہین ، یا کسی کتب خانہ مین ہو ، مجھے معلوم نہین ، البتہ عبدالقادر المصری صاحب طبقات نے اس کتاب کے متعلق لکھا ہے ، کہ قاضی بکار نے

صنف کتابا جلیلا نقض فیه علی الشافعی ؎
رده علی ابی حنیفه (طبقات ص ۱٦۹ ؎

بہرحال جیساکہ علماء کی شان ہونی چاہئے ، علم کا جواب قاضی نے کوڑون سے نہین بلکہ اس سے بھی عجیب تر یہہ ہے ، کہ دونون عالم حالانکہ ایک ہی شہر مین تھے ، لیکن میرا خیال ہے ، کہ قاضی بکار چونکہ المزنی اور ان کے استاد کا ردلکھہ رہے تھے اسلئے شرم و حجاب سے مدت تک المزنی سے انہون نے ملاقات بھی نہ کی ، اور یہہ سارے معاملات غائبانہ ہی چلتے رہے ، مگر خدا کی شان قاضی بکار کی ایک شرافت کا ثبوت قدرت کو پھر فراہم کرنی تھی ، اتفاق یہہ پیش آیا کہ کسی مقدمہ مین بحیثیت گواہ کے المزنی کو قاضی بکار کے اجلاس مین حاضر ہونا پڑا علامہ عبدالقادر صاحب طبقات لکھتے ہین کہ اس وقت تک قاضی بکار

لا یعرفه بوجهه انما کان یسمع عنه ویتشوق له ؎

لیکن باوجود اشتیاق کے وهي حجاب مانع تھا، اگر یهه نه هوتا توقاضي کو بھلا اپنے شوق کے پورا کرنے مین کون سي چیز مانع آسکتي تھي ، خصوصا اس زمانه کے قاضي کو که جسکو جس وقت چاهتا بلا سکتا تها ، خیر ، اب هوا یهه که جب المزني اجلاس مین قاضي صاحب کے سامنے آگیے، دریافت کیا جناب کا نام کیا هے، جواب ملا ، اسمعیل المزني (ابو ابراهیم مزني کي کنیت هے ، اصلي نام اسمعیل هي تھا، وهي بتایاگیا) المزني کے لفظ کا کان مین پڑنا تها ، که قاضي بکارپر ایك عجب حالت طاری هوئي اورگھبرا کر دریافت کیا که المزني صاحب الشافعي ؟ بولے جي هان ! قاضي صاحب نے اجلاس کے گواهون کو خاص طورپر شناخت کنندگي کے لئے مصرکے هر دارالقضا مین رهتے تھے ، ان کو آواز دی اورپوچھا که اُهوهو (کیا واقعي یهه وهي المزني هین) گواهون نے انعالفظ (جي هان وهي المزني هین) شریف قاضي نے سر جھکالیا ، اور جو کچھه انهون نے اظهار کیا، بلا چون و چرا بغیر کسی جرح و قدح کے تسلیم کرلیا، که انکے علمی اور دیني مقام کے وه جوهر شناس تھے ، رقابت دونون مین صرف علمي تھي، کهاجاتاهےکه اسکے بعد اجلاس سے المزني نکلے اور انکي زبان پر یهه فقره جاری تها

ستر الله القاضي سترني القاضي ستره الله ؎

مطلب یهه تهاکه جرح مین اگرچاهتے، بری بھلي باتین پوچھه سکتے تھے ، لیکن ایك شریف علم دوست مقابل کا سامنا تها ، اس سے جو توقع هوسکتي تھي ، وهي اس نے کیا، غالبا اسي کا نتیجه تها ، که یون تو باهم ایك دوسرے سے الگ الگ رهتے تھے لیکن جب کبھي کسي مقام پر دونون سے مٹ بھیڑ هوجاتي ، تو المزني بھي قاضي کے احترام مین کمي نهین کرتے ، ابن خلکان نے اس سلسله مین ایك واقعه درج کیا هے ، امام المزني کي شرافت کا چونکه اس سے اندازه هوتاهے اسلئے غالبا یهان اس کا نقل کرنا ناموزون نه هوگا،

واقعه یهه پیش آیا که یون تو ایك دوسرے سے حتي الوسع کنارے کنارے رهتے

تھے ایک دن کسی جنازہ مین دونون اکٹھے ھوگئے، غالبا تدفین مین کچھہ دیر تھی، المزني جن کي تقریری قوت اور استدلالي مھارت کا مصر مین زور تھا، قاضي بکار کو براہ راست ان کي زبان سے ان کي تقریرون کے سننے کا موقعہ نہ ملا تھا، خیال آیا کہ آج ذرا سنون تو سھي، کہ واقعي اس شخص کا کیا حال ھے، خود کو تو حجاباً براہ راست سوال کي ھمت نہ ھوئي، پاس مین جو آدمي ابن النل نامي کھڑے تھے، ان سے قاضي صاحب نے دریافت کرنے کے لئیے کھا کہ حدیثون سے "نبیذ" کی حرمت اور حلت دونون ثابت ھے، پھر آپ لوگ (شوافع) حرمت ھي کو کیون ترجیح دیتے ھین،

"نبیذ" کا بدنام مسئلہ ایسا تھا کہ حنفیون کے خلاف عوام کے جذبات کو بآساني ابھارا جاسکتا تھا، لیکن بجائے کسی سخت و درشت الفاظ کے المزني نے نھایت آساني کے ساتھہ دو لفظون مین اسکا ایسا جواب دیدیا، کہ گفتگو وھین ختم ھوگئي، قاضي بکار بھي چپ ھوگئے، جواب یھہ تھا کہ اس کا تو کوئي قائل نھین کہ اسلام سے پھلے عرب مین "نبیذ" حرام تھي، اور اسلام مین حلال ھوئي، بلکہ سب ھي یھہ مانتے ھین کہ اسلام سے پھلے عھد جاھلیت مین وہ حلال تھي، اور یھہ بھي مسلم ھے کہ اسلام نے نبیذ کے متعلق جاھلیت کے حکم مین کچھہ ترمیم ضرور کي، اور وہ حرمت کے سوا اور کیا ھوسکتي ھے، اسي لئے حرمت کي حدیثون کو ھم ترجیح دیتے ھین،

قاضي ابن خلکان جو شافعي المذھب اور شافعیت مین تعصب بھي رکھتے ھین انھون نے المزني کے اس جواب کو "حرمت "نبیذ" کے متعلق

من الادلة القاطعة

قرار دیا ھے، حالانکہ اگر نبیذ کے حرام ھونے کي قطعي دلیل یھہ ھي ھے، تو اس کي قطعیت کا دعوی کرنا شاید نبیذ کے جواز کي دلیل بن جائے، آخر اتني کمزور دلیل کو قطعي قرار دینے کے یہ ھي معني ھوسکتے ھین، کہ فریق کے پاس بھي یھہ یا اس سے زیادہ

محکم دلیل اورکوئی نہین ہے، افسوس کہ اس وقت میرے موضوع سے یہہ بحث خارج ہے، ورنہ اس کی قطعیت پر بہت اچھی بحث ہوسکتی ہے، اور اس دلیل سے خدا جانے کتنی حلال چیزین حرام ثابت ہوسکتی ہین، اسی لئے میرا خیال ہے کہ امام مزنی کا یہہ جواب محض ایک ٹالنے اور بحث کو ختم کردینے والا جواب تھا، وہ قاضی بکار سے سن مکھہ ہوکر احتراما بحث نہین کرنا چاہتے تھے، خصوصا جب ان کے شریفانہ برتاؤ کا ان کو ایک دفعہ تجربہ ہوچکا تھا،

بہرحال مجھے تو صرف مصر کی تاریخ کا ایک ورق پیش کرنا تھا، اوراب ہم اس زمانہ تک آگئے ہین، جہان دیکھہ رہے ہین، کہ اس ملک مین ایک حنفی اور ایک شافعی عالم مین مقابلہ کا بازار گرم ہے، کہ ٹھیک ان ہی دنون مین ایک اور واقعہ پیش آتا ہے، اور اسی واقعہ کو بیان کرنے کے لئے مجھے اتنی لمبی چوڑی تمہید کے بیان کرنے کی زحمت اٹھانی پڑی، کیا کیا جائے۔ عامہ مورخین واقعات کو اتنی ناقص حالت مین بیان کرتے ہین، کہ اصل حقیقت کا اس سے پتہ نہین چلتا، لیکن بحمداللہ بکھرے ہوئے منتشر حوادث و واقعات کو جہان تک مجھسے ممکن ہوسکا ہے، ایک سلسلہ مین جوڑنے کی کوشش مین نے کی ہے، اوراب آمدم برسر مطلب،

قصہ یہہ ہے کہ مصر مین شافعیت اور حنفیت کے درمیان یہہ ہی عالمانہ کشتی ہورہی تھی، کہ عین ان ہی دنون مین، یا اس سے چند سال پہلے صعید مصر کے گاؤن طحا سے ہمارے امام ابو جعفر طحاوی جو اس وقت نوعمر تھے، مصر طلب علم کے شوق مین تشریف لائے، ان کی والدہ چونکہ امام ابو ابراہیم مزنی کی بہن تھین، اسلئے قدرتاً ان کی تعلیم کا موزون ترین مقام خود اپنے ماموں کا گھر ہوسکتا تھا اور اپنے ماموں ہی کے پاس یہہ تعلیم مین مصروف ہوگئے، ابتدائی منازل طے کرچکنے کے بعد جب اوپر کی کتابون کے پڑھنے کا وقت آیا، تو غالباً بڑی کتابون مین اس وقت کے لحاظ سے شافعی مکتب

خیال کے تعلیمی حلقون مین مسند الشافعي جونسبتاً شافعیون کي کتابون مین اس وقت آسان ترین کتاب تهي ، اپنے مامون سے انهون نے پڑهنی شروع کی ، مسند شافعي مین بجائے مسائل اور مباحث کے صرف وہ حدیثین جمع کردی گئي هین ، جنهین امام شافعي اپني سند سے روایت کرتے هین ، اورجو چهپ چکي هے ،

جہان تک میراخیال هے ، مامون کے پاس ان کي تعلیم اسي کتاب پر ختم هوگئي ، کیونکه آینده جب مسند درس حدیث پر خدا نے ان کو پهونچایا ، توالمزني سے صرف مسند الشافعي هي روایت کرتے تهے ، جیساکه صاحب طبقات نے لکها هے ،

نفقه اولا علي خاله المزني و روی عنه مسند الشافعي
ص ۱۰۳ جلد ۲

اورغالباً اسي زمانه مین جب الطحاوی اپنے مامون سے مسند الشافعي پڑہ رهے تهے ، حنفیت بلکه فقهي دنیا کا وہ واقعه پیش آیا جس نے ، سچ تو یهه هے ، کم از کم حنفي فقه کے استدلالي طریقه کا رخ بدل دیا ، عام مورخین تو صرف اسي قدر لکهتے هین ، صاحب جواهر مضیه نے القدوری مشهور حنفي امام ابوالحسین القدوری کے حواله سے نقل کیا هے ،

کان ابوجعفر الطحاوی یقرء علي المزني فقال له
یوما والله "لا افلحت" فغضب وانتقل من عنده ،
ص ۱۰۷ ج ۲

ابن خلکان نے بغیر کسي حواله کے اسي واقعه کو بیان کرتے هوئے ، بجائے "لا افلحت" کے "والله لاجاء منک شي" کے الفاظ نقل کیا هے ، قریب قریب دونون کا مطلب ایک هي هے ، چونکه پهلي روایت حنفي اسکول کے ایک ذمه دار امام القدوری کي هے ، اسلئے اسي کو مین نے مقدم کیا ، مگر قدوری کي روایت هو ، یا ابن خلکان کی دونون کي عبارت اتني مجمل هے ، که اس سے یهه بهي نهین معلوم هوتا که یهه الفاظ طحاوی نے اپنے مامون سے کسي خانگي مسئله مین سنا ، یا پڑهنے پڑهانے کے وقت کسي سوال یا نافهمي پر ان کو ڈانٹ پڑی ، لیکن اسکو قرینه قرار دیاجائے که عموماً اس واقعه کا ذکر طحاوی کی تعلیمي حالت کو بیان

کرتے ہوئے مورخین کرتے ہین ، اس سے غالب گمان ادھر ہی جاتا ہے ، کہ اس قصہ کا تعلق درس و تدریس ہی کے شعبہ سے ہے ،

اب اگر یہہ مان لیاجاتے اور اس کے ماننے کی کافی وجہہ ہے ، تو آگے یہہ سوال پیدا ہوتا ہے ، کہ آخر یہہ قصہ تھا کیا ؟ کیا طحاوی نے کچھہ پوچھا تھا اسپر المزنی بگڑگئے ، یا کسی بات کے سمجھنے مین الجھے ، دیر ہوگئی ، استاد کو غصہ آگیا ،

خیر، یہہ تو ہوسکتا ہے ، درس و تدریس کا جنکو تجربہ ہے وہ جانتے ہین کہ استادون کے عموماً اسی صورتون مین شاگردون کو کبھہ سننا ہی پڑتا ہے ، مگر المزنی کا غصہ بھی اتنا کہ کچھہ برا بھلا کہتے ، لیکن آئمہ کہ ایک طالب کو بد دعا دیدینی ، اور وہ بھی المزنی جیسے محتاط ، متقی آدمی کا ، اور اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز یہہ واقعہ کہ علامہ طحاوی کا اسپر بگڑجانا ، اور اتنا برہم ہوجانا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئیے اپنے ماموں کے حلقہ سے الگ ہوجانا ، یقیناً غور کرنے کی اور سوچنے کی بات ہے ، آخر المزنی استاد تھے ، اور استاد بھی معمولی نہین ایسی شخصیت جو ہزار بارہ سو سال سے مسلمانون کے ایک بڑے طبقہ کا امام شافعی کے بعد امام ہے ، ماسوا اسکے آخر المزنی طحاوی کے حقیقی ماموں بھی تو تھے ، باپ ، ماموں ، خالو جیسے بزرگون کے غصہ کی بات پر لڑکون کا بگڑجانا اور اتنا بگڑجانا ، کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئیے قطع تعلق کرلینا ، اس زمانہ مین جب خوردی اور بزرگی کے قوانین مغربی تمدن کے زیراثر چندان اہم نہین رہے ہین ، ممکن ہے کہ چندان قابل لحاظ نہ ہو ، لیکن ہم اسلامی تمدن و معاشرت کے جس عہد کا ذکر کررہے ہین ، اس وقت یہہ کوئی معمولی بات نہین ہوسکتی ، اور اس سے آگے دلچسپ بات وہ ہے جسکا ذکر اس فقرہ کے بعد کیاجاتا ہے ، یعنی سب ہی لکھتے ہین کہ ماموں کے ان الفاظ سے

فغضب ابو جعفر من ذالك و انتقل من عنده و تفقه علی مذهب ابی حنیفه (طبقات ص ۷۶ ج ۱)

فرض کیجئے کہ طحاوی کو مامون کي بات اتني بری لگي کہ ان سے تعلق توڑلینے پروہ مضطر ہوگئے ، لیکن اسکے لئے اپنے خاندانی مسلك کو ترك کرنے کي کیا ضرورت تھي ، اگر اپنے مامون سے پڑھنا نہین چاہتے تھے ، تو اسي شہر مین خود ان کے مذھب کے بڑے بڑے علما مثلا البویطي ، حرملہ ، ابن ربیع موجود تھے ، خصوصا جیساکہ مین پہلے بیان کرآیا ہون امام شافعي کے مسند درس کے حقیقي خلیفہ تو البویطي هي تھے ، المزني سے درس وتدریس کا اتنا تعلق بھي نہ تھا ، اور فرض کیجئے کہ کسی وجہہ سے انہون نے شافعي مسلك کے ترك کردینے هي کا ارادہ کیا ہو ، لیکن شافعیت کو ترك کرکے حنفیت هي اختیار کرنے کي کیا ضرورت تھي ، اور امام ابوحنیفہ کي فقہ کے سیکھنے پر ان کوکس چیز نے مجبور کیا تھا ، آخر امام شافعي سے زیادہ قریب ترین تعلق رکھنے والے مالکي علما بھي تو اسي شہر مین رہتے تھے ، امام مالك تو امام شافعي کے ابوالا ساتذہ تھے ، جس شخص نے شافعیون کے گود مین آنکھین کھولین ، ان هي مین ہوش سنبھالا ، اور ان هي کے دائرہ مین عمر کا کافي حصہ گزارہ ، جیسا کہ انساني نفسیت کا عام دستور ھے ، قدرتي طور پر ان هي لوگون کا رنگ اس پر چڑھ جاتا ھے ، خصوصا جورنگ بچپن مین چڑھا ہو ، اچا نك کسي معمولي وجہ سے متاثر ہوکر اس رنگ کا چھوڑنا یا چھوٹنا آسان نہین ھے ،

دراصل یہ هي سوالات تھے ، جو عام مورخین کي اس مجمل رپورٹ سے حل نہین ہورھے تھے ، قطعی طور پر تو شاید کچھہ نہین کہا جاسکتا ، لیکن اسلام کے فروعي اختلافات کي تاریخ کے متعلق مصر کا جو ورق منتشر اور بکھری ہوئي سطرون کو جوڑ کر مین نے پیش کیا ھے ، شاید اسکي رہنمائي مین ایك حدتك هم اصل حقیقت تك پہونچ سکتے ہین ،

میرا مقصد یہہ ھے کہ مختلف حالات سے گذرتے ہوئے ، قاضي بکار کے عہد مین مصر فقہي مکاتب خیال کے اعتبار سے جس نقطہ پر پہونچا ہوا تھا ، اسکے علم کے بعد طحاوی نے اپنے شافعي استاد اور مامون کو چھوڑکر حنفي مذھب اور حنفي فقہ کے حلقہ ہائے درس سے جو تعلق پیدا کیا ، غالباً اب اسکا سمجھنا دشوار نہ ہو ،

ابن ابي الليث حنفي معتزلي قاضي كے زمانه مين امام شافعي كے تلامذه كا ، المزني
كے دوست اور قديم رفيق درس امام البويطي كا اس زمانه مين پابه زنجير مصر سے بغداد جانا ،
اور ان هي بهاري بهاري بيڑيون كے نيچے حالت اسيري و قيد مين جان بحق هونا ، خود
المزني كي جامع مسجد مين بهرے اجلاس كے اندر دوسرے علماء و مشائخ كے ساتهه ابن ابي الليث
كے غلامون سے اتني ذلت اٹهاني ، تهپڑ مار كر ان علماء كے سر كي ٹوپيان اڑائي جاتي هين ،
اور شهر كے اوباش لڑكے ان سے گيند كهيلتے هين ، بهلا ان واقعات وحوادث نے المزني
كے دل و جگر پر حنفيت كے جانب سے جو گهرے زخمون كے نشانات قايم كردئے تهے ، كيا
وه بهر سكتے تهے ، مانا كه قاضي بكار كے طرز عمل نے حنفيت كي جانب سے بهت كچهه
صفائي كا مواد فراهم كرديا تها ، مگر انهون نے بهي كيا كيا تها ، صرف يه هي كه ابن ابي الليث
كي كمينگيون اور سفله پن كي جگه ايك اعلي شريفانه كردار كي حنفي مثال پيش كي تهي ،
ليكن مقابله اور رقابت كا سلسله تو پهر بهي باقي تها ، كوڑون اور زنجيرون كا ذريعه ختم
هوگيا تها ، ليكن قلم كا حمله تو جاري تها ، بلكه سچ تو يه هے ، كه قلمي حمله كي ابتداء
تو قاضي بكار هي نے كي ، خواه كتنے هي جميل اور محتاط رنگ مين هو ، ابن ابي الليث
كا قصه تو ايك دن دو دن مين ختم هوجاتا تها ، آخر وه روزانه تو ان بزرگون كي توهين و
تحقير نهين كرتا تها ، ليكن قاضي بكار نے جب امام شافعي پر رد كرنے كے لئے اپني "كتاب
جليل " لكهني شروع كي هوگي ، ظاهر هے كه جو كچهه رات كو لكهتے هونگے ، قدرتي بات
هے كه دوسرے دن اسكا ذكر اپنے تلامذه اور حلقه احباب و اصحاب مين كرتے هونگے ،
اور يه چيزين مسلسل امام المزني تك پهونچائي جاتي هونگي ، آج فلان مسئله مين امام
شافعي كي يه غلطي قاضي نے نكالي ، فلان مسئله مين ان كي علمي نقص كو ثابت كيا ،
يه قصه جهان تك ميرا قياس هے برسون جاري رها ، كيونكه گو ابن طولون نے قاضي بكار كو
آخر مين قيد كرديا تها ، ليكن پهر بهي المزني كي زندگي مين قاضي بكار كو تقريبا گياره باره سال

ایسے ملے ہیں ، جن میں ان کو ہر قسم کی فراغ بالی حاصل تھی ، مالی فراغ بالی کا تو پوچھنا ہی کیا تھا ، مصر کے قاضی تھے ، اور اسپر ابن طولون ان کا حد سے زیادہ قدردان تھا ، علاوہ ماہوار تنخواہ کے جو مصر کی طلائی اشرفی پونے دوسو ماہوار کے قریب تھی ، ہرسال ابن طولون ایک ہزار اشرفیوں کا توڑا بطور معمول کے دیا کرتا تھا ، اور اس پر لطف یہ تھا کہ قاضی صاحب کو اس پر بھی فخر تھا کہ

ماحللت سراویلی علی حلال (ملحقات الکندی ص ۵۱۰)

یعنی عمر بھر کنوارے[1] رہ گئے ، بگاڑ سے پہلے ابن طولون کے پاس جاہ و جلال کا حال یہ تھا کہ ابن طولون جسکی سطوت و جبروت کی نظیر اسلامی امراء میں مشکل ہی سے ملسکتی ہے ، لیکن یہ ہی ابن طولون (جونام کے لئے تو مصر کا عباسی خلیفہ کی طرف سے والی تھا ، لیکن دراصل وہ ارض فرعون کا وارث اور مطلق العنان حاکم تھا) طحاوی اپنی چشم دید شہادت یہ دیتے ہیں کہ

ماادری کم کان یجئی احمد بن طولون الی بکار
و ہو علی الحدیث فما یشعر بکارا الا وہو جالس
الی جنبہ (ملحقات الکندی ص ۵۰۸)

ایک معمولی مقدمہ میں ابن طولون کا فرمان ہوا کہ فلاں گھر کو قاضی نیلام کرادیں ، قانونی طریقہ سے اس میں خود ابن طولون کے بیان کی ضرورت تھی ، قاضی بکار نے صاف کہلا بھیجا "حتی یحلف من لہ الدین" یعنی خود ابن طولون جب تک اجلاس میں آکر قسم کھاکر نہ بیان کر جائے کہ ان کا بقایا ہے ، روای کا بیان ہے "فحلف ابن طولون"

[1] اس سلسلہ میں ایک دلچسپ لطیفہ یہ ہے کہ حارث بن مسکین قاضی کے گھر ایک دن قاضی بکار ملنے گئے ، حارث عمر میں بڑے تھے ، پوچھا میاں بکار تم پر کچھ قرض تھا یا بال بچے ہیں ، یا حکومت نے زبردستی کی جو بصرہ چھوڑکر اتنی دور مصر نوکری کرنے آئے ، قاضی صاحب نے کہا انمیں سے کوئی بات نہیں ، حارث نے سنکر کہا تو تم نے خوامخواہ مصر سے بصرہ تک بیچارے اونٹ کو تھکایا ، حارث بڑے زاہد مزاج آدمی تھے ، اسکے بعد بولے مجھے خدا کی قسم ہے جو تمہارے پاس کبھی آوں ، مطلب یہ تھا کہ پھر دنیا میں بلا ضرورت مبتلا ہونے کی کیا حاجت تھی — ۱۲

(ابن طولون نے قسم کھائي) تب قاضي نے کہا " الا ن فقد امرت با لبیع " (اب مین مکان کي بیع کا حکم دیتا ھون) ابن طولون قاضي بکار کي کتني ناز بردار یان کرتا تھا ، اگر اسکي تفصیل کیجائے تو بڑی طوالت ھوگي ، یہہ دکھانے کے لئے قاضي کا یہہ زمانہ مالاً و وجاھاً ھر اعتبار سے انتہائي فراغت و اطمینان کا تھا ، حد تو یہہ تھي کہ چونکہ ابن طولون زیادہ تر مقدمات کے فیصلے خود ھي کرتا تھا اور مصر مین ایسا رعب داب قایم کررکھا تھا کہ مقدمات کي تعداد بھي اتني گھٹ گئي تھي کہ

حتي کان بکار ربما نعس في محله و اتکا ثم انصرف
الي منزله ولم یتقدم الیه اثنان (ملحقات ص ٥١٢)

گویا سرکاری کاموں سے ان کو فراغت تھي ، ایسے موقعہ پر اگر ایسي فطرت جو قاضي کي تھي ابن زولاق مورخ مصر کے الفاظ ھین

کان لبکار التساع في العلم والمناظرہ ص ٥١١ ایضا

تو ظاھر ھے کہ بحث و مباحثہ کے سوا اوران کا زیادہ مشغلہ کیا ھوگا ، مزني کي مختصر تھي ، اوراس پر ان کي تنقیدین ، جہان تک میرا خیال ھے ، جو کچھہ قاضي لکھتے تھے بومیہ اسکي خبر المزني کو پہونچائي جاتي تھي ، علمي مباحث کا اس شخص تک پہونچنا آخر کیسا مستبعد ھے ، جسکي کتاب پر تنقید لکھي جارھي تھي ، جب لوگون کا حال یہہ تھا کہ معمولي معمولي مقدمات تک کے اظہار اور بیان کي رپورٹ مزني کو پہونچا آتے تھے ، کہتے ھین کہ کسي نے شفعہ کا دعوی قاضي کے اجلاس مین دائر کیا ، مدعي علیہ شافعي تھا ، اور دعوی شفعہ شرکت ملک کا نہین بلکہ شرکت جوار (پڑوس) کا تھا ، جس سے امام شافعي کے نزدیک شفعہ کا حق پیدا نہین ھوتا ، مدعی علیہ اپنے امام کے خیال کی بنیاد پر شفعہ کا انکار کرتا تھا ، قاضي صاحب نے اسکو حلف لینے کے لئے کہا ، اسنے قسم کھاکر کہا کہ مدعي کو شفعہ کا حق حاصل نہین ھے ، قاضي نے کہا کہ قسم مین اتنا اور اضافہ کروہ کہ

جولوگ جوار کے شفعہ کے قائل ہین ، ان کے مسلک کے بنیاد پر بھی شفعہ کا اسکو حق نہین ھے ، اس اضافہ سے انکار کیا ، قاضی صاحب نے مدعی کو ڈگری دیدی ، حالانکہ بات کتنی معمولی اور ھلکی ھے ، مگر صرف اسلئے کہ اسمین حنفیت اور شافعیت کے اختلاف کی ھلکی سی جھلک پائی جاتی تھی ، اسلئے

اخبرا لرجل المزنی قضیتہ (ملتقطات ص ۵۱۳)

کہتے ھین کہ امام مزنی نے سنکر فرمایا ،

صادفت قاضیا فقیہا (ص ۵۱۳ ایضا)

شافعیت و حنفیت کے قصہ کی جب اتنی عام معمولی بات بھی قاضی بکار کی المزنی تک پہونچائی جاتی تھی ، تو قاضی کی "کتاب جلیل" جو گو بظاھر امام شافعی کی تردید مین تھی لیکن جاننے والے جانتے ھین کہ ان تردیدون کی زیادہ زد المزنی کی ان جانکاھیون اور محنتون پر پڑتی تھی ، جو انہون نے امام شافعی کے نقاط نظر کی تعبیر مین اٹھائی تھی ، ذھبی نے اپنی مشہور تاریخ دول اسلام مین قاضی ابوزرعہ کا یہہ فقرہ جو مزنی اور ان کی مختصر کے متعلق نقل کیا ھے ، کہ کسی نے ابو زرعہ کے سامنے کہا کہ مزنی نے امام شافعی سے بہت زیادہ علم حاصل کیا ، ابو زرعہ نے کہا

ماا کثرما ظلم المزنی للشافعی (رفع الاصر ص ۵۲۳)

مطلب یہہ ھے "کہ بیچارے مزنی کے کتنے کمالات جو واقعی ان کے تھے ، وہ لوگون نے امام شافعی کی طرف منسوب کر کے ان پر ظلم کیا ، اور یہہ بھی صحیح ھے ، کہ امام شافعی کی وکالت کی وجہہ سے مزنی کو مخالفین کے تمام حملے اپنے اوپر اپنے پڑے ، بلکہ مین تو سمجھتا ھون کہ قاضی ابو زرعہ کا مشہور تاریخی فقرہ اپنے پیش رو قاضی بکار ھی پر شاید تعریض ھے ، اسلئے باوجودیکہ بویطی ، ابن ربیع وغیرہ سب کے مختصرات منسوبہ الی الشافعی موجود تھے ، لیکن اسی مظلومیت کی تلافی کی صورت قاضی ابو زرعہ نے یہہ نکالی

تھی کہ صلائے عام دیدیا تھا ،

من یحفظ مختصر المزني مائة دینار یھبھا له
بحوالہ دول — رفع الاصر ص ۵۲۳

اور گذر چکا کہ قاضی " بکار " کی " تصنیف جلیل " کے لکھنے کا منشاء امام شافعی یا انکے تلامذہ کی کوئی دوسری کتابیں نہیں تھیں ، بلکہ یہہ سارا بخار مزنی کی مختصر ھی کو سامنے رکھکر نکالا جارھا تھا ، اسی مختصر کے سننے کے لئے دو مستقل گواہ مزنی کے پاس بھیجے گئے ، اور گواھوں کے شرعی اظھار کے بعد قاضی نے " قال الشافعی " کے دعوی کی شرعی تصحیح کر کے جس پر تیر اندازی کررھے تھے ، وہ انکی دُکھن اپنے اندر محسوس کرتا تھا ،

میرا خیال ھے کہ معلومات بالا کو جو بھی بنظر تعمق پڑھیگا ، وہ میرے ساتھہ اتفاق کرنے مین غالباً پس وپیش نہین کرسکتا کہ مصر قاضی بکار کے عہد ، قضاء کے عہد مین (غیر شریفانہ ، نامھذب اختلافات کا نہین) بلکہ شائستہ باوقار عالمانہ مناظرون کی آماجگاہ بنا رہا میرا اندازہ ھے کہ مصر پر یہہ دور تقریبا دس گیارہ سال تک باقی رھا ،

اور یہ ھی وہ وقت ھے ، جب ھمارے امام ابوجعفر الطحاوی علمی ارتقاء کے وسطانی زینون پر قدم رکھہ چکے تھے ، غالب خیال ھے کہ مسند الشافعی اور اسکے ساتھہ فقہہ شافعی کے استدلالی طریقہ کے ابتدائی خاکہ سے وہ واقف بنائے جارھے تھے ، سنین کے ملانے سے معلوم ھوتا ھے ، کہ ان کی عمر اس زمانہ مین سترہ اٹھارہ سے متجاوز ھوچکی تھی ، ظاھر ھے کہ ان کے علمی مذاق کی ابتداء ایک ایسے ماحول مین شروع ھوئی ، جس مین صبح و شام حنفیت و شافعیت کے درمیان علمی میدان داری ھورھی تھی ، قاضی بکار تو ادھر اپنے ترکش کے تیز سے تیز تیر نکال نکال کر اپنی " تصنیف جدید " کے کمانوں سے امام شافعی کی آڑ لیکر المزنی پر چلا رھے تھے ، اگرچہ یہہ معلوم نہ ھوسکا کہ اس تحریری مبارزت مین مزنی نے

بھی قلم اٹھایا یا نہین ، لیکن ہر وہ تیر جو قاضی کی طرف سے چلا یا جاتا ہوگا ، ناممکن ہے کہ اگر تحریری نہین تو مزنی کے ~~اپنے~~ حلقہ اصحاب و احباب مین تقریری طور پر اسکی مدافعت اور بازگشت کی آواز نہ سنی جاتی ہو ، علم کا جو حلقہ ان مدافعانہ اور اقدامانہ آوازون سے گونج رہا تھا ظاہر ہے کہ اس مین ابوجعفر طحاوی بھی شریک تھے ، بلکہ اور دوسرے شاگردون کو رد و قدح ، سوال وجواب ، تردید و تنقید ، کاموقعہ صرف خاص اوقات ہی مین ملتا ہوگا ، بخلاف طحاوی کے کہ المزنی کا گھر ہی ان کا گھر تھا ، صبح و شام اٹھتے بیٹھتے ان کے کان مین رد و قدح و جدلیات کی ان آوازون کے سوا اور کیا آواز آتی ہوگی ، خصوصاً ایسے گھرانون مین جہان علم کے سوا رہنے والون کا کوئی دوسرا مشغلہ نہ ہو ، جہان تک کہ امام مزنی کے حالات معلوم ہین ، ان کی زندگی چوبیس گھنٹے [۲۴] علاوہ ضروریات حیات و دین کے اسی مشغلہ مین بسر ہوتے تھے ،

اب اسی کے ساتھ آپ طحاوی کی خاص فطری نہاد اور افتاد طبع کا بھی اندازہ کیجئے ، قطع نظر ان کے خاص ذہن و ذکاء ، سوجھ بوجھ کے جن کا پتہ ان کی کتابون کی ہر سطر اور ہر ورق سے ہر اس شخص کو مل سکتا ہے جس نے ان کی تالیفات کا تھوڑا بہت بھی مطالعہ کیا ہے ، ~~اور انشاء اللہ اپنے مضمون کے موقعہ موقعہ مین ہم اسکی مثالین بھی پیش کرینگے~~ ، ایسی ~~نظر~~ وقاد طبیعت ، ثاقب ذہن ، اور اسکے ساتھ ساتھ جب نوجوانون کی فطرت مین تسلیم و انقیاد کی جگہ کچھ اُپج اور اجتہاد کا بھی مادہ ہو ، تو اسکے جو نتائج ہوسکتے ہین وہ ظاہر ہین ، طحاوی کی فطرت دل و دماغ کا طبعی رجحان کیا تھا ، اسکا اندازہ اسی واقعہ سے ہوسکتا ہے ، جس کا ذکر امام طحاوی نے خود اپنی تاریخ مین کیا ہے اور لکھا ہے ، کہ

فطارت هذه الكلمة بمصر حتي صار مثلا [!]

قصہ یہ ہے ، کہ قاضی ابوعبید شافعی جن کا ذکر اپنے موقعہ پر آنے والا ہے ، ان سے اور طحاوی سے مختلف اختلافی مسائل (شافعیہ حنفیہ) کے متعلق بحث و مباحثہ ہوتا رہتا

تھا ، طحاوی کہتے ہین کہ کسي سوال کے جواب مین

اجبته بمسئلہ فقال لي ما هذا قول ابي حنيفه ؟

ابو عبید نے گویا ان پر یہہ الزام لگایا کہ باوجود حنفي المسلك ہونے کے تم کو ایسے جواب دینے کا کیا حق ھے ، جو امام ابوحنیفہ کا مسلك نہین ہے ، ابو عبید کے اس اعتراض کا طحاوی نے جو جواب دیا ، اسي کا پیش کرنا مجھے مقصود ھے ، یہہ یاد رکھنا چاھئے کہ طحاوی نے یہہ اس زمانہ مین جواب دیا ہے جب انکي عمر ۶۴ ، ۶۵ سال کے قریب تھي ، اور حنفي مسلك کي تائید مین اس وقت تك دفتر کے دفتر تیار کرچکے تھے ، گویا حنفیت کا جتنا رسوخ کسي مین ممکن ہوسکتا ھے ، عمر اور اشتغال دونون کے اعتبار سے اس کي آخری منزلون سے گذر چکے تھے ،، لیکن جوانی کے ترنگ مین نہین ، بلکہ بڑھاپے کے سکون و رسوخ کے بعد جھوٹتے منہہ طحاوی کي زبان سے یہہ جواب نکلتا ھے ،

ایها القاضي اوكلما قال ابوحنيفه اقول به ؟

خیر یہان تك تو پھر بھي ایك حد تك ٹھنڈ ھي ھے ، ابو عبید نے طحاوی کے اس جواب پر جب یہہ چُبھتا ہوا نشتر لگایا

ماظننتك الا مقلدا ؟

اس وقت بوڑھے طحاوی کي زبان پر بے باك جوانون کا سا یہہ جواب بے ساختہ جاری ہوتا ہے ، طحاوی خود ہي راوی ہین

فقلت له هل يتقلد الا عصبي ؟

ابو عبید نے طحاوی کي اس جرئت کو پاکر فقرہ پر دوسرا فقرہ جڑ دیا

اوغبي ؟

طحاوی اور ابوعبید دونون کی زبانون کا یہ ھي بے ساختہ فقرہ

،، هل يتقلد الا عصبي اوغبي ،،

ملك کے ایك گوشہ سے دوسرے گوشہ تك آگ کي طرح پھیل گیا ، ،، حتي صار مثلا ،،

اور لوگون نے اسکو ضرب المثل بنالیا (یہہ واقعہ رفع الا صر کے حوالہ سے الکندی کے ملحقات سے ماخوذ ھے) طحاوی کا واقعہ مطلب اس فقرہ سے کیا تھا مجھے اس وقت اس سے بحث نہین بلکہ صرف یہہ دکھاناھے کہ کہنہ سالی کے سکون ، اور طمانیت مین جسکی فطرت کا یہہ حال ہو ، جوانی کا گرم خون جب اسکی رگون مین دوڑ رہا تھا ، اسوقت اسکے دل و دماغ ، جذبات و رجحانات کی کیا کیفیت ہوگی ، جسکی آزاد خیالی کا بڑھاپے مین یہہ رنگ ہو، جوش شباب مین اس کی طبیعت کی منہہ زوریون ، نفس کے ابا کا کیا حال ہوگا مجھے تو ایسا معلوم ہوتاھے ، کہ ابوجعفر طحاوی جس زمانہ مین اپنے ماموں المزنی کے زیر تعلیم تھے ، اور قاضی بکار ومزنی کے درمیان مقابلہ کا بازار گرم تھا ، ھر روز قاضی کے حلقہ سے کسی نئے مورچہ پر حملہ کی جو خبر آتی ہوگی اور اسکی مدافعت مین المزنی کی طرف سے جو تیاریان عمل مین آتی تھین ، الغرض دونون طرف کے مباحث مین قدرتی طور پر الطحاوی کا بھی حصہ لینا ناگزیر تھا ، اسی سلسلہ مین بظاہر یہہ بھی معلوم ھوتاھے ، کہ کسی مسئلہ مین طحاوی کے غیر عصبی کھلے ہوئے آزاد دماغ نے قاضی بکار کے ، یا حنفی پہلو کی تائید مین کچھہ اصرار کیا ، ماموں نے ابتداء مین تفہیم سے کام لیا ہوگا ، لیکن جوان بہانجے کا اصرار اسی پہلو پر زور دینے مین بڑھتا چلا ، طبعاً ایسے موقعہ پر جہان نسبی طور پر خوردی بزرگی کا بھی رشتہ ہو ، استاد کا برہم ہوجانا اور برہمی مین کچھہ حد سے گذرجانا ، محل تعجب نہین ھے ، اور یہ ھی وقت تھا جس مین المزنی کی زبان سے طحاوی کی شان مین وہ الفاظ نکل پڑے جسے مورخین " واللہ لا افلحت " (خدا کی قسم توکبھی کامیاب نہ ہوگا) ،، واللہ لا جاءمنک شی ،، (خدا کی قسم تجھہ سے کوئی کام نہ بن پڑیگا) ہوسکتاھے ، کہ بین کلام مین طحاوی سے بھی ایسے الفاظ نکل پڑے ہون ، جو المزنی یا امام شافعی کے مقام کے مناسب نہ ہون ، ایسے مواقع مین یہہ بھی کچھہ بعید نہین ھے ، اوران کی یہی بات المزنی کے زیادہ برہم ہونے کی وجہہ ہوگئی ہو ،

بهرحال قرائن کا یهه اقتضا هے کہ ماموں بهانجے میں یهه جهگڑا حنفیت اور شافعیت هي کے اختلافي مسائل کے متعلق هوا ، اور اس جهگڑے کي بنیاد قاضي بکار کي وه " کتاب جلیل " هي تهي ، جسکي ایک بڑی دلیل یهه بهي هے ، کہ ماموں سے اس علمي مقاطعه کے بعد طحاوی بجائے اسکے کہ کسي دوسرے شافعي عالم یا مالکي فقیه کے پاس جاتے وه سید هے ، علماء احناف کے حلقوں میں جاکر کیوں شریک هوگئے ، اور گو اس سلسلہ میں انهوں نے متعدد حنفي علماء سے استفاده کیا ، لیکن ان اساتذه میں ان کا جو تعلق قاضي بکار سے رها غالباً دوسروں سے اتنی خصوصیت حاصل نہیں هوئي ، ذهبي نے اپني کتاب سیر النبلاء میں قاضي بکار کے تلامذه کا ذکر کرتے هوئے ، جهاں طحاوی کا نام لیا هے تو اسي کے ساتهه ان الفاظ کا بهي اضافه کیا هے ،

واكثر عنه الطحاوى جدا (ملحقات کندی ص ٥٠٥)

اور ذهبي کے اس قول کي تصدیق ان کي مرویات سے هوتي هے ، اور صرف علمي استفاده نہیں بلکہ قاضي بکار کي پاسداری میں چونکہ ، جیسا کہ میرا خیال هے ، اپنے حقیقي ماموں اور ان کي مادی اعانتوں کو چهوڑنا پڑا ، اس کي تلافي قاضي بکار نے یوں کي ، جسکي علامه عبد القادر المصری نے اپنے طبقات میں تصریح کي هے کہ

وكان كاتبا للقاضي بكار بن قتيبه (ص ١٠٣)

بلکہ میرا گمان تو یهه هے ، کہ ماموں سے الگ هونے کے بعد قاضي بکار جو اهل عیال کے جهگڑوں سے آزاد تهے ، انهوں نے جوهر صالح پاکر طحاوی کو اپني سرپرستي میں لے لیا ، واقعات سے معلوم هوتا هے کہ وه ایسا عام طور پر کیا کرتے تهے ، عامر بن عبد الله کا حال آگے آئیگا ، وه قاضي صاحب کا پرورده تها ، اور غالباً امام طحاوی قاضي بکار هي کے اشاره سے پہلے تو مصر هي میں ایک قدیم حنفي عالم جنکا نام احمد بن ابي عمران موسي تها ، اور قاضي ابویوسف محمد بن حسن کے مشهور شاگرد و خلیفه محمد بن سماعه کے تلمیذ تهے ، ان سے پڑهنے کا

حکم دیا ، اوراسکے بعد ان کو قاضي بکارهي نے شام بهیجدیا ، وهان طبقه احناف کے ایک هر فن مولي عالم عبدالحمید ابو خازم سے ان کے خاص علوم کے سیکھنے کا موقعه دیا جن کا حاصل هونا اس زمانه مین هر شخص کے لئے آسان نه تها، تاریخون مین لکھتے هین که ابوخازم اس زمانه مین علاوه عام علوم دینیه کے

کان عالما بالفرائض و الحساب والذرع و القسمة
حسن العلم بالجبر و المقابله وحساب الدور و
غامض الوصایاو المناسخات (جواهرمضیه ص ٢٩٧

یهه خیال که طحاوی شام قاضي بکارکي سرپرستي مین گئے ، اسکي تائید اس واقعه سے بهي هوتي هے ، که اپنے مامون المزني سے الگ هونے کے بعد جهان تک معلوم هوتاهے ابوجعفر طحاوی کي مالي حالت اچهي نه تهي ، ابن خلکان نے تو یهان تک لکهاهے که

ابوجعفر الطحاوی کان صعلوکا (ص ١٩ جلد ١

" صعلوك " کا لفظ عربي زبان مین گویا انتهائي فقر و فاقه کي حالت کو ظاهر کرتا هے ، اس زمانه مین حصول علم کي راه مین جو مالي قربانیان لوگون کو دیني پڑتي تهین ، خصوصاً ان علوم کے لئے جن کے عالم ابوخازم عبدالحمید تهے ، وه معمولي نه تهین ، غالباً قاضي بکار چونکه انکو اپنا سکریٹری بنانا چاهتے تهے' اور محکمه قضاء کے سکریٹری کے لئے علوم مذکوره بالا کا جاننا ضروری تها، اس لئے ان کو پهلے انهون نے ابوخازم کے پاس بهیجدیا ، چونکه فقه ابي حنیفه کي تکمیل تو طحاوی ابن سماعه کے ایک جلیل القدر شاگرد احمد بن ابي عمران سے کرچکے تهے ، جب دنیاوی علوم ، نیز مواریث فرائض و وصایا کا فن ابو خازم سے حاصل کرکے اب وه مصر لوٹے ، تو محکمه قضاء کے کاتب هونے کي صلاحیت پورے طور پر پیدا هوچکي تهي ، قاضي بکار نے ان کو اپنے پاس نوکر بهي رکهه لیا ، اور جب تک موقعه ملتا رها قاضي بکار سے طحاوی فقهیات سے زیاده حدیث کا علم حاصل کرتے رهے ، اسي لئے جیساکه مین ذهبي کے حواله سے نقل کرچکاهون که قاضي بکار سے زیاده هي نهین بلکه "اکثر جدا"

کي شکل مین انہون نے حدیثین روایت کي ہین ، اور جہان تك میرا خیال ہے ، حنفی فقه کے جدلیاتي حصه کي تعبیر و تحبیر ، تقریر و تاویل مین طحاوی نے جو ید طولي حاصل کیا ــ اس مین زیاده تر قاضي بکار ہي کي صحبت کو دخل ہے ، فقه کے اس حصه پر غور و فکر اور مشق کا موقعه انکو اسلئے اور زیاده میسر آیا که اس زمانه مین مختصر المزني کے مقابله مین قاضي بکار اپني "کتاب جلیل" کے ساتھه مصروف تھے ، اور کیا عجب ہے که اس سلسله مین بھي وه اپنے جوان سکریٹری سے کام لیتے ہون ، طحاوی کے ساتھه قاضي بکار کي مہربانیون مین ہوسکتا ہے ، که اس علمي رقابت کو بھي دخل ہو، جو المزني سے انکو تھي، گویا جیسے المزني نے گرایا تھا، وه اسے اٹھانا چاہتے تھے ، یون سمجھئے ، که ان دونون عالمون کي اس رقابت نے علامه طحاوی کا کام بنا دیا ــ دین و علم و دنیا ، تینون چیزین انہین حاصل ہوگئین ،

لیکن افسوس یکایك عباسي حکومت مین ایك سیاسي فتنه کھڑا ہوا، جسکی داستان طویل ہے ، خلاصه یه ہے که عباسي حکومت کا خلیفه اب معتمد تھا ، اور اپنے بھائي موفق کو اسنے ولي عہد باضابطه تسلیم کرلیا تھا ، لیکن موفق پر حرص کا غلبه ہوا ، اور معتمد کي زندگي ہي مین وه تخت خلافت پر قبضه کي کوشش کرنے لگا ، معتمد نے تمام امراء دولت سے اس سلسله مین امداد طلب کي ، مصر کا حاکم احمد بن طولون جو قاضي بکار اور انکے علم و فضل کا سب سے بڑا قدرشناس تھا ، معتمد کی امداد کو کھڑا ہوگیا ، موفق اس بنیاد پر ابن طولون سے بگڑ گیا ، معتمد کو موفق شاه شطرنج بناچکا تھا ، حکومت کے وسائل پر اسکا قبضه تھا ، اسنے ابن طولون کي معزولي کا فرمان بھیجدیا ، اور ممالك محروسه مین اس پر لعنت کرنے کا حکم دیا ــ ابن طولون کے غصه کي کوئي حد نه رہي فوج لیکر مصر سے بغداد کي طرف چل پڑا ، قاضي بکار بھي ساتھه تھے ، دمشق مین ابن طولون کو معتمد کا فرمان ملا که موفق کو ولي عہدی سے ہم نے معزول کردیا ، اسي وقت ابن طولون نے تمام امراء

واعیان قضاۃ ومشائخ جو وھان موجود تھے سب کو خلیفہ کے حکم کی تعمیل کرنے کے لئے کہا، کہاجاتاھےکہ سبھون نے تعمیل کی لیکن قاضی بکّار نے خلیفہ کو "الناکث" عہد شکن قرار دیا، یہہ خبر ابن طولون کو پھونچی، قاضی کی طلبی ہوئی، امتحاناً اس نے موفق پر لعنت کرنے کا قاضی سے مطالبہ کیا، انھون نے انکار کردیا، دونون مین توتو مین مین ھوئی، تااین کہ ابن طولون غصہ سے بھوت ھوگیا، اور قاضی بکّار کا سارا وقار اسکے دل سے نکل گیا پھر ابن طولون نے قاضی بکّار کے ساتھہ جو ناگفتہ بہ سلوک کئے، اسکے ذکر سے رونگٹے کھڑے ھوتے ھین، کہاجاتاھےکہ قاضی بکّار کے بدن سے کپڑے پھڑواکر اسنے اتروائے، صرف پائجامہ اور موزہ کے ساتھہ قاضی صاحب ننگے بدن زمین پر لٹائے گئے، اور انکی دونون ٹانگون کو لمبی کراکے آھنی عصا سے ابن طولون نے مسلسل مارنے کا حکم دیا، ایک آدمی انکی ٹانگین پکڑے ھوئے تھا، اور مسلسل مار پڑرھی تھی، قاضی بکّار پاؤن سمیٹ بھی نہین سکتے تھے، بیان کیاجاتاھےکہ اس حال مین بھی اس بلند فطرت قاضی کی منھہ سے "اوہ" سے زیادہ کوئی آواز نہین نکلتی تھی، اوراسی عریان حال مین انکو جیل خانہ پھونچادیا گیا، جہان وہ آخر عمر تک رھے، ابن طولون کی وفات[1] کے چالیس دن بعد قاضی صاحب کا بھی انتقال ھوگیا،

ظاھر ھے، کہ اس انقلاب نے، ع

شد آن مرغ کو خایہ زرین نہاد ،، ،، زمانہ دیگرگون آئین نہاد

نہ وہ ولایت قضاء رھی، نہ قاضی بکّار کے سکریٹری اور کاتبین، سب الگ الگ ھوگئے، ...

---

[1] کہتے ھین کہ ابن طولون جب مرض الموت مین مبتلا ھوا، تو قاضی رحمہ اللہ معافی کے لئے آدمی بھیجا، انھون نے کہلا بھیجا، مین پیر رفتہ ازکار اور تو بیمار خستہ و نفرار، اور ھم دونون کی ملاقات کا دن قریب ھے، ھمارے اور تمہارے درمیان صرف حق تعالیٰ پردہ ڈالے ھوئے ھین، جب ابن طولون مرگیا قاضی کو خبر دی گئی، بولے ،، مسکین مرگیا ،، ١٢

خود طحاوی کا بیان ھے ، کہ قاضي کے ایک ایک ملنے والے الگ ھوگئے ، بلکہ ابن طولون کے اس اعلان پر کہ قاضي بکّار پر جس کا جو کچھہ مطالبہ ھو، بیشر کرے ، طحاوی کھتے ھین ، کہ دنیا جھوٹے دعوی لیکر ٹوٹ پڑی ، اپني آنکھہ دیکھي عبرت کا ایک واقعہ طحاوی ھي نے نقل کیا ھے ، کہ ایک نوعمر لڑکا عامر نامي جسے قاضي صاحب نے پالا تھا وہ بھي مدعیون مین شریك ھوکر ابن طولون کے سامنے حاضر ھوا ، قاضي صاحب کو ابن طولون جواب کے لئے دربار مین بلاتا تھا ، اور اپنے سامنے کھڑا کرکے ھوکر جواب پوچھتا تھا ، قاضي کي نظر جب اس پرورده لڑکے پر پڑی تو بے اختیار ھوگئے ، بولے عامر تم یھان کیسے ، عامر نے کھا ، تو نے مال برباد کیا اور آج پوچھتا ھے ، یھان کیسے ، طحاوی کا بیان ھے کہ قاضي کي زبان سے بےساختہ یھہ الفاظ نکل پڑے " اگر تو جھوٹ بولتا ھے توخدا تیری عقل سے تجھے نفع نہ پھونچائے " خود امام طحاوی نے اسکے بعد دیکھا کہ وہ لڑکا مصر کي گلیون مین دیوانہ وار مارا پھرتا ھے ، لوگون پر ڈھیلے پتھر چلاتا ھے ، منھہ سے ھمیشہ لعاب بھتا رھتا تھا ، جدھر نکل جاتا ، لوگ پکار اٹھتے ، " ھذہ دعوة بکار " امام طحاوی نے یھہ بھي لکھا ھے ، کہ

ما تعرض له احد فافلح

طحاوی کے یھہ سارے بیانات بھي اسکي تائید کرتے ھین کہ قاضي بکّار سے ان کا خاص تعلق تھا ، اپنے سرپرست و محسن کے اس حال کو دیکھکر ان کا دل روتا تھا ، اور خدا کي شان دیکھئے کہ بلندی کہ بلندی طحاوی کو یھہ پستي اپنے مامون المزني کي زندگي ھي مین دیکھني پڑی ، کیونکہ قاضي بکار کے ابتلا کے سات سال بعد المزني نے وفات پائي ،

وتلك الایام نداولها بین الناس

ایسا معلوم ھوتا ھے کہ اس عرصہ مین علامہ طحاوی نے جو کچھہ کمایا کحایا تھا ، سب ختم ھوگیا ، یا ھوسکتا ھے ، کہ این‌ھم بچہ شتر است کے قاعدہ سے ان پر بھي مصیبت آئي ھو

اور جو کچھہ اثاثہ تھا، ابن طولون نے چھین لیا ھو، کیونکہ اس فتنہ کے بعد مورخین طحاوی کا حال جو بیان کرتے ھین، اس سے تو یہ ھي معلوم ھوتا ھے کہ پھر انتہائي فقرو تنگدستي کے شکار ھوئے، اور ان کی وھي "صعلوکیت" پھر واپس ھوگئي اور مصیبت بالائے مصیبت یہ ھوئي کہ جب تک ابن طولون جیتا رھا، قاضي بکار کي نیابت[1] مین قضاء کا کام محمد بن شاذان جوھری سے لیتا رھا، لیکن جیسا کہ عرض کرچکا ھون کہ ابن طولون کا قاضي بکار سے چالیس دن پہلے انتقال ھوچکا تھا، اور ابن طولون کے پاس اس کا بیٹا ابوالجیش خمارویہ گو اس کے بعد مصر کا والي ھوا، لیکن ایسے سیاسي حالات پیش آئے، کہ ایک مدت تک کسي قاضي کا تقرر ھي مصر کے عہدہ قضاء پر نہ ھوسکا، ابن زولاق کا بیان ھے کہ

کان بین موت بکار ولائتہ فترة بقیت فیہا
مصر بغیر قاض سبع سنین ملحقات کندی ص ٥١٥

اور میرے خیال مین بھي چیز طحاوی کي پریشاني کا باعث ھوئي جب تک ابن طولون زندہ رھا ظاھر ھے کہ اس وقت تک ان کو حکومت مین کیا عہدہ ملسکتا تھا، بلکہ زیادہ قرینہ یہہ ھي ھے کہ گیہون کے ساتھہ گھن کو بھي پسنا پڑا ھوگا، اور جب ابن طولون مرگیا، تو سات سال تک کوئي قاضي ھي مقرر نہ ھوسکا۔ طحاوی نے جو علم سیکھا تھا معاشي حیثیت سے وہ اگر نفع بخش ھوسکتا تھا تو قضاء ھي کے محکمہ مین، اور بیچارے کو دنیا کا کوئي پیشہ ھي کون سا آتا تھا، ایسا معلوم ھوتا ھے کہ ان دنون مین امام طحاوی کو سخت مالي پریشانیان اٹھاني پڑین، اسلئے عموماً اس زمانہ کي تنگ دستیون کا حال مورخین خلاف دستور اپني کتابون مین بیان کرتے ھین،

لیکن خدا خدا کرکے "عسر" کے یہہ دن پورے ھوئے، اور سات سال بعد جب خمارویہ ابن احمد بن طولون نے قاضي محمد بن عبدہ بن حرب کا تقرر کیا، تو خدا نے امام

---

[1] نیابت کي ضرورت اسلئے پیش آئي کہ قاضي بکار کا تقرر خود بارگاہ خلافت سے ھوا تھا، اور ابن طولون جو مصر کا گورنر تھا، اس کو موقوف کرنے کا اختیار نہ تھا۔

طحاوی کے دن پھر آئے ، محمد بن عبدہ ، امام ابوحنفیہ ہی کے مکتب خیال کے اسلامی قانون کے سلسلہ میں پیرو تھے ، اور یوں بھی امام طحاوی جن کو گویا قاضی بکار نے خاص قضاء کی سکریٹری شپ کے لئے تیار کیا تھا ، ان سے بہتر آدمی محمد بن عبدہ کو کون ملتا ، ابن خلکان کا بیان ہے ،

فاستکتبه ابو عبیدالله محمد بن عبده القاضي
ص ١٩

یہ ہی نہیں کہ "عسر" کے بعد "طحاوی" کو صرف ایک ملازمت ہی کی راہ سے "یسر" حاصل ہوا ، بلکہ محمد بن عبدہ چونکہ ان لوگوں میں تھے ، جن کی سخاوت و جود کی داستان ابتک مورخین مزے لے لیکر بیان کرتے ہیں ، ان کی "فقہ" اور "حدیث" کے حلقوں میں جو آکر شرکت کرتے تھے سب کو تو قاضی کھانا کھلاتے ہی تھے ، لیکن اسکے سوا ہر عید میں فسطاط (عاصمہ مصر) جیسے عذار شہر کے قاضی صاحب کی طرف سے اتنی بڑی دعوت ہوتی تھی کہ

فلا يتاخر عنه احد من وجوه البلد من فقيه و
متفقه و شاهد و صاحب حديث و وجوه الكتاب
و القواد و التجار ص ٥١٦

جود و سخا کا یہ حال ثروت و دولت کی یہ کیفیت کہ علاوہ حشم کے یعنی کہا جاتا ہے کہ مابین خصی و فحل ، ان کے پاس سو سو غلام تھے ، صرف مصر میں

بني دارا عظيمة كان يدعي انه صرف عليها
مائته الف دينار

حافظ بن حجر وغیرہ کے حوالہ سے اسی مکان کے مصارف کا ایک اور حساب کتابوں میں دیا ہے ، اسکے لحاظ سے تو لوگوں کا تخمینہ ہے کہ

فيكون مصر و فها ضعف ما ذكر ملحقات ص ٥١٦

اور یوں تو محمد بن عبدہ نے پہلے امام طحاوی کو ان کی قابلیت کی بنیاد پر نوکر رکھا تھا ،

لیکن جون جون دونون مین تعلقات وسیع ہوئے اور قاضي پر امام کے جوہر کھلنے لگے ، پھر تو وہ ان کا عاشق زار ہوگیا، ہر طریقہ سے قاضي کي بھي کوشش ہوتي تھي ، کہ اس پریشان معاش ، پراگندہ حال عالم کي جہان تک امداد ممکن ہو اس مین کمي نہ آني چاہئیے اسلئیے تنخواہ وغیرہ کي راہ سے جو کچھ دلاتے تھے وہ تو بجائے خود تھا ، یون بھي جو موقعہ ہاتھہ آیا نفع پہونچانے مین کمي نہین کرتے تھے ، کہتے ہین کہ ابن طولون کے بیٹے خمارویہ والي مصر کے گھر مین کسي کا عقد تھا، قاضي محمد بن عبدہ بھي اپنے سکرٹری ابوجعفر طحاوی کے ساتھہ اس محفل مین شریک تھے بلکہ عقد خواني کا کام طحاوی ہي کے ذریعہ انجام دلایا ، نکاح کے رسوم جب ختم ہوگیے ، تو اندر سے خادم سر پر صینة (سیني) لئیے ہوئے سامنے آیا ، سیني مین طلائي دینار اور عطر کي شیشیان تھین ، آکر آواز دی " کم القاضي " یعني قاضي کي آستین بھرنے کے لئیے بھیجا گیا ہے ، قاضي محمد بن عبدہ نے آواز دی " کم ابي جعفر " یعني میری آستین نہین ابوجعفر طحاوی کي آستین بھری جائیے ، خیر یہہ تو اپنا حصہ تھا جو قاضي صاحب نے ابوجعفر کو ہبہ کیا، اسکے بعد اور دس سینیان وہي سو سو اشرفیان اور عطر کي شیشیون کي ، محکمہ قضاء کے " شہود " کے لئیے آئین ، قاضي صاحب کو اختیار تھا کہ اس مین سے جسے چاہین عطا کرین، راوی کا بیان ہے کہ ہر سیني کے پیش ہونے پر "کم ابي جعفر" ہي کي ندا قاضي صاحب کي طرف سے آتي رہي ، اور امام طحاوی ہي کي آستین بھرتي رہي ، آخر مین خود امام طحاوی کے نام کي سیني بھي آئي ، وہ تو کم ابي جعفر کي تھي ہي ، نتیجہ یہہ ہوا کہ

فانصرف یومئذ بالف دینار و مائتي دینار
سوی الطیب (ملحقات کندی ص ٥١)

غالبا قاضي محمد بن عبدہ کے بھي دینے دلانے ، بخشش وعطا کے واقعات ہین کہ جنکو ابن خلکان حافظ ابن حجر ، سبھون نے ان الفاظ مین ذکر کیا ہے

واستکتب ابن عبدہ ابا جعفر الطحاوی و اغناہ ص ٥١٦

گویاایک ''عسر'' کے ساتھه دو ''یسر'' هین ، اس آیت کي عملي تفسیر امام طحاوی

اپني زندگي مین پارهے تھے ،

اورخود قاضي هي نهین بلکه خمارویه ابن طولون کا بیٹا جو اب ارض فرعون کا وارث و مالك تھا ، وہ بھي امام طحاوی پر کم مهربان نه تھا ، بیان کیاجاتا هے کہ اسکي مهرباني کے حاصل کرنے مین امام طحاوی کي ایك حکمت عملي کو بھي دخل تھا ، قصه یهه هے کہ کسی مقدمه مین خمارویه کي طرف سے محکمه قضاء مین چند لوگون کي گواهیان گذرنے والي تھین ، جن مین منجمله اورگواهون کے امام ابوجعفر طحاوی بھی تھے ، اور بیچارے گواه سیدھے سادھے تھے ، شهادت نامه پر دستخط کرتے هوئے سبھون نے یهه عبارت جومروج تھي درج کي ۔ا

اشهد ني الامیر ابوالجیش خمارویه بن احمد بن
طولون مولي امیر المومنین علي نفسه

لیکن جب امام طحاوی دستخط فرمانے لگے تو بجائے اسکے یهه لکھا که

شهدت علي اقرار الامیر ابي الجیش بن احمد بن
طولون مولي امیر المومنین اطال الله بقائه وادام
عزه واعلاه

دستخط کي اس عبارت پر جب خمارویه کي نظر پڑی تو چونکا اور قاضي محمد بن عبده سے پوچھا ''من هذا'' (یهه کون هین) قاضي نے کہا کاتبي (میرا سکریٹری هے) خمارویه نے اس زمانه کے دستور کے حساب سےکه عموما لوگ کنیت هي سے مشهور هوتے تھے ، پوچھا ابو من (کن کے باپ) یعني انکي کنیت کیا هے ، قاضي نے کہا که ابوجعفر ، یهه سنکر امام طحاوی کي طرف رخ کرکے خمارویه نے کہا

وانت یا ابا جعفر فاطال الله بقاءك وادام
عزك واعلاك (ملحقات)

اور یہہ ترکیب جہان تک میرا خیال ھے، امام نے خمارویہ کی نفسیت کا اندازہ کرکے لکھا تھا، اسکی حالت یہہ تھی کہ محمد بن عبدہ، کے بعد ابوزرعہ نامی قاضی مصر جو ھوئے، مورخین نے لکھا ھے، کہ جب مصر وہ تلاش روزگار مین پہونچے تو بجائے کسی دوسری جگہ کے سیدھے وہ ابن طولون یعنی خمارویہ والی مصر کے والد کے مقبرہ مین پہونچے اور بیکی ویفرہ " روتے تھے اور قران مجید پڑھتے تھے،

یہہ خبر لوگون نے خمارویہ تک پہونچائی کہ ایک عالم باھر سے آیا ھوا ھے، اور اس حال مین ھے، باپ کے ساتھہ کسی عالم کی یہہ عقیدت خمارویہ کو پسند آئی، باریابی کا حکم دیا، ابوزرعہ اپنے ساتھہ ایک روٹی بھی لے گئے تھے اور خمارویہ کو یہہ کہتے ھوئے روٹی کا تحفہ پیش کیا کہ

ختمت علیہ عشر ختمات و ختمت علیہ عشرت آلاف " قل ھوالله احد " "

بیچارہ خمارویہ خوش عقیدہ آدمی تھا

فقبلہ منہ و تبرک بہ "

اس سے اندازہ ھوسکتا ھے، کہ خمارویہ کی طبیعت کا کیا انداز تھا، امام طحاوی نے اس دن " اطال الله بقاءہ وادام عزہ واعلاہ " کے دعائی فقرہ بڑھاکر خمارویہ پر اچھا اثر قایم کرلیا۔ پھر کیا تھا قاضی شہر کی وہ عنایتین، اور والی ملک کی یہہ مہربانیان، اسکے بعد جو کچھہ بھی امام طحاوی کے غنا و فراغبالی کے متعلق کہا جائے، کہا جا سکتا ھے خصوصاً جب ھمین یہہ بھی معلوم ھے کہ ایک مدت تک خمارویہ قاضی محمد بن عبدہ کا انتہائی عقیدتمند تھا، انہون نے ایک دفعہ ایک بڑی شدید فوجی شورش کو اپنی تدبیر اور بہادری سے دبادیا تھا، جس مین خمارویہ کو اپنی جان تک کا خطرہ تھا، فوج خلاف ھوگئی تھی، لیکن کہا جاتا ھے کہ قاضی خود فوج مین پہونچ گئے، ایک تو انکے علم و فن کا لوگون پر یون ھی اثر کیا کم تھا، لیکن تقریر کرتے ھوئے جوش مین قاضی کی زبان سے یہہ

الفاظ نکل پڑے ، کہ

انا اشد السیف و المنطقه فا حمل عن الامیر ؎

تو فوج پر سناٹا چھاگیا ، اور پھر کسی مین مجال دم زدن نہ رہا ،

فشکر له الامیر ذالك ؎ امیر قاضي کا بہت ممنون ہوا ،

اس واقعہ کے بعد محمد بن عبدہ کا رسوخ حکومت مین اتنا بڑھ گیا کہ گویا وہي مصر کے وال

تھے ، اور اسکي وجہ سے انکے دنیاوی مشاغل بظاہر اتنے بڑھ گئے ، کہ قضاء کے معاملا

مین مسئلہ مسائل اور قانوني دفعات کے متعلق بجائے خود غور و فکر ، مطالعہ و تجسس

کرنے کے انکو بالکل طحاوی کے سپرد کردیا ، لوگون کا بیان ھے کہ مجلس قضاء مین جس

وقت قاضي صاحب فیصلہ کے لئے بیٹھتے اور بازو مین امام طحاوی بحیثیت سکریٹری کے بیٹھ

مقدمہ پیش ہوتا ، قاضي صاحب تو خاموش رھتے ، اور ان کي طرف سے منسوب کرتے

ہوئے امام طحاوی یون فیصلے صادر کرتے

من مذهب القاضي ایده الله کذا	؎	یعني اس مقدمہ مین قاضي صاحب (ایدہ اللہ)
ومن مذهب القاضي کذا	؎	کا یہہ خیال ھے ، قاضي صاحب کا وہ خیال ھے ،

حافظ ابن حجر وغیرہ کے حوالہ سے ملحقات کندی مین منقول ھے کہ امام طحاوی کا یہہ

طرز عمل اسلئے تھا کہ

حاملا عنه المؤنة و ملقنا له	؎	اور قاضي کا بار اپنے اوپر لیتے تھے ، اور مسائل انکو بتاتے تھے ،

افیسر اور عہدہ دارون کو جو اپنے کسي ماتحت پر اتنا اعتماد ہوجاتا ھے ، تو عموماً ایسے

موقعہ پر اگر ماتحت سے کچھہ ،، خود بیني ،، اور اپني قابلیت پر کچھہ ناز کے آثار کا

ظہور ہو تو اس مین تعجب نہ ہونا چاھئے ، کہتے ہین کہ ،، مذهب القاضي ایده الله

کہے

فاکثر من ذالك فا حس القاضي منه بعض تیه ؎

باوجود اسقدر ماننے اور چاھنے کے قاضي صاحب کي علمي فضیلت و رفعت پر اس سے جو

بڑی ، خدا جانے واقعہ تھا بھی یا نہیں ، لیکن قاضی کو بھی محسوس ہوا ، محسوس ہوتا تھا ، که چهره بدل گیا اور طحاوی کو مخاطب کرکے کہنے لگے

ما هذا الذی انت فیه والله لو ارسلت

بقصيبة فنصب في حارتك لترين الناس

يقولون هذا قصيبة القاضي

مطلب یہہ تھا کہ تمہیں اپنے متعلق غلط فہمی مین مبتلا نہ ہونا چاهئے ، تم تو خیر آدمی ہو ، عالم ہو ، اگر مین تمہارے محلہ مین کسی بانس کو بھی جاکر گاڑ دون ، تو ساری دنیا اس وقت سے اسکو قاضی کا بانس ، قاضی کا بانس ، کہنے لگے گی ، اسکی شہرت وعظمت قایم ہوجائیگی ، آپ کی سربلندی عزت و وجاهت میری وجہہ سے ہے ، نہ کہ اس علم و فضل کا نتیجه ہے جس پر کچھہ آپ اترانے لگے ہین ، آخر اسی علم و فضل کے ساتھہ اس شہر مین تم پہلے بھی تو تھے ، پھر دنیا کا تمہارے ساتھہ کیا سلوک تھا ، آخر مین بوڑھے قاضی نے امام طحاوی کو سمجھاتے ہوئے نرم لہجه مین کہا

فاحذر یا ابا جعفر (ملحقات ص ٥١٦) ذرا بچتے رهنا میان ابوجعفر

بیچارے نوکر تھے ، چپ ہوگئے ، ورنہ سچ یہہ ہے ، کہ قاضی محمد بن عبدہ یون اپنے جود وکرم مین کچھہ ہی ہون ، مگر علمی لحاظ سے انکو امام طحاوی سے کوئی نسبت نہ تھی اگرچہ وہ اپنے کو بڑے بڑے محدثین حتی کہ علی بن مدینی جیسے آئمہ حدیث کا شاگرد بتاتے تھے ، لیکن اس زمانہ مین سنت رسول الله صلی الله علیه وسلم کے جانباز خدامون کی جومخلص جماعت اس قسم کے لوگون کی ٹوہ مین لگی رہتی تھی ، اس مین اسی زمانہ مین انکا سارا چٹھا کھول کر رکھدیا تھا ، رجال کی مشہور کتاب ،، الکامل ،، کے مصنف علامہ ابن عدی نے تو خود اپنا تجربه انکے متعلق بیان کیا ہے ، کہ اس شخص سے مین نے موصل اور بغداد مین حدیثین سنی تھین ، اسی زمانہ مین دعوی کردیا کہ بکر بن عیسی محدث کے بھی وہ براہ راست شاگرد ہین ، ابن عدی کہتے ہین کہ میرے سامنے اس

شخص نے یہہ دعوی کیا حالانکہ مین جانتا تھا کہ بکر کی وفات اس شخص کی پیدائش سے

تین سال پہلے ہوچکی تھی ، ابن عدی ہی کا یہہ بیان ہے کہ حدیث کی جو کتابین اس

شخص کے پاس تھین مین نے انکو بھی دیکھا تھا

کانت کتبه اللتي يتحدث بها محكوكة الظهر

کتاب کی ،، پشت ،، سے ان لوگون کا نام چھیل دیتے تھے ، جنکی وہ اصل روایت ہوتی تھی

بڑی دلیل ،، سرقہ ،، کی انکے یہہ تھی ، کہ

حدث باحاديث انفرد بها الحفاظ الا جلاد

يعني فسرقها منهم (ص ٥١٥ ملحقات ص ١١٦ رفع الاصر

احتیاج

بہرحال وہی بات کہ (آن کہ شیران را کند روبہ مزاج — احتیاج است احتیاج است

جاہل افسرون کی ماتحتی مین تقدیر جب کسی علم و فضل والی ہستیون کو کام کرنے پر مجبور

کرتی ہے تو خون گھونٹنے پر آدمی کو مجبور ہونا ہی پڑتا ہے ، مگر اس کے باوجود قدرت کو جو کچھ

منظور ہوتا ہے ، وہ ہوکر ہی رہتا ہے ، محمد بن عبدہ قاضی کے زمانہ تک امام طحاوی کی

بڑے آرام سے گذری ، تقریبا یہہ چھہ سال کی مدت تھی ، کہ اچانک پھر ارض فرعون مین

بھونچال ہوگیا ، خمارویہ احمد بن طولون کا بیٹا جو قاضی محمد بن عبدہ اور انکے سکریٹری

کا قدرشناس تھا ، اپنے غلامون کے ہاتھون سے دمشق مین مارا گیا ، دمشق سے لاش مصر آئی

قاضی محمد بن عبدہ کو بہت رنج پہونچا ، خمارویہ کے جنازہ کی نماز قاضی ہی نے

پڑھی ، لوگون نے خمارویہ کے بیٹے جیش نامی کو امیر منتخب کیا ، اور قاضی بھی قاضی محمد

بن عبدہ ہی رہے ، لیکن یہہ حالت کل نو مہینہ دس دن تک باقی رہی ، جیش کو بھی

اس کے غلامون نے قتل کیا اور اسکے بھائی ہارون بن خمارویہ کے ہاتھہ پر لوگون نے بیعت

کی ، قاضی محمد بن عبدہ بھی حال دیکھنے کے لئے باہر نکلے ، ہارون کا نائب السلطنت

ایک شخص محمد بن أبان تھا ، اسنے جیش کہ زمانہ کے لوگون کو مجرم قرار دیا ، قاضی

محمد بن عبدہ تو گھر کا دروازہ بند کرکے گوشہ گیر ہوگئے ، باہر نکلنا پھرنا بالکلیہ ترک

کردیا ، بڑے آدمی تھے ، انکی کنارہ کشی ہی غنیمت شمار کی گئی ، لیکن جن ماتحتون پر مصیبت آئی انھی مین ہمارے امام طحاوی بھی تھے ، مورخین لکھتے ہین کہ محمد بن ابا[1] نے قاضی محمد بن عبدہ کے ساتھیون کے ساتھہ

ضیق علیہم و اعتقل الطحاوی و طالبہ
بحساب الا و قاف (ملحقات کندی ص ۵۱۷)

افسوس کہ امام طحاوی کی زندگی کا یہہ ایسا اہم واقعہ ہے لیکن عام تاریخون مین اسکا ذکر ہی نہین ، ضمنی طور پر یہہ دو لفظ تلاش کے سلسلہ مین مجھے مل گئے ، لیکن یہہ سوال کہ علم کا یہہ یوسف زندان مصر مین کتنے دن رہا اور اس پر کیا کیا گذری ، اسکا کچھہ پتہ نہین ، حتی کہ یہہ بھی معلوم نہین کہ قید کی مدت کیا تھی ، بظاہر یہہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ ،، اوقاف ،، جنکے حساب و کتاب کی صفائی کا ان سے مطالبہ کیا گیا تھا ، صفائی پیش کردی گئی ، اور ان کو جیل سے نجات ملی کیونکہ اگر ہارون ابن خمارویہ کی پوری مدت حکومت جو تقریبا آٹھہ سال کے قریب ہے ، اگر وہ جیل مین رہجاتے تو یقیناً اسکا ذکر ذرا تفصیل سے مورخین کرتے ، معلوم یہہ ہی ہوتا ہے ، کہ اعتقال کی مدت تھوڑی تھی اسلئے عام طور پر اس کو اہمیت نہ دی گئی ،

جیسا کہ مین نے کہا کہ ہارون بن خمارویہ جسکے دور حکومت مین طحاوی اور انکے قاضی کی برطرفی عمل مین آئی ، اس شخص کی حکومت آٹھہ سال کے قریب رہی ، حکومت کے اس دور مین قاضی محمد بن عبدہ کے متوسلین کا زندہ سلامت رہ جانا ہی غنیمت تھا ، چہ جائیکہ انکو حکومت نے پھر کسی قسم کی نوکری کیا مل سکتی تھی ، اورشاید امام ابوجعفر طحاوی پر کوئی سخت زمانہ پھر واپس آجاتا ، لیکن ایک محمد بن عبدہ کی کتابت

[1] رفع الاصر کے حوالہ سے ملحقات الکندی مین یہہ عبارت درج ہے
،، و استتر ابوعبید اللہ (محمد بن عبدہ) عشر سنین رضی عنہ الامیر وغیرہ بذالك فلم یطالبوہ ولا سالوا عنہ ،،

بلکہ نیابت کے زمانہ میں طحاوی نے بہت کچھہ کمالیا تھا ، ممکن ھے کہ اس عرصہ میں انہوں نے کچھہ جائداد بھی حاصل کرلی ھو ، جیساکہ اس زمانہ کا دستور تھا ، نیز ایک بڑا احسان امام طحاوی پر قاضي محمد بن عبدہ نے اپنے قضاء ھي کے زمانہ میں یہہ کردیا تھاکہ امام طحاوی کي موروثي جائداد جس پر ان کے چچا قابض تھے ، اور غالباً اسی وجہ سے بیچارے کی مدت تک وہ حالت رھي ، جس پر ایک گونہ طنز کرتے ھوئے قاضي ابن خلکان شافعي نے ان پر " صعلوکاً " کا فقرہ چُست کیا تھا ، بہرحال حافظ بن حجر وغیرہ کي روایت ھے کہ

اراد الطحاوی ان یقاسم عمہ في ربع کان
بینهم فحکم القاضي بالقسم

فیصلہ لکھکر قاضي صاحبؒ امام طحاوی کے حوالہ کیا اور کہا

تستعین بہ علي ذالک (رفع الاصر وغیرہ ص ۵۱۷ از ملحقات)

اور خدا کي مہرباني تھي کہ قبل ان سیاسي اختلالات کے جو آنے والے تھے انکو ایک جائداد ھاتھہ لگ گئي ، ایسا معلوم ھوتا تھاکہ محمد بن اَبَا (ھارون بن خمارویہ) کے نائب کے ھاتھہ سے انکو نجات ملي ، تو جو کچھہ ایام ملازمت کا کمایا کچایا باقي رہ گیا ، وہ اور اسي جائداد سے انکی اوقات بسری ھوتي رھي ، اور جہاں تک میرے معلومات کا تعلق ھے ، کہ اس حادثہ کے بعد (اف لکم و لما تعبدون) فرماتے رھے ، اس عجوزہ ھزار داماد (حکومت سے) انھوں نے پھر ملازمت کے تعلقات کبھي نہیں پیدا کئے ، حالانکہ اسکے مواقع انکو ملتے رھے ، سب سے پہلا موقعہ تو یہ ھي ملا کہ ھارون بن خمارویہ جب مارا گیا ، اور بغداد سے خلیفہ المکتفي باللہ کي طرف سے محمد بن سلیمان کاتب اسکي سرکوبي کے لئے جو بھیجا گیا تھا ، وہ مصر پر آکر قابض ھوگیا ، مگر اسی کے زمانہ میں تو اس نے پھر ھمارے امام طحاوی کے قاضي یعني محمد بن عبدہ کا ولایت قضاء پر تقرر کیا ، مگر اس وقت انکے ساتھہ امام طحاوی نظر نہیں آتے ، اگرچہ تھوڑے دنوں کے بعد محمد بن سلیمان کاتب جب بغداد واپس ھونے لگا ، تو مصر کے بہت سے ارباب فضل و جاہ کو جہاں وہ اپنے ساتھہ عراق واپس لے گیا ، ان میں محمد بن عبدہ بھي تھے ، اور اسي لئے عراق ھي میں انکي وفات ھوئي ،

البتہ محمد بن سلیمان الکاتب نے مصر سے روانہ ہوتے ہوئے ، جہان یہہ کیا کہ ابن

طولون کي نسل کے ایک ایک آدمي طولونیون کے عہد کے امرا اور فوجي سپاہ سالارون

کو چن چن کر اس نے مصر سے باہر کیا جیساکہ الکندی نے لکھا ھے ، اور بڑے دردناک لہجہ

مین لکھا ھے کہ

ثم اخرج ولد احمد بن طولون و کانوا عشرون انسانا ۰۰۰ و اخرج منها قواد بني طولون و موالیهم وقتا بعد وقت فلم یبق بمصر منهم احد یذکر فخلت منهم الدیار و عفت منهم الاقار و تعطلت منهم المنازل و حل الذل بعد العز و التطرید و التشرید بعد احتماع الشمل و نضره الملك ومساعدة الایام ص ۲۳۸

مصر کی انقلابي تاریخ کا یہہ نادرہٴ روزگار واقعہ ھے احمد بن محمد الجیشي نے اس سلسلہ

مین جو قصیدہ لکھا تھا اسکا ایک شعر ھے ،

فاصبحوا لاتری الامساکنهم ،، ،، کانها من زماق غابر ذ هبا

آج بھي صدیون کے بعد طولوني آثار مصر مین بکثرت موجود ھین ، جامع ابن طولون تو

تاریخي عمارت ھے ،

خیر محمد بن سلیمان نے اسي سلسلہ مین چلتے ہوئے یہان کا قاضي علي بن الحسین

بن حرب کو مقرر کیا ، عام طور پر لوگ انکو قاضي حربویہ کہتے تھے ، ان کا بھي شمار عجائب

القضاۃ مین تھا ، مصر کے مشہور محدث مورخ ابن یونس نے سچ لکھا ھے

کان شیئا عجیبا مارئینا قبله ولا بعده مثله

علم و فضل مین جتنے غیر معمولي تھے اس سے زیادہ عادات و اطور مین غرابت تھي ، مصر

مین رہے ، نیل کے پل پر سے گذرے ، لیکن صرف پاني کي آواز سني پاني نہین دیکھا ،

کہاتے ہاتہہ دھوتے وضو کرتے انکو کسي نے نہین دیکھا

حالانکہ شافعي المذھب تھے ، امام شافعي کے بغدادی شاگرد ابو ثور کي فقہ کے ابتدا

مین پابند تھے ، اور اسکے مطابق فیصلہ کرتے تھے ، لیکن بعد کو خود اجتہاد کرنے لگے ،

یه هي قاضي علي بن الحسین هین ، جن سے اور امام طحاوی سے تقلید کے متعلق "لا یتقلد الاعصبي اوغبي" کا فقرہ مشہور ہوا ، اور اِس سے معلوم ہوتا ہے ، کہ امام طحاوی اور قاضي علي بن الحسین مین اچھے مراسم تھے ، لیکن باوجود اسکے امام طحاوی نے ان کے زمانہ مین کوئي نوکری نہین کي ، ہان | ابن خلکان نے ایک واقعہ کا ذکر طحاوی کے ترجمہ مین کیا ھے' لیکن وہ ملازمت نہین بلکہ اور چیز ھے ، ابن خلکان نے تومختصر لکھا ھے ، میرے نزدیك تفصیل اسکي یہہ ھے کہ معاشي فراغبالي کا جب قاضي محمد بن عبدہ کے زمانہ مین خدا نے انکے نظم کردیا ، اور حکومتي کاروبار سے یہہ الگ تھلك ہوگیے ، تو بالکلیہ تصنیف و تالیف ، درس و تدریس مین یہہ مستغرق ہوگیے ، ابتك مصر پر انکي علمي حالت جیسي کہ چاہئے نہین کھلي تھي ، اورحکومت کے تعلقات نے اس پر پردہ ڈال رکھا تھا ، اب جب ان کو آزادی میسر آئي ، تو بہت جلد ملك کے ہر طبقہ مین انکي علمي عظمت قایم ہوگئي ، ظاہر ھے کہ ایسي شخصیتون کا محسود ہوجانا ایك قدرتي بات ھے ، اس وقت تو یہہ آزاد تھے ، لیکن اسي زمانہ مین جب قاضي محمد بن عبدہ کے عہد مین حکومت کي ملازمت کا داغ علم و فضل کے دامن پر لگا ہوا تھا ، اور ان کي ہر خوبي "سرکاری ملازم" کے لفظ کے نیچے دبي ہوئي تھي ، ایك حاسد قاضي محمد بن عبدہ کے اجلاس مین اپنے اس کمینہ جذبہ کو دبا نہ سکا ، ذہبي نے لکھا ھے کہ طحاوی قاضي محمد بن عبدہ کے اجلاس مین بیٹھے تھے کہ "رجل معتبر" قاضي کے اجلاس مین آئے ، اورمعلوم نہین کس غرض سے یہہ سوال کیا

ایش روی ابوعبیدہ بن عبد اللہ عن امہ عن ابیہ ؟

یہہ فن حدیث کا ایك علمي سوال تھا ، طحاوی یون ہي قضائي سوالات کے جوابات قاضي کے طرف سے دیا کرتے تھے ، یہہ تو علمي سوال تھا ، برجستہ امام طحاوی کہنے لگے

حدثنا بکار بن قطیبہ انا احمد نا سفیان عن عبد الاعلی
الثعلبي عن ابي عبیدۃ عن امہ عن ابیہ ان رسول اللہ
صلي اللہ علیہ وسلم ان اللہ لیغار للمومن فلیغر
وحدثنا بہ ابراھیم بن داؤد قال نا سفیان بن وکیع عن ابیہ عن سفیان موقوفا

"رجل معتبر" امام طحاوی کی اس حاضر جوابی پر دنگ ہوگیا اور گھبرا کر

تدری ما تقول ، تدری ماتتکلم به

امام طحاوی کو اس سوال پر ذرا غصہ آگیا اور فرمانے لگے کہ ماالخبر (آخر کیا کہنا چاہتے ہو)

"رجل معتبر" سے بد بایانہ جاسکا ، اور اپنے جذبہ کا اظہار ان لفظوں مین کرنے لگا ،

تأتیک العشیة مع الفقهاء فی میدانهم وانت

الان فی میدان اهل الحدیث وقلما یجمع ذالك

مطلب یہہ تھا کہ میاں تم تو "فقہہ" کے میدان کے آدمی ہو ، یہہ دھڑا دھڑ حدثنا

اور اخبرنا جو تم نے شروع کردیا سمجھہ کے بھی کہہ رہے ہو، یا بے پر کی اڑا رہے ہو،

عموماً فقہہ وحدیث دونوں علوم کے کمالات ایک آدمی مین جمع نہین ہوتے ،

ظاہر ہے کہ ایک عالم کو بھرے مجمع مین "تدری ما تقول تدری بما تتکلم به" (جو کچھہ

کہہ رہے ہو سمجھتے بھی ہو ، جو بول رہے ہو ، اسے جان بھی رہے ہو،) بڑا تلخ وتیز

جملہ تھا ، مگر طحاوی سب کے جواب مین صرف یہہ فرماکر خاموش ہوگئے

هذا من فضل الله وانعامه (تذکرة الحفاظ)

خلاصہ یہہ ہے "کہ ملازمت کا داغ جس زمانہ مین لوگون کی تسلی کرتا تھا اس وقت تو یارون

یہہ حال تھا ، جب سے الگ ہوکر علم ہی پر وہ ٹوٹ پڑے ، اور اس کے نتائج ونمر

جو ظاہر ہونے لگے ، تو اس نے دلون کے حاسدانہ جذبات مین اور تیزی پیدا کردی ، اور

لوگ ان کا کیا بگاڑ سکتے تھے ، ایک موقعہ حریفون کو مل گیا ، قاضی العمری جو جبل کی

دیوار پھاند کر بھاگے تھے "اور کچھہ ذکر پہلے بھی آچکا ہے ، انھی نے ایک نئے دستور کی

بنیاد مصر مین ڈال دی تھی ، یعنی شہر کے ممتاز اور برگذیدہ ، تقوی و طہارت،

علم وفضل والون کی ایک فہرست تیار کرائی تھی ، غالباً ہر ہر محلہ سے ایسے لوگون کا

انتخاب ہوا تھا ، مقصد اسکا یہہ تھا کہ مختلف مقدمات مین ضرورت اسکی ہوتی ہے کہ

مدعی مدعی علیہ اور مقدمہ کے گواہون کے حالات کسی معتبر آدمی سے دریافت کیے جائین،

نیز اور بھی دوسری ضرورتون مین شناخت کنندگون کی حاجت پڑتی تھی ، یاکسی معاملہ کی

تحقیق کے لئیے جہان خود قاضی نہ جاسکے ، وہان ان معتبر آدمیون کو بھیج دیاجاتاتھا،

تاکہ واقعہ کی صحیح حالت دریافت کرکے محکمہ مین رپورٹ کرین ، اور ان لوگون کا نام

" الشہود " رکھا گیا ، العمری کے ترجمہ مین السیوطی نے لکھا ھے

• ھو اول من دون الشہود (حسن المحاضرہ ص ۸۹)

ابتداء مین تو شاید یھہ چندان اھمیت کی چیز نہ سمجھی گئی ، لیکن جب ان لوگون کے

بیانات پر ہزارون اور لاکھون کے مقدمات کا فیصلہ ہونے لگا، اور ھر ھر بات مین " الشہود "

سے مشورہ محکمہ عدالت لینے لگا ، تو پھر بتدریج ان کی اھمیت ملک مین بڑھنے لگی ، تااینکہ

ایک وقت وہ بھی مصر مین آگیا ، کہ جس کا نام " دیوان الشہود " مین نہ ہوتا ، وہ لوگون

کی نگاھون مین بے وقعت ھوجاتاتھا ، گویا اسکے معنے یھہ ھوتے تھے ، کہ اپنے محلہ مین بھی

اس کو علمی اور دینی امتیاز حاصل نہین ھے ، گویا وہ بیچارہ تھرڈ کلاس کاآدمی شمار

ھوتاتھا ،

امام طحاوی کا جب علمی دور دورہ شروع ھوا، توجیساکہ مین نے عرض کیا ، اب وہ

حکومت کے ملازم تو تھے نہین ، جوکسی سازش کے شکار ھوتے ، پس اتناموقعہ لوگون کے

لئیے رہ گیا کہ کسی طرح سے " دیوان الھشہود " سے اسکا نام نکلوادیا جائیے ، اور اسکی

صورت یھہ ھوتی تھی کہ کسی " مقدمہ " مین اظہار کا موقع جب آئیے ، تو سارے " الھشہود "

یا ان کی اکثریت اسپر اتفاق کرلیتے ، کہ یھہ شخص گواھی کے لائق نہین ھے ، امام بیچارے

کے ساتھ بھی یہ ھی ترکیب کی گئی ، ابن خلکان نے لکھا ھے کہ

کان الھشہود یتعسفون علیہ

اور اس " تعسف " اور ھٹ دھرمی " زیادتی " کی وجہ خود قاضی ابن خلکان باوجود یکہ

طحاوی سے کدورت بھی رکھتے تھے ، خود ھی یھہ فرماتے ھین کہ

لئلا تجتمع لہ ریاسۃ العلم و قبول الشہادۃ ص ۱۹

مطلب یہہ تھا کہ جنھین علم و فضل کي راہ سے اونچا ھونے کا موقعہ نہین ملتا تھا تو
تسبیح ومصلي ، درازی ریش وغیرہ کي آڑ مین نہین جوکچھہ نہین تو " الشہود " کي فہرست مین
نام هي درج کرالیتے تھے ، اور اسي کو اپنے لئے بڑا کمال سمجھتے تھے ، حالانکہ آج ان
" الشہود " کے صدفی صد کا بھي کسي کو صحیح علم نہین ھے ، اور چاھتے تھے کہ
ھماری اس " منقبت " مین کوئي مولوی ملا شریان نہ ھو ، امام طحاوی مین دونون باتین
جمع ھوگئي تھین ، تقوی بھی اورعلم بھي یہ ھي چیز ان لوگون کو ناگوار گذرتی تھي ،
چاھا کہ ایك رخ تو اسکا بگاڑ دو ، حکومت اورعام پبلك مین تو بے وقعت ھوجائیگا ، رھا علم
تو اپني کوٹھری مین ملا اپنے ھاتھہ مین قلم لئے گھسٹتا رھے ، یا معلم الصبیاني مین
دماغ چٹواتا رھے مگر ھمارے میدانون مین تو نہ آئے ،

ایسا معلوم ھوتا ھے ، کہ حریفون کي یہہ چال کامیاب ھوگئي ، اورامام طحاوی
جیسے " امام " کا ان عامیون نے " الشہود " کي فہرست سے نام نکلوا دیا ، بعض
مقدمات مین اکثریت نے انکي عدالت اور تقوی کو ناقابل اطمینان قرار دیدیا ، اوریہہ
حادثہ امام طحاوی کے ساتھہ اس وقت پیش آیا جب قاضي الحسین بن علي بن حرب کا
زمانہ تھا ، قاضي بیچارہ بھي مجبور تھا " الشہود " کي اکثریت جب ووٹ دیکر ایك عالم
کي بے عزتي پر اتر آئي تھي تو قانوناً وہ کیا کرسکتے تھے ، کیونکہ جہان تك میرا قیاس ھے ،
- الشہود
قاضي حربویہ سے اسکي توقع نہین کہ وہ دل سے امام طحاوی کا نام انھون نے " دیوان
سے نکالا ھو ،

اب ابن خلکان کا بیان ھے کہ اس عرصہ مین منصور فقیہ جو قاضي حربویہ کے بڑے
مداحون مین تھے ، ان سے اور حربویہ کے درمیان ایك قصہ پیش آیا ، جسمین امام طحاوی
کي طرف سے قاضي حربویہ کو کوئي مدد ملي ، اور انکي ھمدردی طحاوی سے بڑھ گئي ،
آخر امام طحاوی سے قاضي حربویہ کے دل مین حنفي ھونے بلکہ شافعی مذھب
ترك کرکے حنفي مسلك اختیار کرلینے کي وجہ سے لاکھہ خلش اورکدورت ھو ، لیکن انکے

علم و فضل ، تقوی و دیانت کا وہ محض ان فروعي اختلافون کی وجهه سے جهان تك میراخیال هے ، انکار نهین کرسکتے تهے ، خصوصاً جب همین یه بهی معلوم هے ، که قاضی حربویه کا مصر پهونچکر " شافعیت " مین جو تصلب اور تقشف تها ، بهت کچهه کم هوگیا تها ، اس ضرب المثلي فقره " انما یتقلد عصبي اوغبي " کے سوا جس سے معلوم هوتا هے که وہ اس قسم کے معاملات مین " عصبیت " کونا پسند کرتے اورغباوت کي دلیل سمجهتے تهے ، یون بهي عامه مورخین لکهتے هین ، خصوصاً مصر کا معتبر ترین قدیم مورخ ابن زولاق نے صراحتاً لکهدیا هے که قاضي حربویه

بجمیع احکامه بمصر باختیاره وکان قبل یذهب
الي قول ابي ثور (ص ٥٣١)

یعني مصر آنے کے بعد گویا وہ شافعي المذهب باقي هي نهین رهے تهے ، مگر باوجود اسکے بهی " شواقع " کا انکو علماء کے سلسله مین شمار کرنا محل حیرت هے ،

خیر میراخیال هے ، که " الشهود " کي " اکثریت " هي سے وہ مجبور تهے ، اس لئے مصر مین جب ایك قصه پیش آیا انهون نے اس سے نفع اٹهایا ، قصه یه هے که مصر کے جس زمانه کا هم ذکر کررهے هین ، یهان کے حکومتي امرا مین ایك مشهور آدمي محمد بن علي الماذرائي بهي تها ، اسي امیر پر کسي معمولي عورت نے شفعه کا دعوی قاضي حربویه کے اجلاس مین دائر کردیا ، قاضي صاحب جیسے سخت آدمي تهے ، امیر هو یا غریب دونون انکي نگاهون مین برابر تهے ، انهون نے الماذرائي کے نام فوراً حاضر هونے کا سمن جاری کردیا ، لیکن امرا دوسرے قاضیون کے بگاڑے هوئے تهے ، اس نے

دافع ولم یحضر

یعني قاضي کے حکم کا مقابله کیا اور " حاضر نه هوا " مگر قاضي کي سخت مزاجي سے واقف تها ، ترکیب یهه کي فوراً حج کا اعلان کرکے حجاز روانه هوگیا ، مصر مین " الشهود " کا جو طبقه رهتا تها ، الماذرائي کا سفر حج ان لوگون کے لئے غنیمت تها ، ان کی بڑی تعداد

اسکے حشم اور بارگاہ کے ساتھہ حجاز روانہ ہوتی، الماذرائی نے تو خیال کیاکہ معمولی عورت کا قصہ ہے، اس عرصہ مین رفع دفع ہوگیا ہوگا، حج سے فارغ ہونے کے بعد مصر واپس آگیا، لیکن ارباب "تسبیح ومصلی" کو اپنے دینی وقار مین وزن پیدا کرنیکا یہہ اچھا موقعہ تھا، کہ کچھہ دن کعبہ اور حرم مین اعتکاف کرکے اور عمرہ وغیرہ کی تعداد مین اضافہ کرکے مصر واپس ہون، اسی لئیے جیساکہ ابن خلکان نے لکھا ہے،

وکان جماعته من الشهود قد جاوروا بمكة في هذا السنة (ص۱۹ جلد ۱)

گویا مصر،، دیوان الشہود" والون کی بڑی تعداد سے اس زمانہ مین خالی ہوگیا تھا، اب قاضی صاحب نے بغیر کسی جدید تاثر کے، یا جیساکہ ابن خلکان نے لکھا ہے ایک واقعہ سے متاثر ہوکر اس موقعہ سے امام طحاوی کی صفائی کے لئیے فائدہ اٹھاناچاہا، انہون نے اس سلسلہ مین کیاصورت اختیار کی اسکا ذکر تو بعد کو آئیگا،

ہم پہلے چاہتے ہین کہ قاضی حربویہ کے متعلق جو یہہ کہاجاتاہے، کہ کسی جدید واقعہ سے متاثر ہونے کے بعد انہون نے "الشہود" کی غیبوبیت سے نفع اٹھایا، اسپر پہلے بحث کرلین،

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ امام طحاوی سے قاضی حربویہ کو جو نئی ہمدردی پیدا ہوئی، اسکی طرف اشارہ کرتے ہوئے گول مول الفاظ مین یہہ لکھا ہے،

عقيب القضية اللتي جرت لمنصور الفقيه بابي عبيد

مین چاہتاہون، قاضی حربویہ اور "منصور فقیہ" کے جس قصہ کی طرف انہون اشارہ کیا ہے پہلے اسکی تفصیل بیش کرون پھر بتاؤن گا، کہ اس واقعہ مین طحاوی پر چُھپے چُھپے طریقہ سے شافعیون کے دائرہ مین جو سرگوشیان ہوتی رہی ہین، انکی حقیقت کیا ہے' آخر مین یہہ بھی بتاون گا کہ بالفرض قاضی حربویہ کے دل مین امام طحاوی کی ہمدردی کسی جدید واقعہ کا بھی نتیجہ اگر قرار دیاجائیے، تو بجائیے قصہ منصور فقیہ کے قاضی حربویہ اور طحاوی کے درمیان جو ایک اور واقعہ پیش آیا ہے، اگر اسکو اس جدید ہمدردی کی گونہ

علت ٹھرائي جائے ، تو زیادہ مناسب ہے بہرحال منصور فقیہ اور حربویہ کے درمیان والے قصہ کا ذکر ابن خلکان نے اپنی کتاب مین دوسری جگہ کیا ہے ، اسکا خلاصہ یہہ ہے ، کہ قاضي حربویہ کے منجملہ اورعجیب معمولات کے ایک دوامي معمول یہہ تھا ، کہ جمعہ کے سوا ہفتہ کي کل راتون کو انہون نے مصر کہ مختلف علماء و فضلاء کي صحبت اور علمي بحث و تحمیص کے لئے مختص کررکھا تھا ، جسکی ایک باضابطہ فہرست بني ہوئي تھي ، ایک رات امام شافعي کے شاگرد ربیع جیزی کے لئے ، دوسری عفان بن سلیمان ، تیسری السجستاني چوتھي منصور فقیہ ، پانچوین امام ابوجعفر طحاوی ، اور یون ہي ایک رات کسي اور عالم کے لئے ، جمعہ کي رات صرف اس سے مستثنے تھي

فانہ کان یخلو بنفسہ فیہا (ابن خلکان ص ١٢٦ ج ١)

اتفاق سے منصور فقیہ والي رات مین جہان اور مسائل کا ذکر ہورہا تھا اس مسئلہ کا ذکر بھي آیا کہ حاملہ عورت کو اگر طلاق دیجائے ، تو عدت کے ایام مین طلاق دینے والے شوہر پر اسکا نان و نفقہ واجب ہے ، قاضي حربویہ نے اسي سلسلہ مین یہہ بھي کہا کہ

زعم قوم ان لا نفقۃ لہا في الثلاث و ان نفقتہا في
الطلاق غیر الثلاث

یہہ دراصل امام شافعي کے مشہور اختلافي نقطہ نظر پر تعریض تھي ، ان کا مسلک تھا ، کہ نفقہ صرف اس عورت کو ملیگا ، جسے رجعي طلاق دی گئی ہو ، باقي تین طلاق جس سے عورت پھر رجعت کے قابل بجز حلالہ کے اور جدید نکاح کے نہین رہتي چونکہ اس کا تعلق شوہر سے بالکلیہ منقطع ہوجاتا ہے ,, المبتوتۃ '' ہوجاتي ہے ، اسلئے اب کس بات کا نفقہ جب وہ بی بی ہي نہین رہي ، لیکن اس مسئلہ مین امام شافعي نے صحابہ خصوصاً حضرت عمر کے فتوی کو اس لئے رد کردیا تھا کہ وہ ایک مشہور صحیح حدیث فاطمہ بنت قیس کے خلاف تھا ، یہہ عورت ابوعمر بن حفص کی بیوی تھي ، لیکن زبان بہت تیز تھي ، ان کے شوہر نے تنگ آکر انکو طلاق بائن دیدی تھي ، ان کا قصہ آنحضرت کي خدمت مین پیش ہوا ، توفاطمہ بنت قیس کا بیان ہے ، کہ آپ نے فرمایا ,, لیس لک نفقہ ,, اب تیرا نفقہ تیرے شوہر پر واجب نہ رہا ،

عدت گذرنے کے بعد جند آدمیون نے نسبت بھیجي ، جن مین ابو معاویه صاحب بھي تھے،

آنحضرت سے فاطمه نے اس باب مین مشوره کیا، آپ نے اس زمانه مین حضرت معاویه جو بعد

کو شام کے امیر بلکه بادشاه هوئے بهه کها تها که

صعلوك لا مال لـه ؎

اورحکم دیا که " انکحي اسامة " (یعني اسامة بن زید) سے نکاح کرلو ، خیر یهه قصه تو

طویل هے ، حضرت عمر کے عهد مین اس مسئله نے بڑی اهمیت حاصل کرلي ، ایك طرف

قرآن کي آیت (مطلقه) عورتون کے متعلق اطلاقي شکل مین موجود تهي ،

ولا یخرجوهن من بیوتکن ولا یخرجن الا
ان یاتین بفاحشة مبینه (الطلاق) ؎

نیز هر قسم کي عورتون یعني آئسات، نابالغات، حاملات سب کي عدت کا ذکر فرمانے کے

بعد قرآن کا حکم هے که

اسکنوا هن من حیث سکنتم من وجدکم ولا
تضاروهن لیتضیقوا علیهن (الطلاق) ؎

جس سے عام طور پر یه هي سمجها جاتا هے که مطلقه خواه به طلاق رجعي هو یا مغلظة وبائن

سب هي کے لئے یهه قانون عام هے ، اس پر عمل درآمد یهه هي تها که اتنے مین فاطمه بنت

قیس نے اپنا قصه بیان کرکے اور آنحضرت کي طرف " لیس لك نفقـه " کے فتوی کو منسوب کرکے

ایك هنگامه برپا کردیا ، فاطمـه کو اپنے فتوی اور اپني یاد اور سمجهه پر اصرار تها ، لیکن

صحابه قرآن سے مجبور تهے ، بخاری مین هے که حضرت عائشه نے فاطمه کو بلا کر فرمایا

الا تتقي الله — بالاخر حضرت عمر نے اعلان فرمادیا که

لانترك کتاب ربنا ولا سنة نبینا لقول امراة لاندری
احفظت ام نسیت لها السکنی والنفقه" ؎

اور اس پر صحابه کا تقریبا اجماع قایم هوگیا، اگرچه فاطمه کي روایت کي بنیاد پر بیچ بیچ مین

کبهي کبهي یهه قصه پهر اٹهه کهڑا هوتا، مروان کے زمانه مین بهي اسکا جهگڑا اٹها ، اسنے بهي

لم نسمع هذا الحديث الا من امراة سناخذ
بالعصمة اللتي وجدنا الناس عليها

مگر جب امام شافعي محدثين اور حديث كي قيادت كا جهنڈا ليكر اٹهے، تو اس فتنه نے پهر سر اٹهايا، ايك طرف قرآن تها، صحابهؓ كا تقريبي اجماع تها، حكومت كا فيصله تها، ليكن امام شافعي نے تو طے كرليا تها كه حديث اگر سند كے رو سے صحيح ثابت هوجائيگي، اس پر عمل ترك نه كيا جائيگا، خواه اسكے مقابله مين "كائنا من كان" كوئي هو، گويا حضرت عمر كي طرف بهي يهه اشاره تها، نتيجه يهه هوا كه لوگون مين امام شافعي كي طرف سے جو بدگمانيان اور دوسرے مسائل كي جانب سے تهي، ان مين ايك بڑا مسئله يهه بهي تها، انكو اصرار تها كه حديث صحيح سے جب ثابت هے كه مطلقه ثلاثه كو نفقه نهين هے تو اسكو هم كيسے چهوڑ سكتے هين، قرآن كي آيتون كے اطلاق كے دائره كو اسي فاطمه كي روايت سے وه محض رجعي طلاق والي عورتون تك محدود كرتے تهے اور بعض قرآني آيات سے اپني تائيد بهي پيش كرتے تهے، جسكا اپنے محل مين ذكر موجود هے،

اس مسئله نے درميان مين كيسي كيسي صورتين اختيار كي هين، اس كا اندازه اس سے هوسكتا هے كه حديث كے مشهور امام شعبي كوفه كي مسجد مين اسي فاطمه كي روايت كو بيان كررهے تهے، عبدالله بن مسعود كے خليفه اور شاگرد اسود بهي موجود تهے، شعبي كے رجحان كو فاطمه كي روايت كي طرف پاكر بيان كيا جاتا هے كه اسود بے اختيار هوگئے اور

فاخذ الاسود كفا من حصي يحصبه به الشعبي

بعضون كا يهه بهي خيال تها كه قرآن كي آيت "الا ان ياتين بفاحشة مبينه" سے عملي بدكاري هي مقصود نهين هے بلكه اگر كسي كي زبان مين فحش گوئي كي عادت هو تو وه بهي اس مين داخل هوسكتي هے، اور فاطمه بن قيس چونكه زبان كي سخت تهين، اور يهه قاعده هے كه ايسي عورتين بے هوشي مين سب كچهه كهنے لگتي هين، اسلئے آنحضرت نے خصوصي طور پر زجراً ان كو "لانفقه لك" كا حكم ديا تها، سعيد بن المسيب مشهور

تابعي نے ایك موقعه پر بھي فرمایا

تلك امراة فتنت الناس كانت لَسِنَةً ؎

خود حضرت عایشه كا بھي یهه هي خیال تھا انھون نے فاطمه كو ایك دن خطاب كركے فرمایا

انما اخرجك هذا اللسان یعني انھا استطالت ؎
علي احمائھا و كثر الشر بینهم ؎

ظاهر هے كه اس بنیاد پر قرآن كي آیت اور روایت مین تطبیق پیدا هوجاتي هے، یعني فاحشه كي صورت مین طلاق دینے والے شوهر كو حق هے كه نفقه سے اسكو محروم كردے

خلاصه یهه هے كه باوجود ان تمام باتون كے جو (معتبر سند) سے حدیث بیان كي جاتي هے، اس پر حضرت شافعي كو اتنا اصرار هوا، كه انھون نے فاطمه هي كے بیان پر بھروسه كركے یه هي مذهب اختیار كیا، قاضي حربویه جیسا كه گذر چكا تلمذاً بھي شافعي المكتب تھے نیز مدت تك وه مسلكاً و افتاءً بھي شافعي اسكول كي شاخ ابو ثور كي پیروی كرتے تھے، لیكن مصر پھونچ كر ان كے خیالات مین تبدیلي هوگئي تھي، غالباً یهه قاضي بكار كے پیدا كئے هوئے ماحول اور ان كے بنائے هوئے عالم امام طحاوی كي صحبتون كا نتیجه تھا، قاضي حربویه نے جب اس مذكوره بالا فقره كا اضافه كیا، تو گو امام شافعي كا یهه مسلك نه تھا كیونكه تین طلاق والي حامله عورت كے باب مین وه بھي اسي كے قایل هین كه اسكو نفقه دلایا جائے، اور اسلئے یهه امام شافعي پر طعن بھي نه تھا، لیكن منصور فقیه جو ایك نابینا سخت كٹر شافعي عالم تھا، انھون نے خدا جانے كیا سمجھا اور حربویه كے جواب مین كھا

هذا لیس من اهل القبلة ؎

یعني جو تین طلاق والي حامله كو نفقه نھین دلاتا وه تو اهل قبله سے نھین هے یعني وه مسلمان نھین هے، منصور اور حربویه مین یهه گفتگو اسي نقطه پر ختم هوگئي، منصور گھر چلے گئے، دوسرے دن امام طحاوی سے كھین ملاقات هوئي اور قاضي حربویه اور اپني گفتگو كا ان سے تذكره كیا، امام ابوجعفر اپني باری والي رات مین قاضي كے پاس آئے، تو انھون نے

دریافت کیا کہ آپ نے یہہ بیان فرمایا ہے کہ علماء مین بعض لوگ اسکے بھی قائل ہین کہ تین طلاق والی عورت اگر حاملہ بھی ہو جب بھی اسکو نفقہ نہ ملیگا ،

چونکہ یہہ واقعہ مین کسی کا مذہب نہ تہا ، قاضی صاحب نے کہا کہ یہہ بات کس نے میری طرف منسوب کی ہے ، امام طحاوی نے منصور فقیہہ جن سے سناتہا نام لے دیا ، اب خدا ہی جانتا ہے کہ منصور کو غلط فہمی ہوئی تھی یا کیا ہوا تہا ، قاضی حربویہ نے شدت سے اس کا انکار کیا ، جو کسی کا مذہب ہی نہین ہے مین خوامخواہ کیون کہونگا کہ کسی کا مذہب ہے ، اور فرمایا کہ مین منصور سے اس کے منہہ پر پوچھکر اسکو جھٹلاؤنگا ،

دوسرے دن قاضی حربویۃ شہر کے اہل علم کو جمع کیا ، جب سارا مجمع اکھٹا ہوگیا ، تب انتظار ہونے لگا ، کہ آخر قاضی نے لوگون کو کیون جمع کیا ہے قبل اسکے کہ کوئی کچھہ پوچھے ، قاضی حربویہ نے خود پیشقدمی کی اور بغیر کسی تمہید وغیرہ کے غصہ مین " منصور " فقیہہ کے نام اور ان کی نابینائی کی طرف تعریض کرتے ہوئے بولنے لگے

مااريد ان احدا يدخل على ما اريد منصورا ٥
ولا نصارا ولا منتصرا ٥

یہہ تو ان کے نام کی طرف ایما تہا ، نابینائی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولے اور اب کہلے

قوم عميت قلوبهم كما عميت ابصارهم ٥
يحكون اعنامالم نقله ٥

منصور کو پہلے سے اس واقعہ کی خبر نہ تھی کہ طحاوی اور قاضی مین میرے متعلق یہہ باتین ہوئی ہین ، اپنے نام اور اپنی صفت کی طرف اشارہ پاتے ہوئے سمجھہ گئے ، کہ وہی رات والی بات ہے ، وہ بھی غصہ مین بھر گئے اور صرف اتنا کہہ کر

قد علم الله الكاذب ٥

و " نہض " یعنی فوراً مجلس سے اٹھہ گئے ، مجمع پر سناٹا طاری تہا ہر شخص اپنی جگہ بیٹھا خاموش تہا ، قاضی حربویہ کے جبروت وجلال کا لوگون پر اتنا اثر تہا ، کہ بیچارے نابینا آدمی کو دروازہ تک پہونچانے کے لئے بہی کوئی نہ اٹھا ، اور ابن خلکان کا بیان ہے کہ

فلم یا خذ احد بیده ؏

ابو بکر بن الحداد جو مصر مین اپنے وقت کے بڑے زبردست شافعي عالم گذرے هين ، اور

کچھه دن کے لئے مصر کے قاضي بھي بعد کو رهے هين ، ان سے نه رها گیا

فانه اخذ بیده وخرج معه حتي رکب (ابن خلکان ص ج ۲ ۱۲٦ ؏

عجیب بات هے ، که ان هي ابوبکر بن الحداد کا بیان هے که جس زمانه مین قاضي حربویه شروع

شروع مصر مین آئے تھے ، اور مین اس وقت جوان تھا ، بشر بن نصر الفقیه کے حلقه مین

بیٹھا تھا که یه هي نا بینا شافعي عالم منصور فقیه بھي قاضي حربویه سے مل کر اس مجمع

مین پہنچے ، مین نے ان سے پوچھا که کہئے نئے قاضي صاحب کو آپ نے کیسا پایا ؟

اس وقت ان هي نے قاضي حربویه کے متعلق کہا تھا

یا ابابکر رایت رجلا عالما بالقران والحدیث ؏
والفقه و الاختلاف و وجوه المناظره عالما باللغت ؏
و العربیة عاقلا ورعا متمکنا ؏

مدح کے ان غیر معمولي الفاظ کو سنکر ابن حداد نے کہا

هذا یحي بن اکثم ؏

یعني پھر تو یهه قاضي یحي بن اکثم هین ، یحي بن اکثم کي هستي اسلامي تاریخ قضاة

مین خاص اهمیت رکھتي هے ، اسي کي طرف اشاره تھا ، منصور فقیه نے جواب مین کہا

قلت الذی عندی فیه ؏ بھائي میرے خیال مین وه جیسے هین اسکا مین نے اظهار کیا ،

مگر ایک معمولي بات کے سلسله مین دونون (یعني حربویه اور منصور فقیه) مین ایسي

کشیدگي پیدا هوئي که پھر بجائے گھٹنے کے قصه بڑھتا هي چلا گیا ، یہان تک اشخاص سے

بڑھکر اس کشمکش نے جماعتون کو تیار کرنا شروع کیا ، منصور فقیه کا مصری فوج اور فوجي

افسرون پر خاصا اثر تھا ، ابن خلکان کا بیان هے که منصور فقیه کي طرفداری مین

تعصب الامیر ذکا وجماعة من الجند وغیرهم ؏

پھر اس طرح شهر کے ارباب وجوه و مناصب مین جو لوگ حربویه کے عقیدت مندون مین تھے

انہون نے قاضی کا پارٹ لینا شروع کیا ، اورچند دنون تک اس فتنہ نے بعض مواقع پر نہایت نازک صورتین اختیار کرلین ، واللہ اعلم جھوٹی شہادت تھی ، یا سچی ، منصور فقیہ کے خلاف امام شافعی کے تلامذہ راشدین مین سے محمد بن الربیع الجیزی بھی تھے ، یہہ ربیع المؤذن کے سوا ہین ، ان کا بھی مصر مین اچھا خاصا علمی وقار تھا ، کہاجاتاہے کہ قاضی حربویہ کے اجلاس مین

شہد علی منصور بکلام سمعہ منہ ﴿

مجھے معلوم نہ ہوسکا کہ کیا بات ہوئی اتنا ابن خلکان نے اشارہ کیا ہے کہ

یقال ان منصور حکاہ عن النظام ﴿

غالباً "النظام" مشہور معتزلی مراد ہے ، غالباً کوئی عقیدہ وغیرہ کی بات تھی ، اتنیاہم تھی کہ قاضی حربویہ نے کہا

ان شہد علی منصور آخر مثل ما شہد بہ علیہ ﴿
محمد بن الربیع ضربت عنقہ ﴿

وہ توخیر گذری کہ کوئی دوسرا گواہ مل نہ سکا ، مگر پھر بھی جیسا کہ ابن خلکان کا بیان ہےکہ

فخاف علی نفسہ ومات فی جمادی الاولی من السنۃ المذکورۃ ﴿

یعنی مارے دہشت کے بیچارے نابینافقیہ کا دم نکل گیا ، ادھر منصور پر تو یہہ گذری ، اور ادھر قاضی حربویہ بھی کچھہ مطئن نہ تھے ، فوج مین ایک بڑی تعداد خصوصاً منصور کی وجہ سے اوریہہ باور کرکے کہ قاضی کی دھمکیون نے ان کا ہارٹ فیل کرادیا ، باوجود کہ اعیان شہر کے جنازہ مین قاضی شہر کی شرکت گویا ضروری خیال کی جاتی تھی لیکن

خاف ابو عبید ان یصلی علیہ لاجل الجند اللذین تعصبوا ﴿
لمنصور فتاخر عن جنازتہ لہذا السبب ﴿

منصور کا جنازہ قاضی جی کے علی الرغم فوجیون نے بڑے دھوم دھام سے نکالا ، خود امیرنہ کا اورحکومت عباسیہ کا مصر مین جومالگذاری اور خراج کا وزیر تھا ، یعنی ابن بسطام یہ سب جنازہ مین ساتھہ ساتھہ تھے ، کہاجاتاہے کہ ان دونون کی وجہ ہے شہر کے لوگون اور فوجیون مین سے

اوعب الناس ولم يتخلف احد ؎

ابن خلکان نے یہہ بھی لکھا ھے کہ منصور فقیہ جو اپنے زمانہ کے بڑے شاعر بھی تھے

مرنے سے کچھہ دیر پہلے اپنے یہہ اشعار پڑھ رہے تھے

قضت نحبتي فسر قوم — حمقي بهم غفلة ونوم

كان يومي علي حتم — وليس للشامتين لوم

یہہ بھی ان ھی کا بیان ھے کہ قاضي حربویہ تک یہہ اشعار جب پہونچائے گئے تو

اطرق ابو عبيد ساعة ثم قال

تموت قبلي ولو بيوم — ونحن يوم النشور توم

فقد فرحنا وقد شمتنا — وليس للشامتين لوم

الغرض یہہ سارا جھگڑا جیسا کہ ابن خلکان کا بیان ھے ، سب امام طحاوی کي وجہ سے

کھڑا ھوا ، اگر منصور فقیہ کي بات کا ذکر حربویہ سے نہ کرتے تو دو دوستون کي کشیدگي اس

حد کو نہ پہونچتي ، لیکن میری سمجھہ مین نہین آتا کہ اس مین امام طحاوی بیچارے کا

کیا قصور ھے ، کوئي دنیا کي بات ھوتي تو کہاجاتا ، کہ امام نے گویا نمامي (لگانے بجھانے) کا

کام کیا ، ایک علمي مسئلہ تھا ، منصور نے اسکو قاضي حربویہ کي طرف منسوب کیا کہ وہ ایسا

کہتے تھے ، امام طحاوی نے بھی اگر قاضي حربویہ سے براہ راست اس عجیب مذھب " یعني

حاملہ مطلقہ ثلاثۃ کو بھي نفقہ نہین ملیگا "کي تصدیق پوچھي ھوگي ، دریافت کیا ھوگا کہ

جناب نے یہہ فرمایا ھے کہ یہہ علماء مین سے کسي کا مذھب ھے ، گویا بالکل ایک علمي

تحقیق تھي ، اب یہہ قاضي حربویہ جانے کہ انھون نے کہنے کے بعد انکار کردیا یا منصور فقیہ

اسکے ذمہ دار ھین کہ انھون نے قاضي کي طرف اسکو غلط منسوب کردیا ، خدا ھی جانتا ھے کہ

اصل واقعہ کیا تھا ، مگر بہرحال طحاوی کو اس فتنہ کا ذمہ دار ٹھیرانا خود فتنہ پردازی ھے

ابن خلکان کا بیان ھے کہ

عدله ابو عبيد علي بن الحسين بن حرب القاضي ؎

غيب القضية التي جرت لمنصور الفقيه مع ابي عبيد ؎

ص ١٩ ج ١

گویا ادھر ایسا ھےکہ امام طحاوی نے اس هیزم کشي کے ذریعه سے اپنا رسوخ قاضي حربویه کے دل مین پیدا کیا، اور باوجود حنفي المسلک ھونے کے ان شافعي التلمذ والمکتب قاضي کے دوست بن گئے ، اور بیچارے منصور فقیه شافعي کو ان کي نگاهون سے گرادیا ،

بالغرض اگر قاضي حربویه ابوعبید نے الطحاوی کي تعدیل اسي واقعه کے بعد یا اس واقعه سے متاثر ھوکر کرائي ، جب بھي الطحاوی پر یهه الزام قطعاً بے بنیاد ھے ، کہ انکا اراده منصور کو قاضي کي نگاه سے اتروانا تھا ، امام طحاوی کو یهه کیا معلوم تھا کہ منصور فقیه جوبات ان کي طرف منسوب کررھے هین اس کے انتساب کا قاضي حربویه انکار کرینگے، اگر وه انکار نه کرتے اورکه دیتے هان مین نے کهاتها، تو پھر فتنه کاھےکو کھڑا ھوتا، اسلئے میرے خیال مین اس واقعه کي ذمه داری ان هی دونون شافعیون (منصور اور قاضي حربویه) پر ھے ، طحاوی کا دامن بالکل پاک ھے۔

ماسوا اسکے قاضي حربویه اور امام طحاوی کے تعلقات مین گوارائي میرے خیال مین به نسبت اس واقعه کے ایک اور واقعه سے پیدا ھوئي اور بڑھي ھو ، تو یهه زیاده قرین قیاس ھے ،

چونکه امام طحاوی پر اس واقعه کے ذریعه سے شوافع نے گو یهه ایک طرح کا الزام لگانا چاھا ھے ، اور اپنے ایک عالم کے خون کو ان هی کے گردن پر ڈالنا چاھتے هین ، اسلئے مین چاھتا ھون کہ یهان ایک دوسرے واقعه کا بھي ذکر کردون ، جو میرے نزدیک قاضي حربویه کي همدردی کا امام طحاوی کے ساتھه زیاده ترمناسب ھوسکتا ھے ،

حافظ ابن حجر اور دوسرے محدث مورخین کي کتابون مین یهه واقعه پایا جاتاھے ، مین ملحقات الکندی سے اسے نقل کرتاھون ، کہ ماذورائي محمد بن علي جس پر قاضي حربویه کے اجلاس مین ایک عورت نے شفعه کا مقدمه دائر کیا تھا، حج سے جب واپس ھوئے تو پھر قاضي حربویه نے اسپر یورش کی ، اور کوئي صاحب اسحاق بن ابراھیم رازی تھے انکو قاضي جي نے ماذورائي کے پاس یهه کہلاکر بھیجا کہ ،، فصل القضية او الحضور ،، یعني یا

عورت کا حق ادا کرو ورنہ اجلاس مین آکر جواب دھی کرو، اب یہان سے قصہ شروع ہوتا ھے امام طحاوی اور ماذورائي مین رواسم تھے ، اسنے ان سے مشورہ ایا، آپ نے فرمایا کہ جواب مین قاضي جی کو کہلا بھیجو ، کہ میرے دووکیل قاضي کے اجلاس پر حاضری دینے کے تیار ھین (یعني اظہار بالوکالت بھي ھوسکتا ھے)٭ یہہ ھي جواب دیاگیا، قاضي صاحب کو ضد تبي کہ ماذورائي کوخود اجلاس مین لانا چاھئے ، انھون نے کہلا بھیجا کہ الوکیل لا یحلف (وکیل قسم نہین کھا سکتا) یعني مجھے تم سے قسم کھلواني ھے اور شریعت کا مسئلہ ھے کہ وکیل سے قسم نہین لي جاتي ، یا عالمانہ پیترا تھا ، جو قاضي حربوبہ نے کیا ، مگر یہان بھي امام طحاوی جیسا مرد میدان موجود تھا، انھون نے ماذورائي سے کہا کہ کہلا بھیجو ، کہ آپ میرے پاس دو گواھون کو بھیجدیجئے ، مین ان کے پاس قسم کھا لونگا ٭ قانوني جواب اسکا ممکن نہ تھا، یہہ زبردستي کاجواب کہلا بھیجا،

لا سبیل الي ارسال الیشاھدین ؟

ماذورائي نے امام طحاوی کے اشارہ سے اسکے جواب من کہلایاکہ

ارسلت الي غیری بشاھدین ؟

قصہ یہہ تھا کہ اس سے پہلے زیادۃ اللہ بن اغلب مشہور افریقي انقلابي کے لئے قاضي حربوبہ گواہ بھیج چکے تھے ، جواب کیا دیتے کہلا بھیجا کہ "اس وقت کچھہ سیاسي مجبوریان اور مصالح تھے "اسکي تفصیل بھي بیان کي جو طویل داستان ھے ، آخر مین قاضي نے یہہ بھي اضافہ کیا کہ تم بھي زیادۃ اللہ بن اغلب کا رنگ اختیار کرتے ھو ، اورتم سے بھي ملک کو ، حکومت کو وھي اندیشے پیدا ھوجائین جو اس سے تھے ، تو اس وقت تمھارے پاس بھي دو گواھون کو بھیجون گا ، آدھر تو قاضي صاحب نے ماذورائي کو یہہ جواب کہلا بھیجا، اور چونکہ ان کو مسلسل خبرین پہنچائي جارھي تھین ، کہ ماذورائي بیچارہ شریعت کے مسائل کیا جانے دربردہ ابوجعفر طحاوی یہہ سارے جوابات سکہا رھے ھین ، جسوقت قاضي صاحب کا قاصد ماذورائي کے پاس جارھا تھا، اس وقت بے ساختہ ان کي زبان سے یہہ فقرہ نکل گیا

تعس من لقنك ؟ تباہ و برباد ہو وہ جو تجھ کو سکھا پڑھا رہا ہے -

امام طحاوی تک قاضي حربویہ کا یہہ فقرہ پھونچا دیاگیا، کہتے ھین کہ ان کے علم و فضل دین و تقوی کا وہ اتنا احترام کرتے تھے کہ ایک دفعہ قاضي کے جواب الجواب کیلئیے ماذورائي نے امام طحاوی کے پاس آدمی بھیجا، تو انھون نے صاف انکار کردیا، ماذورائي کي جوحالت اس وقت مصر مین تھي ، اس کا صحیح اندازہ ھم نہین کرسکتے ،،ان ھی کتابون مین لکھا ھے کہ جس زمانہ کا یہہ ذکر ھے اس وقت مصر مین اصل حکومت ماذورائي ھی کي تھي[1] لیکن ایک عالم کے مقابلہ مین ایک امیرکي امام نے قطعاً پروا نہ کي ، اور پھر اس کاجواب انھون نے نہین بتلایا، اور ماذورائي کو آخر عورت[2] کے سامنے جھکنا پڑا ، امام طحاوی کے اس طرزعمل کي بھي خبر قاضي حربویہ کو دی گئي ، میرے خیال مین اگر قاضي حربویہ کے دل مین امام طحاوی کے لئیے نئي ھمدردی کا کوئي جدید سبب تلاش کرنا ضروری ھی ھے تو بجائے منصور فقیہ والے واقعہ کے جس مین قاضي حربویہ کے ساتھہ طحاوی کي طرف سے کوئي ایسي بات نہین ظاھر ھوئي تھي جس سے قاضي کو ان سے ھمدردی پیدا ھوتي، مگر لیکن اگر اس واقعہ کو یعني ماذورائي کے قصہ کو ان کي ھمدردی کا سبب ٹھرایا جائے تو یہہ زیادہ قرین قیاس ھے ،

بہرحال کچھہ بھي ھو ، قاضي حربویہ نے ''شہود'' کي غیبوبت سے نفع اٹھانا چاھا اور ان متعسفین گواھون نے طحاوی کوغیرعادل قرار دیکر انکا نام جو دیوان شہود سے کٹوادیاتھا ،،ایک،، اس رسوائي کا ازالہ کیا جائیے ،

---

1 ابن زولاق کے لفظ ھین کہ کان محمد بن علي ھو امیر البلد في الحقیقة ص ٥٢٧

2 کہتے ھین کہ جب ماذورائي سے جواب نہ ملا تو حربویہ کو غصہ مین اسنے پیغام بھیجدیا کہ ما احضر فلیصنع ما شاء ،، مین ان کے اجلاس مین نہین حاضر ھونگا ، ان کاجو جي چاھے کرین قاضي صاحب نے عورت کو حکم دیا کہ جس وقت بازار مین جارھاھو، اسکی سواری کی لگام تھام کر کھڑی ھوجائیے ، اسنے یہي کیا ، ماذورائي کي یہہ رسوائي تھي، بیچ مین کچھہ لوگون نے پڑکر معاملہ کو سمجھادیا، عورت کو روپیے دلوادئیے ١٢

جیسا کہ ابن خلکان کے حوالہ سے مین نے نقل کیا ھے، کہ اس سال " الدشود "
کی بڑی جماعت مکہ معظمہ مین محاور تھی ، ابن خلکان نے اسکے بعد لکھا ھے کہ

فاغتنم ابو عبید غیبتھم ؎

اور مصر کے دو مشھور نامی آدمی ابوالقاسم المامون اور ابوبکر بن سقلاب جو وھان موجود تھے
ان دونون کو بلاکر

عدل اباجعفر المذکور بشہادۃ ابی القاسم ؎
المامون و ابی بکر بن سقلاب (ص ۱۹) ؎

اور یون رسوائی کا جو داغ امام کے دامن عزت پر حاسدون نے لگایا تھا ، قاضی حربویہ کی مد
اور غالبًا اسکے بعد قدرتی طور پر امام طحاوی اور قاضی حربویہ کے تعلقات مین زیادہ گھرائی
پیدا ھوتی چلی گئی ، اورآخر مین اسکی انتھا یہہ تھی کہ جب قاضی حربویہ عھدہ قضاء
سے ھٹنے کے بعد درس و تدریس مین مشغول ھوئے اورمصر مین املاء کا حلقہ قایم کیا تو امام
ابوجعفر طحاوی جنکی عمر اس وقت ۷۵ سے زیادہ تھی ، انکے حلقہ مین بحیثیت شاگر
اور مستفید کے بیٹھنے لگے ، ابن یونس محدث کے حوالہ سے ملحقات کندی مین منقول ھے کہ
قاضی حربویہ

فلما صرف املی علی الناس وکتبوا عنہ مجالس و ؎
روی عنہ ابوبشر الدولابی و ابوجعفر الطحاوی ؎
و ابوحفص بن شاھین ص ۵۲۴ ؎

اگر چہ اس زمانہ مین خصوصًا حدیث کی روایت مین عمر کی زیادتی کا چندان خیال نہین کیا
جاتا تھا ، محدثین تو ایک باب بھی "روایۃ الا کابر عن الا صاغر" کا باندھتے ھین ، اور بہ
تو گو امام طحاوی بہت معمر ھوچکے تھے لیکن حربویہ سے تو عمر مین پھر بھی تقریبا ۱۲
چھوٹے تھے ، نیز حربویہ کی ایک خصوصیت یہہ بھی تھی بعض سلسلہ انکی روایتون کے سند
بہت عالی تھے یعنی آنحضرت اور ان مین وسائط نسبتًا کم تھے ، ظاھر ھے کہ محدثین کے
یہان سند عالی تو کیمیا کا حکم رکھتی ھے ، خود ابن یونس نے اپنے متعلق لکھا ھے کہ
و وقالی حدیثہ یعلو من جھتہ (ملحقات ص ۵۲۴)

اور صرف استاذی و شاگردی نہین بلکہ جہان تک واقعات سے معلوم ہوتا ہے ، امام طحاوی قاضي حربویه كي جلالت شان اور خاص طبیعت کے باوجود ان سے بہت مانوس اورشوخ ہوگئے تھے ، جس کا ثبوت ایک تو اسي مذاکره " تقلید " سے ہوتا ہے ، نیز طحاوی خود هي بیان کرتے ہین که حربویه جیسے مین بہت کھل کھل کر باتین کرتا تھا ، اسي سلسله مین ایک دفعه ذرا قاضي صاحب طحاوی پر جھلا بھي گئے ، قصه یہه ہے که جب دونون مین مراسم بے تکلفي كي حد تک پہونچ گئے ، تو مختلف مسائل کے سلسله مین امام طحاوی اپنے اساتذه کے اقوال و آراء کو بھي بطور سند کے حربویه کے سامنے پیش کیا کرتے تھے ، جیسا که گذر چکا طحاوی کے استادون مین ایک عالم و محدث ابن ابي عمران بھي تھے ، چونکه ان هي سے امام مزني کے یہان سے هٹنے کے بعد طحاوی نے زیاده نفع اٹھایا تھا اسلئے قدرتي طور پر مذاکرون مین وه ان کے حوالون سے زیاده چیزین بیان کرتے تھے ، غالبا قاضي حربویه کو اپنے نظریات کے مقابله مین ابن ابي عمران کے قول کا پیش کرنا کچھه گران گذرتا تھا ، مگر طحاوی کے لحاظ سے اپنے اس جذبه کا اظہار نہین کرتے تھے ، مگر آخر کب تک ایک دن جب گفتگو كي مجلس گرم تھي ، حسب دستور اسوقت بھي مسلسل طحاوی قال ابن ابي عمران و كذا قال ابن عمران کہتے جارہے تھے ، قاضي کے لئے آخر یہه انکا طرز عمل ناقابل برداشت ہوگیا ، اور برهم هوکر بولے

الي كم تقول ابن ابي عمران وقد رأيت هذا الرجل بالعراق ؟

مطلب یہه تھا که بھائي آپ کے استاد ابن عمران کو مین عراق مین دیکھه چکا هون ، بیچاره وهان تو معمولي آدمي تھا ، اور اسکے بعد تو قاضي کے زبان سے ایک ڈھلا هوا یہه فقره نکل پڑا

ان البغاث بارضكم تستنسر ؟ تمہاری سرزمین مین تو ایسي چڑیا جسکا کوئي شکار نہین کرتا یہان پہونچ کر گده بن جاتي هے ،

امام طحاوی کا بیان هے که یہه فقره قاضي حربویه كي زبان سے کچھه اسطرح بے ساخته نکلا که

فصارت هذا لكلمة بمصر مثلا (ملحقات ص ٥٢٩) ؟

اورشاید اب بھي اسکا شمار عربي كي مثل السائر مین هو ، گویا حربویه کي بدولت ایک تو تقلید والا فقره اور دوسرے یہه دونون ضرب المثل بن گئے ،

قاضي حربویه کا ابن عمران کے متعلق ایک مدت کے ضبط کے بعد اتنی بات کہنی کوئی معمولی

بات نہ تھی، جس شخص کے حیا اور شرم کی یہہ حالت ہو جیساکہ بیان کرآیا ہوں، کہ

کسي نے کھاتے پیتے وضو کرتے ان کو نہین دیکھا، حد یہہ تھی کہ خادم کو بھی بلانے کا

ایک خاص طریقہ تھا، ابن زولاق ہی کی روایت ہے، کہ قاضی ابن الحداد مجھسے کہتے تھے

کہ مین نے قاضي حربویہ کے گھر کے لوگون سے پوچھاکہ جب کوئي انکو کھاتے نہین دیکھتاتوکیا

نوکر بھی نہین دیکھتے، قاضي آخر کرتے کیاہین، ان کے گھر کے لوگون نے بیان کیا کہ قاضي

کے پاس کوئي خاص برتن تھا جو سرپوش سے چھپارہتاتھا اس مین قاضي صاحب کے کھانے پینے

کي چیزین رہتي تھین، خادم کمرے مین اسکو رکھہ آتا، قاضي اندر چلے جاتے جب فارغ

ہوتے تو آواز دیکر خادم کو نہین بلاتے بلکہ

فاذا فرغ یاکل نقر المائدة باصبعه فیدخل الغلام

فیرفع المائدہ، و یاتي بالطشت و یخرج

قاضي تنہائي مین جب اچھي طرح ہاتھہ منہہ دھولیتے تو پھر وہي

ینقر الطشت فیدخل الغلام فیحمل الطشت

یہہ تو کھانے پینے کے آداب تھے، وضو و غسل وغیرہ کے متعلق بھي کہتے ہین کہ

وکذا یصنع في الوضوء

یعني وہي آفتابہ یا لوٹا جو برتن ہو اسکو ٹھوکر سے بجاکر نوکر بلایاجاتا اور رخصت کیاجاتا،

اندازہ کیاجاسکتا ہے کہ جس کے شرم کا یہہ حال ہو، کہ خادم کے بلانے مین بھي حیا آتي ہو

طحاوی سے اتني گفتگو بھي انہون نے گویا بہت زیادہ تحمل اور ضبط کے بعد کي ہوگي،

اور اس سے امام طحاوی کي جو عظمت ان کے قلب مین تھي اسکا بھي پتہ چلتاہے

قاضي حربویہ عہدہ قضاء سے جدا ہونے کے بعد کچھہ دن اور مصر مین رہے، پھر

بغداد ہي واپس ہوگئے، انکے چلے جانے کے بعد جونکہ یون بھي امام طحاوی کي عمر زیادہ

ہوگئي تھي، اور قاضي حربویہ کي قدر افزئیون نے انکي عظمت و جلالت کو اور دو بالا کردیا

تھا ایسا معلوم ہوتا ہے ، کہ قاضی حربویہ کے جانے کے بعد مصر میں امام طحاوی کے ہم پلہ نایاب ہی گنتی کے دو تین آدمی رہ گئے ہوں ، عام طور پر اب صرف عوام ہی میں نہیں بلکہ خواص میں بھی انکی بڑی آو بھگت ہونے لگی ، اور رفتہ رفتہ مصر ہی نہیں بلکہ بغداد دارالسلطنت میں بھی انکا شمار مصر کے ارباب حل وعقد اور چیدہ لوگوں میں ہونے لگا، کہا جاتا ہے کہ قاضی حربویہ کی جگہ جب بغداد سے خاص اسباب کے تحت ابن مکرم نامی ایک نوجوان ناتجربہ کار عالم [illegible] قاضی مصر بناکر بھیجا گیا ، تو اسی کے ساتھ خلیفہ وقت کے وزیر ابوالحسین ابن الفرات نے ایک مراسلہ بھی اسلئے جاری کیا کہ گو قاضی تو ابن مکرم ہی رہینگے لیکن چونکہ ابھی نوآموز ہیں اسلئے نیابت میں کسی پختہ کار عالم کا بھی تقرر کیا جائے ، ابن الفرات نے اس مراسلہ کو مصر کے چار سر برآوردہ لوگوں کے نام جاری کیا تھا ، ان چاروں میں بیان کیا جاتا ہے کہ

منهم ابو جعفر الطحاوی ان یختاروا لا بن مکرم
رجلا فیتسلم القضاء من ابی عبید و یحکم نیابة عن
ابن مکرم (ملحقات ص ۵۳۲)

خیر ان چاروں نے مل کر نائب قاضی کے لئے جسکا انتخاب کیا اور جس طریقہ سے کیا، یہہ ایک طویل قصہ ہے ، مجھے تو صرف امام طحاوی کے اس مقام اور منزلت کو بتانا ہے ، جو انکو مصر میں اب حاصل ہوگئی تھی ، کہ عباسی خلافت کا وزیر بغداد سے ان پر اعتماد کرتا تھا ، اور یہ واقعہ تو اس وقت کا ہے جب قاضی حربویہ ابھی مصر میں ہی ہیں ، جسکی یہہ معنی ہیں ، کہ ممالک محروسہ عباسیہ میں انکی شہرت قاضی حربویہ کے عہد ہی میں ہوچکی تھی ،

گذشتہ بالا واقعہ سے ایک نتیجہ یہہ بھی پیدا ہوتا ہے اور میرے خیال کی تائید ہوتی ہے کہ محمد بن عبدہ ، کی سکریٹری ہونے کی بعد پھر امام طحاوی نے حکومت سے ملازمت اور عہدہ داری کے تعلق نہ پیدا کرنے کا ارادہ ، قطعی طور پر طے کر دیا تھا ، ورنہ ابن الفرات وزیر خلافت عباسیہ نے جہاں انکو نائب قاضی کے انتخاب کے لئے مراسلہ بھیجا تھا ، یہ ہی کیوں نہیں کیا

کہ خود ان ہي کو نائب قاضي بناديتا، اسلئے کہ بغداد تک طحاوی کي جو شہرت پہونچي هوگي ظاهر هے کہ وہ دولت و امارت تو هوگي نهين بیچارے ایسے کہان کے امیر تھے' وهي چند سال انکو محمد بن عبدہ کے ساتھہ کمانے کا موقعہ ملا، ورنہ اپني جائيداد انکي بظاہر وهی تھي جوچچا سے بٹوارہ کے بعد انکو قاضي محمد بن عبدہ نے دلواديا تھا، اس زمانہ مین اور وہ بھي ارض فروعون مین کسي معمولي تقسیم شدہ " ربع "کي بدولت آدمي کا شمار امیرون مین کیسے هوسکتا تھا، لامحالہ یہ هي ماننا پڑیگا، کہ علم و فضل نے انکے نام کو اونچا کیا تھا، اورجب علم و فضل انکا مسلم تھا تو نائب قاضي هونے کي صلاحیت ان سے زیادہ اور کس مین هوسکتي تھي، خصوصا جب قاضي بکار اور قاضي محمد بن عبدہ دو دو زبردست قاضيون کے سکریٹری کا کام ایک زمانہ تک یہہ انجام دیچکے تھے، نیز اگر انکي خواهش ملازمت کي هوتي تو جب انکو بھی بغداد سے نیابت کے انتخاب کا اختیار دیا گیا تھا تو اپنے رفقاء کار کو بآسانی هموار کرکے خود اس عهدہ پر قبضہ کرسکتے تھے، بهرحال میراخیال یہہ هی هے، کہ اس ملازمت اور اسکے بعد جو تلخ تجربات حکومت کے عهدہ کا انکو دو دو دفعہ هوچکا تھا اسنے پھر اس چکھي هوئي، چیز کے نگلنے پر آمدہ هونے نہ دیا (ولا یلدغ المومن من جحر واحد مرتین) اور یہہ تو ایک سے زیادہ مرتبہ سوراخ سے ڈسے جاچکے تھے،،

اورغالبا منجملہ اوروجوہ کے ان کي شان استغنا بھي آیندہ انکي عظمت پر اثرانداز هوئي

ایک بات البتہ اس سلسلہ مین قابل ذکر هے، کہ جن چار آدمیون کي کمیٹي کے سپرد ابن مکرم قاضي کي نیابت کا مسئلہ کیا گیا تھا، توجیساکہ ابن یونس نے لکھا هے، کہ

فارسل الي اربعة من اهل مصر ان يختاروا من اهل مصر
من ينوب عنه فاختاروا ابا الذكر (ص ۵۳۳)

یہہ ابو الذکر حالانکہ مالکی المذهب تھے، اور ابن مکرم اگرچہ جوان تھا لیکن حنفي مذهب رکھتا تھا، علامہ طحاوی اگر متعصب آدمي هوتے تو اتنا ضرور کرسکتے تھے، کہ بجائے مالکي کے کسي حنفي کے تقرر کرانے کي کوشش کرلیے، خصوصا ایک بڑا پوائنٹ انکا یہہ هوسکتا تھا کہ

جب اصل قاضي کا مذهب حنفي هے، تو نائب کو بهي حنفي هي هونا چاهئے، مگر انهون نے ایسا نهین کیا، اور باوجود مالکي هونے کے ابوالذکر محمد بن یحي المالکي کا هي انتخاب کیا، مگر اس رواداری کا اثر یهه هوا، که ابوالذکر کو بهي امام طحاوی کے اس سلوک کا بدله کرنا پڑا، خصوصا اسي مشهور مسئله مین جسکا ذکر منصور فقیه کے سلسله مین گذر چکا، یعني تین طلاق والي عورت کو نان نفقه ملنا چاهئے، چونکه یهه بڑا اهم تاریخي "خلافیه" تها، اور احناف اسکو قرآن و سنت و اجماع سب هي کے مخالف خیال کرتے تهے، اسلئے ابوالذکر باوجود مالکي هونے کے اس مسئله مین حنفیون کے مسلک کے مطابق فیصله کیا کرتے تهے، مورخین نے انکے اس طرز عمل کو لکهتے هوئے اگرچه وجهه یهه لکهي هے که

کان یحکم للمطلقة ثلاثا بالسکني و النفقه عملا
بمذهب مستنیبه تارکا لمذهبه في ذالك (ص ۵۳۳)

یعني ابوالذکر اس مین ابن مکرم کي وجه سے ایسا کرتے تهے، مگر مین سمجهتا هون که اس باب مین امام طحاوی کي رواداری اور انکے علمي اثر کو بهي دخل تها،

بهرحال اب واقعي ابو جعفر طحاوی مصر مین امام طحاوی کے منصب پر پهونچ گئے تهے، یا ایك دن مصر هي مین ان کا یهه تها که قاضیون کي ماتحتي مین کتابت کا کام کرتے تهے محمد بن عبده قاضي انکو ایك خشك لکڑی، اور بانس سے کم مرتبه قرار دیتے هوئے ڈانٹتا هے، اور بیچارے خاموش هوجاتے هین، اور اب اسي مصر مین ان کے سامنے حق تعالے کي شان دیکهئے که وه دن آیا که ابن مکرم کے بعد جب مصر کے قاضي عبدالرحمن بن اسحاق الجوهري بغداد سے مقرر هوکر آئے، یهه شخص علاوه فقیه و محدث هونے اور کیسا محدث که مشهور طبراني صاحب معاجم في الحدیث بهي ان کے تلامذه مین تهے، بهرحال علاوه محدث هوتے کے فن حساب مین بهي جس سے علماء کو کم لگاؤ هوتا هے یهه ماهرانه واقفیت رکهتے تهے، بلکه اس فن مین ایسا معلوم هوتا هے، که انکي متعدد تصنیفین بهي هین، ابن زولاق نے لکها هے

کان عبدالرحمن بن اسحاق عاقلا فقیها حاسبا
فهما له في الحساب تصنیف وافر (ص ۵۳۶)

مگر باوجود اس جلالت قدر اور مصر کے قاضي هونے کے لکھا هے که

کان عبد الرحمن یتادب مع الطحاوی جدا ∂

" جدا " خود اپنے اندر جو قوت رکھتا هے ، ظاهر هے ، انتها: یهه تهي که مصر کے قضاة کا دستور تها که سواری پر جب وه سوار هولیے تے تهے ، تب انکے سامنے کوئي دوسرا سوار هوسکتا تها ، یه هي قاضیون کا پرانا دستور چلا آتا تها ، لیکن لکھتے هین که عبد الرحمن بن اسحاق القاضي کا یهه حال تها که

لا یرکب حتي یرکب الطحاوی ∂

اور اسي پر اکتفا نهین ، کرتا بلکه اپنے اجلاس مین جب هر طرح کے لوگون سے بهرا هوتا، علانیه عبد الرحمن بن اسحاق طحاوی کے متعلق یهه الفاظ کهتا ،

هو عالمنا هو قدوتنا ∂

اور اسي کے ساتهه لوگون کے اس تعجب کے ازاله کے لئے که قاضي مصر هوکر ایک غیر سرکاری آدمي کے متعلق اس قسم کے الفاظ کیون استعمال کرتے هین ، قاضي عبد الرحمن کهتے

٥٣٦
ما القضاء واقل من ان افتخربه علي ابي جعفر (ملحقات ص)

اور عبد الرحمن بن اسحاق کے متعلق تو شاید یهه بهي کها جاسکتا هے که یهه مسلکا چونکه حنفي تهے ، اور امام طحاوی کي ساری عمر جو اب قریب ٨٠ کے پهونچ چکي تهي ، حنفي مذهب کي تائید مین هي گذری تهي ، بیسیون کتابین جنکا ذکر آگے آتا هے وه اس وقت لکھه چکے تهے اور اسلامي ممالک کے شرق سے غرب تک پهیل چکي تهین ، ایسي صورت مین ایک حنفي عالم جو عمر مین ان سے چهوٹا هو ، اگر ان کي عزت کرتا تها ، توچندان محل تعجب نهین ، خود عبد الرحمن بن اسحاق کبهي کبهي اسکا اظهار بهي کیا کرتے تهے که مین انکي عزت اسلئے بهي کرتا هون که ∂

هو اسن مني باحدی عشرة سنة (ملحقات ص ٥٣٦) ∂

لیکن جب عبد الرحمن بن اسحاق کا دور ختم هوگیا ، اور ایک مالکي قاضي احمد بن ابراهیم

کا مصر کی قضاءت پر تقرر ہوا تو خیال ہوسکتا تھا کہ اب شاید طحاوی کی اتنی عظمت وہ نہ کرینگے ، مگر مصر والون کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب انھون دیکھا کہ احمد بن ابراھیم نے تو عبدالرحمن قاضی سے بھی دو قدم طحاوی کے احترام مین آگے بڑھا دیا ، یعنی علاوہ معمولی تعظیم و تکریم کے وہ امام طحاوی کے باضابطہ شاگرد بن گئے اور باوجود قضاء مصر کے جلیل عہدہ پر ہونے کے ان کے علم سے جسکی واقعی نظیر اس وقت اگر دنیامین نہین تو مصر مین بھی موجود نہ تھی ، وہ استفادہ کرنے سے نہین شرماتے تھے ، حالانکہ وہ جس قسم کے شرمیلے آدمی تھے اس کا حال آگے آتا ھے ، اور صرف چند دنون کے لئے شاگرد نہین بلکہ جیسا کہ ابن زولاق کا بیان ھے ، جب تک احمد بن ابراھیم مصر کے قاضی رہے ، امام طحاوی سے پڑھتے رہے ، ابن زولاق کے الفاظ یہہ ھین ،

وکان احمد بن ابراھیم في طول ولائته یتردد
الي ابي جعفر الطحاوی یسمع علیه تصانیفه
بقراۃ الحسن بن عبد الرحمن وھوا یومئذ قاضي مصر
ص ۵۳۸

اس سے یہہ بھی معلوم ھوتا ھے کہ امام طحاوی اپنی کتابون کا درس خود اپنے زمانہ مین دینے لگے تھے ، اور صرف حنفی مذھب کے علماء نہین ، بلکہ دوسرے مسالک کے اھل علم بھی ان کی کتابون سے علماً استفادہ اپنے لئے ضروری سمجھتے تھے ، یہہ نہ سمجھنا چاھئے کہ قاضی احمد بن ابراھیم کوئی معمولی آدمی تھے ، اپنے عہد کے جلیل القدر محدثین مین ان کا شمار ھے ، ابراھیم الحربي جیسے محدثین سے روایت کرتے تھے ، ابن یونس نے اپنی تاریخ مین لکھا ھے کہ

حدث عن اسمعیل بن اسحاق و خلق کثیر من
اھل بغداد ، وکان ثقه کثیر الحدیث ص ۵۳۸

مگر باوجود اس عظمت و اقتدار کے امام طحاوی کے علم صادق نے نہ پہلے نہ درمیان مین نہ اس زمانہ مین ان کے اندر کسی ،، علمی خودی ،، یا ،، کبر ،، کو پیدا ہونے دیا ، دوسرے انکی جتنی بھی عظمت و عزت کرتے ہون ، لیکن اپنے کو وہ ہمیشہ مصر کے دیہات کا ایک دیہاتی

هي سمجھتے رهے ، يه هي احمد بن ابراهيم جيساكه گذر چکا که ان کے شاگرد تھے اور کبھی

شاگرد کے گھر پر بلاکر ان سے نهين پڑھتے ، بلکه روزانه خود طحاوی کے حلقه مين عام لوگون

کے ساتھه بیٹھکر ان کے درس کو سنتے تھے ، لیکن باوجود اسکے خود امام طحاوی کا حال بھه

تھا که ایک دن حسب معمول حلقه درس مین بیٹھے تھے ، احمد بن ابراهیم بھي شاگردون کي

صف مین آکر بیٹھه گئے ، درس هورها تھا که اتنے مین اسوان جومصر کا مشهور مقام هے ، وهان

کا کوئي آمدي آیا اور اس نے کوئي سوال کیا ، ظاهر هے که سوال امام طحاوی سے تھا ، لیکن

جس نے اپنے کو کبھي کچھه نهین سمجھا اپني اسي ۸۰ سال کی عمر تک بھي اپنے کو وه وهي

سمجھتا رها ، امام طحاوی نے یهه دیکھکر کسي حیثیت سے ہامر مجلس مین بهر حال مصر کا

قاضي اعظم بیٹھا هوا هے ، مفتي الدیار المصریه کا عهده اسي کا هے ، اس لئے سایل کاجواب تو

دینے لگے ، مگر الفاظ یهه تھے ،

مذهب القاضي ایده الله کذا و کذا ؎

ایسا معلوم هوتا هے که گویا محمد بن عبده قاضي کے سکریٹری هونے کے وقت مین ایک معمولي کاتب

هونے کي حیثیت سے جس طرح جواب دیاکرتے تھے آج بھي ان کے نفس کا شعور یه هي هے ،

مگر سایل بھي مفصلات کا ایک دهقاني آدمي تھا ، بوڑھے عالم کے اس کسر نفسي و تواضع کو دیکھه

کر اس سے صبر نه آسکا ، اور جھلاکر بولا ،

ماجئت الي القاضي انما جئت الیك ؎

اس پر احمد بن ابراهیم قاضي جو بیچارے کم سخن اور حیا پرور آدمي تھے ، حتی که ابن زولاق نے لکھا هے ،

لشدة حیائه لا یفهم اکثر کلامه فجرت بذالك امور ؎

یهه بھي ان هي کا بیان هے که احمد جب حج کے لئے گئے ، تو لبیك اتني پست آواز سے کهتے تھے که

کان النساء یرفعن اصواتهن بالتلبیة ؎

اجهرمنه لشدة خجله ؎

مگر باوجود اس کم سخني کے ان سے بھي ضبط نه هوسکا ، اور امام کے اس از حد گذشته تواضع

کو دیکھ کر اسواني کو مخاطب کرکے بولے (یاهذا هو کما قلت)

اور حکم دیا کہ پھر اپنے سوال کو دھراؤ اسنے دھرایا تب امام کي طرف احمد بن ابراهیم مخاطب هوئے اور ان کي "ایدك الله" کا جواب دیتے هوئے انهون نے کہا

افته ایدك الله برائك ؟

مگر اس پر بھي امام طحاوی کي فطری افتاد کا تقاضا نه گیا، اور پھر قاضي صاحب کي طرف متوجه هوکر بولے

اذا اذن القاضي ایده الله افتیته ؟

اس تمهید، اور اظهار ادب کے بعد تب انهون نے اس بیچارے اسوانی سائل کا جواب دیا،

ابن زولاق نے اس واقعه کو درج کرنے کے بعد لکھا هے، اور صحیح لکھا هے که

کان ذالك یُعد من ادب الطحاوی و فضله (ص ۵۳۸) ؟

امام طحاوی کے ادب شناس، قدر فرما شاگرد احمد بن ابراهیم مالکي مصر کے قاضي سنه ۳۱۷ تك رهے، که زمانه نے پھر پلٹا کھایا، اور اب جبکه امام کي عمر اسي ۸۰ سے بھي متجاوز هوچکي هے، مصر کي ولایت قضاء پر پھر مصیبت آئي، ایك شخص عبد الله نامي جو ابن زبر کے نام سے مشهور تھا، اپني چالاکیون اور خلیفه وقت مقتدر بالله کے سادگي سے نفع اٹھا کر مصر کا قاضي هوگیا، داستان تو اسکي لمبي هے مختصر یهه هے، که مقتدر بالله کا وزیر علي بن عیسي اسکي حماقتون سے واقف تھا، اسکو خود جب دمشق کے دوره پر گیا هوا تھا، اس شخص کا تجربه هوچکا تھا، دمشق کا اس زمانه مین ابن زبر قاضي تھا، پبلك اس سے تنگ تھي، لوگون کا وفد وزیر کے پاس اسکي شکایت کرتا هوا پهونچا، علي بن عیسي نے قاضي ابن زبر سے پوچھا لوگ کیا کهه رهے هین، بولا که گراني کي شکایت کر رهے هین، علي بن عیسي کو اسکي کھلي شرارت پر سخت غصه تھا، اس وقت کچهه نهین بولا اور بغداد پهونچ کر اسکي موقوفي کا حکم بھیجدیا، ابن زبر آنے کو تو بغداد آگیا، مگر ایك ایسي چال کرگیا، که علي بن عیسي کي وزارت هي ختم هوگئي، ایك خاص ذریعه سے مقتدر تك ایك تحریر ابن زبر نے پهونچائي، جو ایك خراساني مسافر کي طرف سے تھي، جس مین اس خراساني مسافر کي طرف سے ظاهر کیا گیا تھا که تین دن سے مین مسلسل

خواب مین حضرت عباس رضي الله تعالے عنه کو دیکهه رها هون ، وه ایک عمارت بنانے هین لیکن ایک شخص اٹهکر اسےکو ڈها دیتا هے ، مین نے حضرت عباس سے عرض کیا که یا عم رسول الله یهه آپ کو کون ستارها هے ، فرمایا که علی بن عیسی وزیر ، مین اپنے لڑکے کے لئے عمارت بناتا هون اور وه گرادیتا هے ، ایک ایسي بے لاگ ترکیب سے یهه تحریر ساده لوح مقتدر تك پهونچي که مقتدر چیخ اٹها

ان هذا لرویا صحیحة یصرف علي بن عیسي و یقبض علیه ؟

وزیر علي بن عیسي حیران تها ، مگر کیا کرتا اور خواب کا جواب کیا دیتا ، علي بن عیسي بهي ابن زبر کي راه کا کانٹا تها ، اس کا هٹنا تها که

فما جاء آخر النهار حتي وافي و معه عهدة قضاء مصر و دمشق (ملحقات ص ۱۴۵)

امام طحاوی کي یهه بدقسمتي تهي که زندگي کي آخری گهڑیون مین مصر کا قاضي ابن زبر جیسا چال باز ، مکار آدمي مقرر هوکر آیا ، آنے کے ساتهه ملك مین رشوتون اور مظالم کا بازار گرم هوگیا ابن زولاق نے لکها هے که

کان عارفا باخذ الدراهم و الدنانیر و الهدایا ؟

اگر چه اسي کے ساتهه اتني تعریف بهي کی هے که

وکان مع ذالك لا یقبض درهما ولا یضم هدیة
حتي یقضي حاجة صاحبها

گویا یهه بهي ابن زبر کي سب سے بڑی منقبت تهي که کام تو لوگون کے چلا دیتا تها ، خواه رشوت لیکر هي کیون نه هو ، چه خوش ؟

ایسا معلوم هوتا هے ، که اس نجس سیاه سینه قاضي کے عهد مین امام طحاوی گوشه گیر هوگئے ، اور حکومت سے اتنے کناره کناره رهنے لگے ، که پہلے قضاۃ سے کچهه مراسم سوال و جواب علمی مذاکرات کے جو رهتے تهے ، اس سے بهي دست بردار هوگئے ، غالبا یه هي وجه هے که ایک دفعه ابن زبر نے شهر کے سب سے بڑے عالم خیال کرکے کوئي استفتاء امام کے پاس

بھیجا، لیکن لکھتے ھین کہ

فلم یجب فیھا جوابا شافیا ؏

ایسا معلوم ھوتا ھے کہ یہہ جواب کہ مین تم سے تعلقات رکھنا نہین چاھتا، مصلحت کے خلاف تھا، اسي لئیہ کوئي ٹالنیے کي بات کرکے قاصد کو آپ نیے واپس کردیا، ابن زولاق کي ایک مبہم سي عبارت اسکے بعد ھے، بظاھر اسکا مطلب یہہ ھي معلوم ھوتا ھے کہ امام سے ابن زبر نیے دوبارہ دریافت کرایا اورجواب پرمصر ھوا، لیکن اس وقت بھی امام نیے اعراض ھي کیا، ابن زولاق کے الفاظ یہہ ھین

ان الشیخ ~~ھذا~~ یتقی القاضي والا ؏ یعني الشیخ (امام طحاوی) اس قاضي سے بچتے تھے اگر ایسا لبادرہ ؏ نہ ھوتا تو جواب مین ضرور سبقت کرتے (علم کو آخر کیون چھپاتے)

مگر "الا" کے لفظ کو بڑھاکر مجھے عبارت کي تصحیح کرني پڑی ھے، قیاس ھے، کہ نسخہ غلط ھے، یا کوئي اور مطلب ھو، جو بالفعل میری سمجھ مین نہین آیا،

اسي ابن زبر کے زمانہ مین ایک اور واقعہ بھي پیش آیا یعني قاضي محمد بن عبدہ جن کے امام طحاوی سکریٹری تھے، ان کے زمانہ کا کوئي طے شدہ مقدمہ تھا، اسي کے متعلق ابن زبر کے زمانہ مین بھي کوئي معاملہ چھڑا، ضرورت اسکي ھوئي کہ امام طحاوی اس مقدمہ مین خود محکمہ قضاء مین حاضر ھوکر اپنا بیان دین، ابن زبر نیے انکو بلا بھیجا،

فرکب الیہ وتشھد عندہ ؏

آگے جس واقعہ کا ذکر کیاجاتاھے اس سے معلوم ھوتاھے کہ ابن زبر کي امام طحاوی سے یہہ پہلي ملاقات تھي، اورفتوی جو اس نیے دریافت کرایاتھا وہ محض انکی علمی شہرت وجلالت کي بنیاد پر تھا، خود براہ راست نہ قاضي ان سے ملا، اور امام تو ایسے سے خود کیا ملتے، بہرحال جب اظہار ھوا تو قاضي ابن زبر امام کي طرف متوجہ ھوا، اور جیسا کہ چاھئیے، انکے ساتھ ملاطفت اور تکریمي برتاؤ کیا، اسي سلسلہ مین امام کو خوش کرنیے کے لئیے اور کچھ اپني حدیث داني کا اثر قایم کرنیے کے لئیے بولا کہ

حدیث کنت کتبتہ عن رجل عنک منذ ثلاثین سنۃ ؏

مطلب یہہ تھا کہ جناب والا سے نیاز تو آج حاصل ہوا، لیکن میری عقیدت آپ سے پرانی ہے،

بلکہ گونہ آپ کا شاگرد ہون، یعنی آپ کے کسی شاگرد کے ذریعہ سے مین فلان حدیث روایت

کرتا ہون، خدا جانے ابن زبر کا یہہ دعوی صحیح بھی تھا، یا صرف امام کو مسرور اور کچھہ

اپنے علمی و دینی شوق کے ثبوت مین یہہ لطیفہ اسنے گھڑ لیا تھا، کیونکہ محدثین ابن زبر کے

متعلق لکھتے ہین کہ اسکی یہہ عام عادت تھی، کہ کسی ایک حدیث کے متن کو کاٹکر اس

مین دوسری سند لگا دیا کرتا تھا اور یون حدیثون مین جعل بنایا کرتا تھا، امام الدارقطنی نے

اپنا چشم دید واقعہ اس شخص کے متعلق یہہ درج کیا ہے کہ مین ابن زبر کے پاس حاضر

ہوا، مگر اس وقت میری عمر کم تھی یعنی

وانا اذ ذاك حدث ؎

فرماتے ہین، کہ مین نے دیکھا کہ اسکے سامنے ایک کاتب بیٹھا ہوا ہے، اور ابن زبر اسکو

حدیث املا کرا رہا ہے، مگر طریقہ لکھانے کا عجب تھا

يملي الحديث من جزء و المتن من جزء آخر ؎

امام دار قطنی فرماتے ہین، کہ چونکہ مین نو عمر تھا

فظن اني لا انتبه لذالك ؎

ایسی صورت مین کیا عجب ہے کہ امام طحاوی کو دیکھکر اسنے ان کے کسی شاگرد کی طرف اس

حدیث کو منسوب کرکے روایت کردیا ہو، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام سے ابن زبر نے پھر اس

بھی درخواست کی کہ یون تو حضور کا مین بالواسطہ شاگرد ہی ہون، لیکن اگر جناب والا براہ

راست تلمذ کے شرف سے سرفراز فرماتے تو بندہ نوازی ہوگی، بوڑھے امام کا دل حالانکہ اس

کمینہ فطرت بدنام کنندہ اسلام و امت اسلامیہ سے جڑھا ہوا تھا، حالات سب معلوم تھے،

لیکن مروۃً کہا جاتا ہے کہ امام نے (فحدثه به)

اور یہہ تو اس وقت ہے، جب ابن زولاق کے الفاظ ،، فحدثه به ،، مین ،، حدث ،، کا فاعل امام

طحاوی کو قرار دیا جائے جو متبادر ہے لیکن اگر اسکا فاعل ابن زبر ہی ہو، اور مطلب یہہ لیا جائے

که جس حدیث کے متعلق اس نے باور کرایا تھا کہ بالواسطہ آج سے تیس سال پہلے مین نے اسکو لکھا ھے، یہہ بتانے کے لئے مین اسکو بھولا نہین ہون، یعنی آپ کا بڑا قدردان ہون، اسکے ثبوت مین اس حدیث کو زبانی امام کے سامنے اسنے پڑھ دیا ہو، تا اس مطلب کی بھی گنجائش ھے، بلکہ اگر بلا واسطہ شاگرد بننے کی بھی خواہش ھو، تو عرض علی الشیخ کے طور پر اس کی سند بجائے بالواسطہ کے امام طحاوی کے ساتھہ بلا واسطہ متصل ہوجاتی ھے،

قاضی ابن زبر کے متعلق ایک بات یاد رکھنے کی ھے کہ جناب کی تصنیفا تعالیہ مین ایک کتاب "تشریف الفقر علی الغناء" بھی ھے، الذھبی نے جہان انکی کتابون کی فہرست دی ھے، اس کتاب کا خاص طور سے ذکر کیا ھے،

عجیب بات ھے، کہ ٹھیک جس سال امیر تکین جو ابن زبر کے پشت پناہ ہون مین تھا، اور مصر کا اس زمانہ مین والی (گونر) تھا، اتفاق سے مسلول ہوگیا، حالت روز بروز بد سے بدتر ہونے لگی، ابن زبر کو اندیشہ ہوا، کہ امیر اگر کہین لڑھک گیا، تو مصر کی عام پبلک میری تکا بوٹی کرکے رکھہ دیگی، بڑا پریشان ہوا، اس زمانہ مین ایک شافعی عالم لسمعیل بن عبد الواحد بر امیر تکین بہت اعتماد کرتا تھا مصر مین موجود تھے، ان کی خوشامد برآمد کرکے اسنے راضی کیا کہ امیر سے میری رخصت منظور کرالو، مین گھر دمشق جانا چاھتا ہون، وہان سخت ضرورت ھے، اور یہہ بھی کہا کہ میری جگہ منصرمانہ طور پر آپ ھی کام بھی کیجئے، اسمعیل راضی ہوئے، لیکن امیر تکین راضی نہین ہوتا تھا،

فلم یزل ابو ھاشم یکلم الا میر حتی اذن لہ فی ذالک	ابو ھاشم (اسمعیل بن عبد الواحد) بار بار امیر تکین سے ابن زبر کی چھٹی کے متعلق اصرار کرتے رھے، تا اینکہ اسکو رخصت مل گئی،

رخصت کی منظوری جونہی ملی، ابوھاشم اسمعیل کو چارج دیکر سیدھے دمشق بھاگا، یہہ سنہ ۳۲۱ کا واقعہ ھے، اورخدا کی شان دیکھئیے، کہ اسی سال حضرت امام ابوجعفر الطحاوی کی وفات ہوتی ھے، ابن خلکان اور دوسرے مورخون کا اتفاق ھے، کہ

وتوفی سنہ احدی وعشرین و ثلمائۃ (ص ۱۱۹ ج ۱)

یعنی امام کی وفات سنہ ۳۲۱ مین ہوئي ، البتہ ابن زبر مصر سے جان بجاکر اسی سال کے جمادی الاول مین بہاگا ہے ، اور ہمارے امام کی وفات چونکہ ذیقعدہ کی پہلی تاریخ کو ہوئي ، جیساکہ ابن خلکان نے تصریح کی ہے کہ

لیلۃ الخمیس مستہل ذالقعدہ ؎

کی تاریخ تہي ، گویا اس کے معنی یہہ ہوئےکہ ابن زبر کي روانگي کے سات مہینہ بعد امام طحاوی نے رحلت فرمائي ،

ایسا معلوم ہوتاہے ، کہ یہہ چند مہینہ امام پر مرض الموت کے گذرے ، کیونکہ ابن زبر کے بعد جمادی الثاني سنہ ۳۲۱ مین مشہور اسلامي مصنف عبداللہ بن مسلم بن قتیبۃ الدینوری المعروف بابن قتیبۃ کے صاحبزادے احمد بن عبداللہ بن مسلم بن قتیبۃ کوہم مصر کا قاضي پاتے ہین ، ابن خلکان نے ان ہي ابن قتیبۃ قاضي کے متعلق لکہاہےکہ

تولي القضاء بمصر وقد مہا في ثامن عشر من جمادی الاخرۃ ؎
سنہ احدی وعشرون وثلثمائۃ (ص ۲۵۱ ج ۱) ؎

قاضي ابن قتیبۃ قطع نظر اسکے کہ بڑے باپ کے بیٹے تہے خود بہي اپنے وقت کے مسلم الثبوت علماء اور مصنفین مین شمار ہوتے ہین ، انکی کتابین "ادب الکاتب" اور "اصلاح المنطق" اب بھي عزت کي نگاہ سے دیکھي جاتي ہین ، ایسے علم دوست اور علمي گھرانے کے قاضي سے یہہ بعید معلوم ہوتاہے کہ امام طحاوی کاجومقام اس وقت مصر مین قایم ہوچکا تہا ، ان سے وہ باوجود موانع نہ ہونے کے ملاقات نہ کرتے ، غالب قرینہ ہےکہ امام کي حالت سقیم ہوچکي ہوگي ، اور خود بیچارے قاضي ابن قتیبۃ کچھہ مطمئن بھي نہ تہے ، رفع الاصر کے حوالہ سے تو یہہ نقل کیاگیا ہےکہ مصری جن پر مردانیت کہئے ، یاجیسا وہ کہتے تہے عثمانیت کا زیادہ غلبہ تہا ، قاضي ابن قتیبۃ جب قضاء کا چارج لینے کے لئے جامع مسجد کي طرف عباسیون کے مشہور سیاہ رنگ کے لباس مین روانہ ہوئے ، تو

فثارعلیہ العامۃ فرجموہ و مزقوا سَوَادَہٗ ؎

اوراس فرعوني سلوك كے ساتهه ساتهه يهه بهي هواكه پانچ مهينه سے زياده قاضي ره بهي نه سكے ، غالبا ان هي پريشانيون مينوه الطحاوى كي عيادت كو بهي نه گئے 'يا شايد اهل تاريخ نے اس كا تذكره نهين كيا ، بهركيف كچهه بهي هو عجيب اتفاق هے كه ٹهيك ذيقعده سنه ۳۲۱ كي پهلي تاريخ كو امام كا انتقال هوتا هے اورالكندى كے ملحقات مين غالبا معجم الادباء كے حواله سے يهه فقره منقول هے كه قاضي ابن قتيبة

صرف عن القضاء في آخري ذالقعده سنه ۳۲۱ ؎

گويا امام طحاوى كى وفات كے پندره بيس دن بعد ابن قتيبة كا بهى عهده قضاء سے انتقال هوگيا، اورچند هي دن بعد يعني سنه ۲۲ كي ربيع الاول مين دنيا سے بهي چل بسے

خلاصه يهه هے كه عرب كے چند قبائل جن كي طرف الازدى كي نسبت كي جاتي هے ، ان مين سے ازوحجر كا ايك خاندان مصر كے طحا يا طحية يا جيسا كه جلال الدين سيوطي نے اپني كتاب لباب في تصحيح الانساب مين لكها هے ، كه طحا نهين ، بلكه طحا كے قريب ايك اورگاؤن طحطوطه هے ، وهان يهه خاندان آكر آباد هوگيا تها ، مجهے اسكا پته نه چل سكا ، كه عرب سے منتقل هوكر شروع شروع مين اس خاندان كے كون آدمي طحا مين آكر سكونت پذير هوئے ، سلمة بن القاسم الا ندلسي نے اپني تاريخ كے صله مين يهه جونسب نامه امام طحاوى كا ديا هے يعني

احمد بن محمد بن سلمه بن عبدالملك ؎
بن سليم بن سليمان بن حباب ؎

اس سے غالب قرينه يهه هے كه ان مين ساتوين آدمي حباب يه هي ،، البدو ،، سے نكل كر ،، مصر ،، پهونچے ، دو سوا دو صديون مين سات پشتون كا گذرجانا محل تعجب نهين هے ، بلكه زياده ، تر يه هي هوتا هے ، كه ايك ايك صدى مين تين پشتين گذرتي هين ،

بهرحال اسي خاندان كے همارے امام ابوجعفر طحاوى سنه ۲۳۸ يا جيساكه السمعاني

؎ نورث صفحه (۲۰۸) پر بدخط فرمايا باث

نے ،، هوا لصحیح ،، کہتے ہوئے سنه ۲۳۹ کو ترجیح دی ہے ، ۱۱ / ربیع الاول کو

پیدا ہوئے ، اور تقریبا ۸۲ سال تک اس دنیا کے مختلف نشیب و فراز سے گذرتے ہوئے سنه ۳۲۱

ہجری یکم ذیقعدہ کو جان جہان آفرین کے سپرد کی ، ابن خلکان نے لکھا ہے

دفن بالقرافة و قبره مشهور بها (ص ۱۹ ج ۱)

اولاد کی پوری تفصیل اب تک مجھے نہیں مل سکی صرف ان کے ایک صاحب زادے ابوالحسن

علی بن احمد اورعلی بن احمد کے صاحب زادے یعنی امام طحاوی کے پوتے ابوعلی الحسن

بن علی ، کا کتابوں میں لوگ تذکرہ کرتے ہیں ، السمعانی نے لکھا ہے

ان ابنه ابن (ابوجعفر الطحاوی) ابوالحسن
علي بن احمد الطحاوی یروی عن ابي عبد الرحمن
احمد بن شعیب النسائي وغیره توفي سنه ۳۵۱
وحفیده ابوعلي الحسن ابن علی بن احمد الطحاوی
توفي في الربیع الاخر سنه ۳٦۰

خیر، یہ تو رسمی عام حالات ہیں ، ہر شخص جو پیدا ہوتا ہے وہ کہیں پیدا ہوتا ہے کسی

سنه میں پیدا ہوتا ہے ، کسی سنه ہی میں مرتا ہے اورکسی مقام ہی میں دفن ہوتا ہے ، کچھ

لوگ اولاد بھی چھوڑتے ہیں ، اسی طرح غربت سے امارت، جہل کے بعد علم یہ بھی

چندان خصوصیت کی بات نہیں اور گو عام کتابوں میں امام کے حالات ایک صفحہ دو صفحہ

سے زاید نہیں ہیں لیکن خدا کا شکر ہے کہ اس سلسلہ میں ہزارہا صفحات کے پڑھنے سے

جو متفرق اجزاء مجھے ملتے چلے گئے ، ان کو ایک خاص ترتیب سے جمع کرنے کی غالبا مجھے

پہلی دفعہ سعادت نصیب ہوئی ، ورنہ جہاں تک میرا مطالعہ ہے ، اس وقت تک امام

کے حالات پر مستقلاً کوئی کتاب نہیں پائی جاتی ، عامهٔ اہل تراجم و تذکرات ان کے ترجمہ

کو صفحہ دو صفحہ پر ختم کردیتے ہیں ، اور یہ پہلی دفعہ امام کے حالات کا اتنا ذخیرہ

ایک جگہ بحمداللہ جمع ہوگیا،

لیکن اب وقت آگیا ہے کہ پھر اس مسئلہ کی طرف رجوع کروں جسکی طرف شروع

سے میں اشارہ کرتا چلا آیا ہوں ، مصر کا آئمہ ثلاثہ امام مالك و شافعی و ابوحنیفه کے فقه سے

ابتدائي صديون مين جو تعلق رها هے ، اسے تفصيلا بتاچکا هون ، پھر امام طحاوی کے ماموں اور امام شافعی کے شاگرد ابوابراهیم اسمعیل المزني الامام اورقاضي بکار کے تعلقات پرمین نے روشني ڈالي تھي ، بتایا تھا که امام مزني سے جدا هوکر امام طحاوی قاضي بکار کے سکریٹری بھي رهے ، اوران سے بڑھتے بھي رهے ، اسي زمانه مین قاضي بکار کا مزني کي کتاب مختصر کو دیکھکر حنفي مذهب کی تائید ، اورامام شافعي کي تردید مین ایك ،، کتاب جلیل ،، کي تصنیف مین مشغول هونا ، اور اسي کو مین نے امام طحاوی اور امام مزني که تعلقات کے خراب هونے کا سبب قرارد یاتھا ، عجیب بات هے ، که سلف کي جتنی کتابین اس باب مین اب تك میری نظر سے گذری هین ، ان مین مزنی اور طحاوی کے درمیان کس مسئله پر اختلاف هوا ، اس کي تصریح نهین ملي ، صرف بعد کو ابن عساکر ابوسلیمان بن ترب کے حواله سے تاریخ دمشق مین اتنا اضافه ملا که جھگڑے کا سبب یه هواکه

تكلم الطحاوی یوما بحضرة المزني في مسئلة فقال
له المزني الخ (تلخیص ابن عساکر ص ۲۴)

چونکه مسئله ،، کا لفظ عموما جب بولا جاتا هے تو اس سے علمی مسئله هی مراد لیا جاتا هے ، اسلئے اس سے اتنا تومعلیم هوا که گفتگو علمي مسئله مین هورهي تھي ، لیکن حیرت هے ، که مولانا عبد الحي فرنگي محلي جنکے ماخذ تقریبا وهي کتابین هین ، جن سے من نے مواد فراهم کیا هے ، لیکن انهون نے خدا جانے کس سند کی بنیاد پر اپني کتاب ،، الفوائد البهیة ،، مین اس جھگڑے کا ذکر کرتے هوئے ارقام فرمایا هے که

---

۱ السیوطي کي اصل عبارت یه هے ، که "انه (ای ابوحعفر الطحاوی) لیس من طحا بل من طحطوطه قرب بقریة طحا فکره ان یقال له طحطوطي ،، یعني طحطوطي کا لفظ چونکه ذرا بھونڈا تھا اسلئے امام طحاوی اپنے کو ،، طحاوی ،، لکھنے لگے ، لیکن میرے خیال مین ایك ایسے جلیل امام کي طرف غلط بیاني کا انتساب اور وه بھي ایك لفظي وجه سے مشکل هے ، کون که سکتا هے که بزرگان شوافع کي طرف سے یه بھي ایك لطیفه هے ، ورنه شامي کے مشهور محشي علامه طحطاوی نے توان انتساب کو باقي رکھا "۱۲"

كان الطحاوي يكثر النظر في كتب ابي حنيفه فقال

له المزني لا يجي منك (مطبوعه هند ص ١٨)

اگر مولانا مرحوم کا یہہ بیان قیاسی نہین ہے ، بلکہ کسی تاریخی حوالہ پر مبنی ہے ، تو پھر جس نتیجہ تک مین عقلی اور قیاسی قرائن کی روشنی مین پہنچا ہون ، اسکی گونہ تاریخی تائید بھی مہیا ہوجاتی ہے ، لیکن جہان تک میرا خیال ہے ، کچھہ اس مین زلت قلم ہوئی ہے ، کیونکہ اب تک کسی کتاب مین اتنی صاف صراحت اس مسئلہ کی مجھے نہین ملی ، میرا گمان ہے خدا کرے کہ غلط ہو ، کہ ابن خلکان نے المزنی کے متعلق جو امام طحاوی کے واسطے سے یہہ نقل کیا ہے کہ جب مذہب بدلنے کے متعلق ان سے سوال کیا گیا ، توانہون نے فرمایا کہ مین اپنے مامون مزنی کو دیکھتا تھا کہ (كان يديم النظر الي كتب ابي حنيفه ص ۹) شاید کچھہ اسی سے خلط مبحث ہوا ہے ، اور اسی وجہہ سے شروع مین مولانا کے اس قول کو مین نے پیش نہین کیا ، قریب قریب شاہ عبد العزیز صاحب نے بھی یہہ ہی کیا ہے ، (که المزني طحاوي را تعيير به بلادت كرد ص ۸۰) حالانکہ یہہ قیاسا توکہا جاسکتا ہے لیکن مورخین نے اس کی تصریح نہین کی ہے ، بہرحال اگر ان حضرات نے ان فقرون کو کسی معتبر مورخ کی کتاب سے نقل فرمایا ہے تو مسئلہ اور زیادہ صاف ہوجاتا ہے ،

اب مین پھر اس سلسلہ کے آیندہ واقعات پر بحث کرنا چاہتا ہون ، میرا خیال ہے ، کہ قاضی بکار نے اس وقت جب طحاوی ان کے ساتھہ تھے المزنی کی مختصر کے مقابلہ مین اپنی "کتاب جلیل" جو تصنیف کی ، چونکہ اس کتاب کی تصنیف مین بطور مددگار کے امام طحاوی کی شرکت یقینی ہے ، آخر وہ اسی شافعیت اورحنفیت کے قصہ مین تو اپنے مامون کے یہان سے الگ ہوئے تھے ، اورجیسا کہ میرا خیال ہے جھگڑے مین شدت قاضی بکار کی اسی تصنیف جلیل کی بدولت پیدا ہوئی ، ایسی صورت مین ظاہر ہے کہ طحاوی سے زیادہ اس کتاب سے اور کس کو دلچسپی ہوسکتی تھی ، مگر جب قاضی بکار عہدہ قضاء سے الگ ہوگئے ، اور انکی وجہہ سے طحاوی بھی معاشی مشکلات مین مبتلا ہوئے ، مین نے بتایا تھا ، امام پر جس وقت یہ افتاد پڑی

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم
******** ********

مقالہ درحالات

"الطحاوی الامام"
**** ******** *****

اور ان کے خصوصی مجاہدات ونظریات درحدیث سید الانام

علیہ الصلوٰۃ والسلام

از

السید قطب الدین حسینی صابری بی - اے (عثمانیہ)

متعلم ام - اے

ابتدائي صديون مين جو تعلق رها هے ، اسے تفصيلا بتاچکا هون ، پهر امام طحاوی کے ماموں اور امام شافعی کے شاگرد ابوابراهيم اسمعيل المزني الامام اورقاضي بکار کے تعلقات پرمين نے روشني ڈالي تهي ، بتايا تها که امام مزني سے جدا هوکر امام طحاوی قاضي بکار کے سکریٹری بهي رهے ، اوران سے بڑهتے بهي رهے ، اسي زمانه مين قاضي بکار کا مزني کي کتاب مختصر کو دیکهکر حنفي مذهب کي تائيد، اورامام شافعي کي ترديد مين ايک ،، کتاب جليل ،، کي تصنيف مين مشغول هونا ، اوراسي کو مين نے امام طحاوی اور امام مزني کے تعلقات کے خراب هونے کا سبب قرار دياتها ، عجيب بات هے ، که سلف کي جتني کتابين اس باب مين اب تک ميری نظر سے گذری هين ، ان مين مزني اورطحاوی کے درميان کس مسئله پر اختلاف هوا ، اس کي تصريح نهين ملي ، صرف بعد کو ابن عساکر ابوسليمان بن ترب کے حواله سے تاريخ دمشق مين اتنا اضافه ملا که جهگڑے کا سبب يه هواکه

تكلم الطحاوی يوما بحضرة المزني في مسئلة فقال
له المزني الخ (تلخيص ابن عساکر ص ۲۴)

چونکه مسئله ،، کا لفظ عموما جب بولاجاتاهے تو اس سے علمي مسئله هي مراد لياجاتا هے ، اسلئے اس سے اتنا تومعلوم هوا که گفتگو علمي مسئله مين هورهي تهي ، ليکن حيرت هے ، که مولانا عبدالحي فرنگي محلي جنکے ماخذ تقريبا وهي کتابين هين ، جن سے من نے مواد فراهم کيا هے ، ليکن انهون نے خدا جانے کس سند کي بنياد پر اپني کتاب ،، الفوائد البهية ،، مين اس جهگڑے کا ذکر کرتے هوئے ارقام فرمايا هے که

---

۱ السيوطي کي اصل عبارت يه هے ، که "انه (ای ابوجعفر الطحاوی) ليس من طحا بل من طحطوطه قرب بقرية طحا فکره ان يقال له طحطوطي ،، يعني طحطوطي کا لفظ چونکه ذرا بهونڈا تها اسلئے امام طحاوی اپنے کو ،، طحاوی ،، لکهنے لگے ، ليکن ميرے خيال مين ايک ايسے جليل امام کي طرف غلط بياني کا انتساب اوروه بهي ايک لفظي وجه سے مشکل هے ، کيونکه سمکتا هے که برادران شوافع کي طرف سے يه بهي ايک لطيفه هے ، ورنه شامي کے مشهور محشي علامه طحطحاوی نے توان انتساب کو باقي رکها "۲۲"

كان الطحاوى يكثر النظر في كتب ابى حنيفه فقال
له المزني لايجي منك (مطبوعه هند ص ١٨)

اگر مولانا مرحوم کا یہہ بیان قیاسی نہین ہے ، بلکہ کسی تاریخی حوالہ پرمبنی ہے ، تو پہر جس نتیجہ تک مین عقلی اور قیاسی قرائن کی روشنی مین پہنچا ہون ، اسکی گونہ تاریخی تائید بہی مہیا ہوجاتی ہے ، لیکن جہان تک میرا خیال ہے ، کچھہ اس مین زلت قلم ہوئی ہے ، کیونکہ اب تک کسی کتاب مین اتنی صاف صراحت اس مسئلہ کی مجھے نہین ملی ، میرا گمان ہے خدا کرے کہ غلط ہو ، کہ ابن خلکان نے المزنی کے متعلق جو امام طحاوی کے واسطے سے بعد نقل کیا ہے کہ جب مذہب بدلنے کے متعلق ان سے سوال کیا گیا ، توانہون نے فرمایا کہ مین اپنے ماموں مزنی کو دیکھتا تھا کہ (كان يديم النظر الى كتب ابى حنيفه ص ۹) شاید کچھہ اسی سے خلط مبحث ہوا ہے ، اور اسی وجہہ سے شروع مین مولانا کے اس قول کو مین نے پیش نہین کیا ، قریب قریب شاہ عبد العزیز صاحب نے بہی یہہ ہی کیا ہے ، (کہ المزنی طحاوی را تعبیر بہ بلادت کرد ص ۸۰) حالانکہ یہہ قیاسا توکہا جاسکتا ہے لیکن مورخین نے اس کی تصریح نہین کی ہے ، بہرحال اگر ان حضرات نے ان فقرون کو کسی معتبر مورخ کی کتاب سے نقل فرمایا ہے تو مسئلہ اور زیادہ صاف ہوجاتا ہے ،

اب مین پہر اس سلسلہ کے آیندہ واقعات پر بحث کرنا چاہتا ہون ، میرا خیال ہے ، کہ قاضی بکار نے اس وقت جب طحاوی ان کے ساتھہ تہے المزنی کی مختصر کے مقابلہ مین اپنی "کتاب جلیل" جو تصنیف کی ، چونکہ اس کتاب کی تصنیف مین بطور مددگار کے امام طحاوی کی شرکت یقینی ہے ، آخر وہ اسی شافعیت اورحنفیت کے قصہ مین تو اپنے ماموں کے یہان سے الگ ہوئے تہے ، اورجیسا کہ میرا خیال ہے جہگڑے مین شدت قاضی بکار کی اسی تصنیف جلیل کی بدولت پیدا ہوئی ، ایسی صورت مین ظاہر ہے کہ طحاوی سے زیادہ اس کتاب سے اور کس کو دلچسپی ہوسکتی تہی ، مگر جب قاضی بکار عہدہ قضاء سے الگ ہوگئے ، اور انکی وجہہ سے طحاوی بہی معاشی مشکلات مین مبتلا ہوئے ، مین نے بتایا تہا ، امام پر جس وقت یہ افتاد پڑی

سه [illegible]

اس وقت تک مزني زندہ تھے ، اس مصیبت مین هوسکتاتها که اپنے سرپرست قاضي بكار كو حکومت کے عتاب اور ایسے سخت عتاب مین پاکر وہ اپنے مامون کي بناہ ڈھونڈتے ، لیکن جہان تک واقعات سے معلوم هوتا هے که غیرت مند بھانجے کو مامون کے الفاظ سے اتنا صدمہ پھونچا تھا ، که اس حال مین بھي وہ ان کي طرف رجوع نہ هوئے ، حالانکه اس حال مین وہ برسون مبتلا رهے ، خدا هي جانتا هے که اس زمانہ مین انکے بسر اوقات کي کیا صورت تھي ، حکومت بگڑي هوئي ، موروثي جائداد پر چچا کا قبضہ ، اسي لئے جہان تک میرا قیاس هے که مزني کي زندگي مین براہ راست تصنیف و تالیف مین مشغول هونے کا طحاوی کو موقعہ نہ ملا ، مامون نے انکے متعلق جو پیشر گوئي ناکامي نامرادی کي کي تھي ، ایک طرح سے انکي زندگي تک گویا پوری هي هورهي تھي ، طحاوی چاهتے هونگے ، که کاش ! کچھہ بھي فرصت میسر هو تو مین ان کو اپنا جوهر دکھاؤن ، لیکن بیچارے کو زمانہ کے سخت هاتھون نے اس کا موقعہ نہ دیا ، تاآنکه طحاوی کو اسي حال مین چھوڑکر سنہ ۲۶۴ ھ مین امام مزني کا انتقال هوگیا ، مگر طحاوی کي مصیبت پھر بھي ختم نہ هوئي ، بالآخر خدا خدا کر کے المزني کي وفات کے بارہ تیرہ برس بعد قاضي محمد بن عبدہ کے زمانہ مین انکا " عسر " " یسر " سے بدلا ، بجز چند دنون کے جب خلیفہ ابن ابا نے آپ کو جیل دیدیا تھا لیکن یہہ ایک فوری مصیبت تھي ، جو ٹل گئي ، پھر ان کو اس قسم کي پریشانیون سے سابقہ نہ پڑا ، حساب سے معلوم هوتا هے که امام طحاوی کو قاضي محمد بن عبدہ کي سکریٹری هونے کے بعد چوالیس سال کي طویل مدت ایسي ملي ، جس مین وہ اطمینان سے جس حد تک دنیا مین آدمي کو یہہ لفظ ناشرمندہ معني ملسکتا هے ، کام کرنے کا ، اور اپني زندگي کے نصب العینون کي تکمیل کا موقعہ ملا ، یون تو عام طور پر لوگ ملا علي قاری کے طبقات کے حوالہ سے طحاوی کي تالیفات کے متعلق یہہ فقرہ نقل کرتے هین که

ان معاني الاثار اول تصانیفه و مشکل الاثار آخر تصانیفه

الدرة البهیه ص ۱۸

ممکن ھے کہ ملا علی قاری نے یہہ حوالہ کسي معتبر کتاب سے اخذ کیا ھو ، لیکن باوجود تلاش کے متقدمین کي کتابون مین اب تک مجھے یہہ چیز نہین ملي ۔

جہان تک میرا خیال ھے ، معاني الاثار اگر اس مقصد کو پیش نظر رکھکر واقع مین لکھي گئي ھے ، جسکا اظہار امام نے اس کتاب کے دیباچہ مین فرمایا ھے ، کہ

سالني بعض اصحابنا من اهل العلم ان اضع له کتابا اذکر فیه الاثار الماثورة عن رسول الله صلي الله علیه وسلم في الاحکام اللتي یتوهم اهل الالحاد والضعفة من اهل الاسلام ان بعضها ینقض بعضها (ص ۱)

جس سے معلوم ھوتا ھے ، " معاني الاثار " انہون نے گویا ان لوگون کو پیش نظر رکھکر لکھا ھے، جو ایماني کمزوری اورجہالت کی وجہہ سے حدیثون کي صحت کے سرے سے منکر تھے ، گویا اس کتاب کا تعلق حنفي اور شافعي اختلاف سے نہین ھے ، کیونکہ خدانخواستہ احناف و شوافع کو اھل الالحاد اور " ضعیفة اهل الاسلام " کیسے کہہ سکتے ھین ، جو حدیثون کے علمبردار ھین ، بلکہ بہ نسبت اورآئمہ کے حدیثون کے مسئلہ مین گویا زیادہ بدنام ھم ھین جسکي طرف مین نے تمہید مین کچھہ اشارہ بھي کیا ھے ۔

جہان تک مین سمجھتا ھون کہ اس نقطۂ نظر سے امام طحاوی کو سب سے پہلے کتاب لکھنے کي کوئي وجہ نہین معلوم ھوتي ، بلکہ جن واقعات و حالات کا مین ذکر مین کرچکا ھون اگر انکو سامنے رکھا جائے' تو یہہ ھي سمجھہ مین اتا ھے کہ سب سے پہلے جس تصنیفي کام کي ان مین صلاحیت اورجس کا سلیقہ پیدا ھوسکتا تھا ، وہ وھی چیز ھوسکتي ھے ، جسکی مشق انہون نے قاضي بکار کي صحبت مین بہم پہونچائي تھي ، اورجس کی لو ان کو شروع سے لگی ھوئي تھي ، اس لحاظ سے مین اگر دعوی کرون کہ امام نے سب سے پہلے جو کتاب لکھی ھے وہ انکي وھي کتاب ھوسکتي ھے ، جسکا نام مختصر الطحاوی ھے ، اورجو آپ کے ماموں المزني کي کتاب مختصر المزني کہ تکریر لکھي گئي ھے ، کیونکہ اس کتاب مین تقریبا وھي مضامین بیان کئے گئے ھین ، جن پر قاضي ،، بکار ،، کي کتاب مشتمل تھي ، اپني مختصر کے دیباچہ مین طحاوی

خود هي ارقام فرماتے هين

جمعت كتابي هذا اصناف الفقه التي لايسع الانسان
جهلها و بنيت الجوابات عنها من قول ابي حنيفه و
ابي يوسف و محمد

يهه " ديباجه " حاجي خليفه نے كشف الظنون مين نقل كيا هے پهر اسكے شارح احمد بن علي
الوراق كے حواله سے اس كتاب كے متعلق اتنا اور اضافه كيا هے ،

اذ كان هذا الكتاب يشتمل علي عامة مسائل
الخلاف و كثيره من الفروع (ص ۱۴۳ جلد ۱

جس سے معلوم هوتا هے ، كه اس مين ،، قاضي بكار ،، كي طرح زياده تر خلافياتي فروع پر
امام ابي حنيفه اور قاضي ابويوسف امام محمد كے نقاط نظر سے بحث كي گئي هے ، اور سچ
پوچهئے تو يهه دراصل " المزني " كي مختصر كا جو " قاضي بكار " كي كتاب كے بعد دوسرا
جواب هے ، صرف اسلئے نهين كه اس كا بهي نام مختصر هے بلكه حاجي خليفه نے لكها هے ،
كه امام طحاوى نے اپني اس مختصر كو

الفقه صغيرا و كبيرا و رتبه كترتب المزني (ص ۱۴۳)

گويا يون سمجهنا چاهئے ، كه " قاضي بكار " كي كتاب كا " مختصر الطحاوى " نقش ثاني هے ،
اسي كي مشق اپنے استاد اور قاضي سے كي تهي ، اسي لئے اسپر سب سے پهلے قلم اٹهايا ،
بلكه اس كتاب كا لكهنا تو انكي زندگي كا ايك بڑا نصب العين تها ، ماموں كو چهوڑ كر بهاگے
تهے ، انهون نے نامرادى كي بد دعا دى تهي ، وه دكهلانا چاهتے تهے كه جو كمال آپ نے
شافعي مذهب مين حاصل كيا هے ، اگر حنفي مذهب جسكي تائيد كے جرم مين من سراپا
گناه هون ، وهي كمال حاصل كر كے نه دكهايا ، تو بات هي كيا هوئي ، مورخين باتفاق
لكهتے هين كه

لما صنف مختصره قال رحم الله ابا ابراهيم لو كان
حيا لكفر عن يمينه (ص ۱۸

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اپنے ماموں کے دعوی اور پیش گوئی کے مقابلہ میں انہوں نے بھی کتاب لکھکر بتائی تھی، ایسی صورت میں غور کیا جاسکتا ہے کہ موقعہ ملنے کے باوجود وہ بجائے مختصر جس سے انکے ماموں صاحب کی پیش گوئی غلط ہوسکتی تھی تو وہ کوئی دوسری کتاب کیوں لکھتے، انکا شروع سے نشانہ مزنی اور مزنی کی پیش گوئی ہی تھی، بیچارے کو جب تک زمانہ نے موقعہ نہ دیا، اور یہہ اتفاق تھا کہ جب تک امام مزنی زندہ رہے، طحاوی انکی قسم توڑنے کا سامان فراہم نہ کرسکے، لیکن جوں ہی انکو پہلا موقعہ ملا انہوں نے سب سے پہلے شافعی مذہب کے مختصر کے مقابلہ میں ٹھیک انہی ابواب و فصول کے ساتھہ جو مزنی نے اختیار کی تھی، اپنی مختصر مرتب کی، یہہ ہوسکتا ہے کہ پھر عمر بھر اس میں ردو بدل کاٹ پیٹ کا سلسلہ انہوں نے جاری رکھا ہو، بلکہ یہہ بات کہ طحاوی نے دو مختصر ایک کبیر اور ایک صغیر لکھا ہے، میرا خیال ہے کہ "کبیر" تو انکی اصلی کتاب ہے جو اغلب قرینہ ہے کہ قاضی "بکار" کے قدم بقدم ہوگی، پھر بعد کو انہوں نے اسی کو جب سمیٹا ہوگا، اسی کا نام "مختصر صغیر" رکھدیا ہوگا،

حضرت مولانا شاہ عبد العزیز رح دہلوی نے اپنی کتاب بستان المحدثین میں امام طحاوی کے انتقال مذہب کے قصہ کو بیان فرمانے کے بعد جو یہہ لکھا ہے، کہ مزنی کے حلقہ کو چھوڑنے کے بعد ابوجعفر طحاوی نے

> سعی بسیار کرد تا آنکہ در فقہ مہارت پیدا کرد و
> مختصر تصنیف نمود کہ اورا مختصر طحاوی گویند
> بستان المحدثین (ص ۸۷)

اس سے بھی یہی حال معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب بھی "مختصر" ہی کو امام طحاوی کی اس تعلیمی جد وجہد کا سب سے بڑا نصب العین سمجھتے ہیں، جس میں وہ اپنے ماموں کے یہاں سے الگ ہونے کے بعد مصروف ہوئے،

حافظ ابن عساکر نے اپنی تاریخ دمشق میں طحاوی ہی کے حوالہ سے یہہ روایت نقل کی ہے، جس کے الفاظ یہہ ہیں کہ طحاوی کہتے تھے،

قرئت قولي الاول قرئت المزني في المنام وهو يقول يا
اباجعفر غضبتك وكررها مرتين (ص ٥٦ ج ٢)

بظاہر اس روایت مین بیان کرنے والے نے کچھہ اجزاء چھوڑ دئے ہین ، میراخیال ہے ، کہ جب مختصر کی تصنیف سے طحاوی فارغ ہوئے ہین ، کیونکہ اس واقعہ کا ذکر اسی کے بعد کیا گیا ہے تو انہون نے اپنی مختصر مین اپنے اس دعوی کو جو انکے اور مزنی کے درمیان بناء مخاصمت تھی ، جب اپنی کتاب مین پڑھا ، اور ماموں کا قدرتی طور پر خیال آیا ہوگا کہ اسی مسئلہ مین ان سے جھگڑا ہواتھا ، رات کو جب سوئے تو مزنی کو خواب مین دیکھا کہ وہ فرمارہے ہین کہ "ابوجعفر! مین نے تمہین غصہ دلایا ابوجعفر مین نے تمہین غصہ دلایا "

کنیت کے ساتھہ کسی کو مخاطب کرنا عربی زبان کے محاورہ کے رو سے عزت یا محبت پر ہی دلالت کرتا ہے ، گویا ایک طرح سے معذرت اور دل کی صفائی دونون کا اس سے اظہار ہوتا ہے ، ظاہر ہے کہ طبعا جب امام طحاوی صبح کو اٹھے ہونگے ، خواب کا خیال آیا ہوگا پرانا قصہ یاد آیا ہوگا ، دونون مین خون کا رشتہ تھا ایسے موقعہ پر اس کا جوش مین آجانا محل تعجب نہین ہے ، ابن عساکر والی روایت مین اسی کے بعد جو یہہ اضافہ ہے کہ

فاجتاز الطحاوی بعد ذالك بقبر المزني فقال رحمك
الله يا ابا ابراهيم امالو كنت حيا لكفرت عن يمينك

کچھہ تعجب نہین کہ خواب سے متاثر ہوکر امام طحاوی اسی دن غالبا ماموں کی قبر پر پہونچے ہونگے اور اب اسی قسم کے کفارہ کا دوبارہ ذکر انہون نے قبر پر کیا ، میرے خیال مین بجائے تعریض کے اگر اسکا یہہ مطلب لیا جائے کہ اپنے ماموں کا امام شکریہ ادا کرتے تھے ، کہ آپ سے اس دن جھگڑنے کا نتیجہ یہہ ہوا کہ اس شر سے ایک " خیر " پیدا ہوگیا ، اگر آپ آج زندہ ہوتے اور میری علمی عظمت و شہرت اور میری فنی قابلیت و لیاقت کو دیکھتے ، تو خوشی سے آپ اپنی قسم کا کفارہ ادا کردیتے ، واقعہ یہہ ہے کہ اگر یہہ قصہ پیش نہ آتا تو شاید امام طحاوی مین وہ کد نہ پیدا ہوتی جس نے انکو بالاخر امامت کے مرتبہ پر پہونچادیا

بہرحال یہہ تو ایک نکتہ بعد الوقوع ہے ، کہتے ہین یون بھی امام طحاوی کی ایک گونہ

عادت سی ہوگئی تھی، کہ جب طالبہ کو درس دیتے ہوئے کسی پیچیدہ مسئلہ کے حل کو پیش کرتے جو خود انکی ذاتی غوروفکر کا نتیجہ ہوتا تو بیان کرتے کئے بعد عموما، اسی رحم اللہ کے فقرہ کو دہراتے "فوائد بہیہ" اور "جواہر مضیہ" میں یہہ ہے کہ

فکان (الطحاوی) اذا درس واجاب في شئي من المشكلات يقول رحم الله خالي لوكان حيا لكفرعن يمينه (ص ١٨ الفوائد للفكرنكي المحلي)

یہاں مدرسہ کا ایک دلچسپ لطیفہ قابل ذکر ہے، وہی پرانی مثل کہ "خشم مرا بمدرسہ کہ برد" کہ ایک پرلطف مثال ہے، مطلب یہہ ہے، کہ طحاوی کا یہہ قول کہ "میرے ماموں کو اپنی قسم کا کفارہ دینا پڑتا اگر زندہ رہتے" اسپر مدرسہ کے مولویوں نے ایک اعتراض جڑدیا کہ امام مزنی نے تو "واللہ ما جاء منك شے" کہاتہا، یعنی قسم میں صیغہ ماضی کا تہا اور واللہ بھی ایسے مواقع میں جب بغیر نیت کے سبقت لسانی کے طور پر نکل جاتا ہے تو ایسی صورت میں طحاوی کا جو مذہب ہے یعنی حنفی فقہ کی رو سے کفارہ ہی کیسا کہ واجب ہوتا ہے، غالبا کسی "ملا" نے شاہ عبد العزیز صاحب پر یہہ اعتراض کیا تہا، مدرسہ میں جب اعتراض اٹھہ جائے تو بہلا اس کا جواب نہ دیا جائیے بغیر اسکے لوگوں کی تسلی کیسے ہوسکتی ہے، بیچارے شاہ عبد العزیز صاحب نے بستان المحدثین میں اسکا یہہ جواب دیاتہا،

این حکم برمذہب مزنی است نہ بر مذہب طحاوی

یعنی شافعیوں کے مذہب میں چونکہ اس قسم کی قسم جو بغیر قصد و ارادہ کے ہو اسپر بھی کفارہ لازم آتا ہے، تو مزنی کو اپنے مذہب کی رو سے توکفارہ دینا ہی پڑتا، اور یہ ہی طحاوی کی مراد تہی، مگر مدرسہ کا یہہ بھی قاعدہ ہے، کہ جو اعتراض وہاں اٹہا، پھر قال اقول کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا، مولانا عبد الحی فرنگی محلی نے اپنی کتاب الفوائد البہیہ کے حاشیہ پر شاہ صاحب کے اس جواب پر پہر اعتراض کردیا

قلت هذا انما يصح اذا كان يمينه بلفظ ،، لا جاء منك ،، على لفظة الماضي كما في بعض الكتب واما اذا كان يمينه بلفظة

" یجئی " علی الاستقبال فالکفارۃ واجبۃ فیہ ۵
عندنا ایضا کما لا یخفی علی ماھرالفقہ ۵

ظاھر ھے کہ یہہ ایک تاریخی مسئلہ ھے، کوئی قران کی آیت، بلکہ حدیث بھی نہیں ھے کہ مورخین بیچارے بجنسہ ان الفاظ کے نقل کے ذمہ دار ھوں جومزنی نے کہاتھا، میں نے کہیں نقل بھی کیاھے کہ انہیں، کتابوں میں ،، لاافلحت ،، وغیرہ کے الفاظ ھی آئے ھیں، اسلئے اسپر بحث ھی غیرضروری ھے، ورنہ اگر سوال اٹھایا جائے تو بہت سے اٹھہ سکتے ھیں، مثلا یہی کہ اگر کوئی قسم کھاکر مرجائے اور واقعہ اسکی قسم کے خلاف ظھور پذیر ھو تو قسم کھانے والے کو گناہ ھوگا یا نہیں اگر وہ ذمہ دار ھے، تو ورثہ کو اُو " دین " کے تحت وجوبا یایوں ھی تبرعا کفارہ ادا کرناچاھئے یا نہیں، مگر میری غرض صرف ایک دلچسپ لطیفہ کا ذکر ھے، بھلا تاریخی مباحث میں اگر ان سلسلوں کو چھڑا جائے، تو ایک واقعہ بھی ختم نہیں ھوسکتا،

مگر اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ امام طحاوی کےلئے اس دن کا یہہ قصہ اسی " امرۃ سودا " کا " یوم الحدیا " ھوگیا، جس کا ذکر حضرت عائشہؓ کے حوالہ سے صحیح بخاری من ھے اورجو ھرمجلس سے اٹھتے ھوئے،

و یوم الحدیا من تعاجیب ربنا ۵
الا انہ من بلدۃ الکفر انجانی ۵

پڑھاکرتی تھی،

اور اب میں امام طحاوی کے اس " یوم الحدیا " کے " تعاجیب ربنا " کی کچھہ تفصیل بیان کرنا چاھتاھوں، میرا مطلب یہہ ھے کہ اس واقعہ پر آئندہ جو نتائج مرتب ھوئے، اب انکو نمبر وار بیان کروں

سب سے پہلی بات تو یہہ ھی، کہ المزنی کی مختصر سے قاضی ،، بکار ،، کی جو کتاب جلیل پیدا ھوچکی تھی، سچ پوچھئے تو اسی واقعہ کی بدولت امام طحاوی کو ،، بکار ،، کی کتاب کے زیر اثر اور زیر ھدایت و رھنمائی اس سے بہتر نقشہ پر اپنی مختصر ،، صغیر ،، و ،، کبیر ،، کے تیار

کرنے کي توفیق هوئي ، نہ یہہ واقعہ پیش آتا ، نہ طحاوی مامون کو چھوڑ تے ، نہ قاضي بکار ان پر مہربان هوتے ، اور انکي هر طرح کي امداد کرکے اس قابل بناتے ، کہ وہ مختصر مزني جیسي کتاب کے مقابلہ کي کتاب لکھہ سکتے ،

مختصر مزني کے متعلق ابن سریج کا جو خیال تها اسکا ذکر آچکا هے ، حاجي خلیفہ نے کشف الظنون مین اس پر اور یہہ اضافہ کیا هے کہ علماء شافعیہ نے مزني کے بعد

علي منواله رتبوا و لکلامه فسروا و شرحوا هم عاکفون
علیه و دارسون له و مطالعون فیه دهرا (ص ۲۳۵ ج ۲)

شافعیون کي ایسي ٹھوس کتاب کے مقابلہ مین حنفیون کي طرف سے امام طحاوی کا اپني مختصر پیش کرنا کوئي معمولي بات نہین هے ، اور معاملہ صرف اسي پر ختم نہین هوگیا ، ان شروح و حواشي کے سوا جو اس وقت تک مختصر طحاوی پر علماء احناف نے لکھے هین ، علاوہ عام مصنفین جیسے احمد بن علي الوراق وغیرہ کے حنفیون کے دو جلیل القدر فاضلون یعني صاحب احکام القران ابوبکر الجصاص المتوفي اور ان سے بھي بڑھکر علي بن محمد الاسیجابي المتوفي سنہ ۵۳۴ ھ هین ، جنکا یہہ فخر بھي کیا کم هے ، کہ ان کے ایک شاگرد صاحب هدایہ کي کتاب هدایۃ آج ساڑھے سات سو سال سے تمام مشرقي ممالک کے درس مین داخل هے ، کہتے هین کہ اسیجاب چیني ترکستان کا کوئي شہر هے ، گویا اسي دن کے واقعہ نے مصر اور چیني ترکستان جیسے دور دست علاقون کا علمي ڈانڈا ملا دیا ، اسیجابي کے متعلق طاش کبری زادۃ نے لکھا هے ،

لم یکن بما وراء النهر في زمانه من یحفظ المذهب
مثله (مفتاح السعادۃ ص ۱۳۸ ج ۲)

طحاوی کے مختصر کے متعلق یہہ کام تو خیر گھر مین علماء احناف [illegible] کرتے رهے ،

لیکن اس سے زیادہ اس کا اثر شوافع پر پڑا ، سب جانتے تهے ، کہ مختصر المزني کے رد مین قاضي بکار نے جو ،، کتاب جلیل ،، لکھي تهي ، وہ اگرچہ مردہ هوگئي ، لیکن طحاوی نے اپنے مختصر سے اسي کتاب کو زندہ کر دیا هے ، کیونکہ بنا جکا هون ... قوت دیگر زندہ

کہ امام طحاوی نے اپنی اس کتاب کو کتب ابی حنیفہ یعنی امام محمد کی کتابوں سے الگ ہوکر

رتبہ کترتیب المزنی ﴿

یعنی مزنی کی مختصر کے ہر باب کے مقابلہ مین طحاوی نے بھی وہی باب قایم کیا ہے اورجہان

جہان انہون نے حنفی نقطۂ خیال پر تنقید کی ہے، پوری طاقت سے اس کا جواب دیا ہے،

اسلئے عام متون کے برعکس

یشتمل علی عامۃ مسائل الخلاف (کشف ص ۱ ۲۴) ﴿

اس کی خصوصیت ہے،

طحاوی کی یہ کتاب شوافع پر سخت گران گذر رہی تھی ، لیکن کسی کی ہمت نہین

ہوتی تھی، کہ میدان مین اترے اور واقعہ یہ بھی ہے، کہ امام شافعی تو خیر امام ہین ، لیکن

مختصر طحاوی کا مقابلہ اگر کوئی کرسکتا تھا تو المزنی ہی کا قلم ہوسکتا تھا، لیکن افسوس کہ حالات

ایسے پیدا ہوئے، کہ ان کی زندگی مین طحاوی اپنی کتاب مرتب نہ کرسکے ، جسکا عمر بھر انکو

افسوس رہا کہ قدر گوہر گوہر شناخت ہی کرسکتا تھا،

بہر حال اس کتاب کے بعد عام طور پر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شافعیون کا رنگ بہت

پھیکا پڑتا چلا جاتا تھا، جسکا ثبوت مین ابھی کرونگا، اسلئے "شافعیت" کے ہمدردون مین

بڑی کھلبلی مچی ہوئی تھی ، ان مین حدیث کے جاننے والے تو بہت تھے ، لیکن مزنی کی

مختصر ہو یا طحاوی کی دونون مین حدیث سے زیادہ فکری و نظری قوت سے کام لیا گیا تھا،

اور اسکے ساتھ "حدیث" کے لحاظ سے بھی کوئی گوشہ کمزور نہ تھا ، کیونکہ امام طحاوی

بخلاف عام علماء احناف کے دونون میدانون کے مرد تھے، جسکا اعتراف جیسا کہ ذکر ہوچکا انکے

ایک حریف نے قاضی ابوعبیداللہ کے بھرے اجلاس مین کہا تھا، اور ذہبی نے طحاوی کے مناقب

مین اسکو نقل کیا ہے، یعنی

فلما یجمع فی .... ﴿

جہان تک میرا خیال ہے تقریبا سو سال تک مصر ہو، یا بغداد ، خراسان ہو یا حجاز حالانکہ

ھرجگہ علماء شافعیہ کی خاصي تعداد پائي جاتي تھي ، اوران مین بڑے بڑے لوگ تھے لیکن مختصر الطحاوی کے مقابلہ مین کسي کا قلم نہ اٹھا ، بالاخر چوتھي صدی کے وسط مین گویا طحاوی کے وفات سے تقریبا سو سوا سو سال بعد ایک عالم شوافع مین ابوبکر احمد بن الحسین بن علي خراسان کے مشہور شہر نیشاپور کے علاقہ بیہق مین پیدا ھوئے ، جو عام طور پر علمي دنیا مین ،، البیہقي ،، کے نام نامي سے مشہور و معروف ھین ، سنہ ولادت سنہ ۳۸۴ اور وفات سنہ ۴۵۸ ھے

حافظ ،، بیہقي ،، مین بچپن ھي سے سعادت و ھوشمندی کے آثار نمایان تھے ، ذھبي نے لکھا ھے ، کہ

کتب الحدیث و حفظہ من صباہ (تذکرہ الحفاظ ص ۳۱۰ ج ۳)

خدا کي انکے ساتھہ خاص عنایت تھي ، علاوہ ان قدرتي اور طبعي صفات کے جن کا ذکر ذھبي نے ان الفاظ مین کیا ھے

بورک لہ في عملہ بحسن مقصدہ و قوۃ فہمہ و حفظہ

ان کو اپنے طلب علم کے سلسلہ مین جسکا دائرہ خراسان عراق حجاز جبال سب کو محیط ھے اور تقریبا سو سے اوپر اساتذہ سے استفادہ کا موقعہ ملا ، ایک تعلیمي خصوصیت انکو یہ حاصل ھوئي کہ مشہور محدث جلیل صاحب مستدرک الحاکم سے علم حدیث اور شافعي مذھب کے ممتاز فقیہ ناصر بن محمد ابوالفتح العروزی سے فن فقہ کے سیکھنے کا کافي موقعہ ملا ، گویا اس طرح سے حدیث اور فقہ دونون کي جامعیت جیسا کہ طحاوی کے حال مین نقل کرچکا ھون ، کم علماء کو میسر آتي ھے ، مگر انکو ھر ایک سے بہرۂ وافر ملا ، حدیث کے متعلق صرف اتنا ھي کافي ھے کہ بالاتفاق تمام مورخین انکو حافظ الحدیث کے لقب کے ساتھہ ساتھہ

من کبار اصحاب الحاکم ابي عبداللہ ابن البیع في الحدیث
ابن خلکان ذھبي مراۃ

قرار دیتے ھین ، نیز ان دونون علوم کے علاوہ مشہور شافعي متکلم و اصولي علامہ ابن فورک جو

خاص کر عبداللہ بن کرام رئیس فرقہ کرامیہ سے مناظرہ کے لئیے غزنی سلطان محمود کے دربار

مین بلائے گئے تھے، اور بقول ابن خلکان سلطان کے سامنے

جرت لہ بہا مناظرات ؎

ان سے کافی طور پر انھون نے استفادہ کیا تھا، یہ ہی وجہ ہے، کہ لوگ ان کے استاد الحاکم کے مقابلہ مین لکھتے ہین کہ

والزائد علیہ في انواع العلوم (ابن خلکان) ؎

ایک عجیب اتفاق یہہ بھی تھا کہ ان کے استاد الحاکم اور ابن فورک دونون کے دونون اپنے زمانہ

مین قلم کے بادشاہ تھے، حاکم کے تالیفات کے متعلق کہتے ہین کہ

صنف في علومہ ما یبلغ الفاو خمسمائۃ (ابن خلکان جلد ۱ ص ۴۸۴) ؎

اور تقریبا یہ ہی حال ابن فورک کا بھی ہے، کہ

بلغت مصنفاتہ في اصول الفقہ والدین ومعاني
القرآن قریبا من مائۃ مصنف ابن خلکان ج ۱ ص ۴۴۲ ؎

الغرض کچھہ ایسے مواقع علامہ بیہقي کو ملتے رہے کہ جسکا نتیجہ یہہ ہوا کہ

جمع بین علم الحدیث والفقہ وبیان علل الحدیث و
الجمیع بین الاحادیث (ذہبی ص ۳۱۰ ج ۳ ؎

لیکن یہہ عجیب بات ہے کہ سب سکچھہ سیکھے سیکھانے پڑھنے پڑھانے کے بعد بجائے اسکے

کہ یہہ اپنے علم سے کوئي دنیاوی سر بلندی حاصل کرتے جیساکہ اس زمانہ مین عام دستور تھا،

ابولحسن بیہقي گھوم گھماکر پھر اپنے گاؤن خسرو جرد ہي مین آکر گوشہ گیر ہوگئے، یہہ

خسرو جرد دراصل نیشاپور کے پرگنہ بیہق کے بہت سے گاؤن مین ایک چھوٹا سا گاؤن تھا ،

حضرت شاہ عبدالعزیز نے بستان المحدثین مین لکھا ہے،

بیہق نام چند دیہ است متصل در بست کروے از
نیشاپور کہ مجموع آن دیہات را بیہق گوئیند مثل
بارا ہربانہ در نواح دھلي ص ۳۹ ؎

الغرض علاقہ بیہق کے کسي مختصر سے گاؤن خسرو جرد مین عزلت نشین ہوگئے اور وہین

نہایت سادہ فقیرانہ زندگی بسر کرنے لگے ' ذہبی نے عبد الغافر کی تاریخ نیشاپور سے نقل کیا ہے

کان علی سیرۃ العلماء قانعا بالیسر متجملا فی زھدہ وورعہ ؁

غالبا "خسروجرد" ہی کے زمانہ کا یہہ حال ہے جس کا ذکر الیافعی نے مراۃ مین کہا ہے کہ

انہ سرد الصوم ثلاثین سنۃ ص ٨٢ جلد ٣ ؁

تحصیل کمال کے بعد اسطرح سے ایک دیہات کی طرف واپس لوٹنے جہان ظاہر ہے کہ نہ طلبہ زیادہ تعداد مین مل سکتے ہین اور نہ عقیدتمندون کا جھمیلا ہوسکتا ہے، اس قسم کی زندگی گذارنے کا، خصوصا بڑے بڑے مصنفین اساتذہ کی خدمت مین رہنے کے بعد، لازمی نتیجہ یہہ ہوا کہ درس و تدریس، تذکیر و وعظ قضاء افتاء وغیرہ سے زیادہ اپنی عافیت کی زندگی مین وہ اکثر و بیشتر تر تالیف و تصنیف مین مشغول رہے، چونکہ خاندانی طور پر یہہ شافعی تہے، اور ان کے جتنے بڑے اساتذہ ہین وہ بہی شافعی المسلک ہی تہے، خصوصا الحاکم کا شغف تو امام شافعی سے اتنا بڑھا ہوا تہا، کہ ایک مستقل کتاب ہی فی فضایل الشافعی تصنیف کی تہی، اسلئے قدرتی طور پر انکو شافعی مکتب خیال ہی کے متعلق کتابون کی تصنیف کرنے کا خیال پیدا ہوا، میرا خیال ہے کہ اس سلسلہ مین انکی پہلی کتاب وہی ہے جس مین انہون نے حضرت امام شافعی کے نظریات و مجتہدات کو جو ابتک مولفات بغدادیہ (اقوال قدیمہ) اور مولفات مصریہ (اقوال جدیدہ) نیز تلامذہ کی مختلف کتابون مین بکہرے ہوئے تہے، اور تقریبا دو سو سال سے اسی منتشر اور پراگندا حال مین پائے جاتے تہے جمع کیا ہے، چیونٹیون کے منہہ سے شکر کا جمع کرنا آسان نہ تہا، لیکن خدا نے امام بیہقی کو توفیق عطا فرمائی، اور جیساکہ ابن خلکان اور یافعی نے لکھا ہے

ہو اول من جمع نصوص الشافعی فی عشر مجلدات ص ١٢٠ [١] ؁
ابن خلکان و ص ٨٢ یافعی ؁

ملک مین عام طور پر انکی شہرت اور امام شافعی سے عقیدت کا عام چرچا اگر ایسے اہم کام کے

---

١ مگر تعجب ہے کہ ذہبی نے نصوص الشافعی کی کل تین جلد ہی بتائی ہین – ١٢

انجام دینے کے بعد ہونے لگا ہو، توکیا تعجب ہے،

سنین کے حساب سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ بیہقی اپنے اسی مختصرگاؤن مین تقریبا ۵۷ سال کی عمر تک مقیم رہے، ظاہر ہے کہ جن علمی کمالات اور غیرمعمولی حفظ و ذکاوت کے وہ مالک تھے پھر جن کثیرالتالیف اساتذہ یعنی الحاکم اور ابن فورک کی صحبتون مین انہون نے زندگی گذاری تھی، وہ انکو نچلے اور بیکار بیٹھنے کیسے دیتی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نصوص الشافعی کے بڑے کام سے فارغ ہونے کے بعد انہون نے شافعی مذہب کے متعلق کسی اور خدمت کے انجام دینے کا ارادہ کیا، شاید کام شروع کرچکے تھے، یا کرنے والے تھے، کہ اسی عرصہ مین طبقہ شافعیہ کے بعض علماء کو ان کی اس غیرمعمولی محنت کو دیکھکر جو نصوص الشافعی کے مرتب کرنے مین اٹھائی تھی، اور شافعیون پر دو سو سال سے جو بات بطور قرض کے چڑھی چلی آتی تھی، اسکو اتارنا تھا، انکو خیال گذرا کہ اسی قسم کا دوسرا فرض جو ہمارے طبقہ پر ایک مدت سے باقی چلا آرہا ہے، کیون نہین بیہقی ہی سے اسکے چکانے کی استدعاء کیجائے،

میری مراد امام طحاوی اور انکی کتابین خصوصا مختصر کبیر و مختصر صغیر سے ہے، جس مین المزنی کے مقابلہ مین حنفیہ کی جانب سے پورا زور دکھایا گیا تھا اور سچ تو یہ ہے کہ طحاوی کی اور کتابین بھی خواہ وہ کسی مقصد سے لکھی گئی ہون، مثلا معانی الاثار ہو، یا مشکل الاثار اگر براہ راست نہین، تو بالواسطہ اسکی زد بھی شافعیت ہی پر پڑتی تھی اور ایسی زد تھی، جیساکہ مین لکھ چکا ہون، سو سال تک کوئی اسکے مقابلہ کے لئے شافعیون مین تیار نہ ہوسکا تھا، بہرحال یہ تجویز طے ہوئی کہ ابوالحسن بیہقی کو طحاوی کے مقابلہ میں کھڑا کیا جائے، کیونکہ طحاوی کے مقابلہ کے لئے جس جامعیت کی ضرورت تھی وہ ان مین پائی جاتی تھی، افسوس ہے کہ اس شافعی عالم یا ان علماء کا خصوصیت سے تو مجھے پتہ نہ چل سکا، لیکن یہ بات کہ طحاوی کے مقابلہ مین بیہقی کو باضابطہ تحریک کے ذریعہ

سے آمادہ کیا گیا ، اس کا ذکر تو خود علامہ بیہقی نے اپنی کتاب "معرفۃ السنن و الاثار" مین کیا ھے ، کتاب الطہارت بالماء کے باب سے پہلے وہ خود ارقام فرماتے ھین

وحین شرعت فی ھذا الکتاب بعث الی بعض اخوانی من اھل العلم بالحدیث بکتاب ابی جعفر الطحاوی و شکا فی ماکتبہ الي مارای فیہ من تضعیف اخبار صحیحۃ عند الحفاظ حین خالفہا رائہ و تصحیح اخبار ضعیفۃ عند ھم حین وافقہا رائہ وسالني ان اجیب عما احتج بہ مما حکم

نہین کہا جا سکتا کہ یہہ تجویز کوئي شخصي رائے تھي ، یا کسی جماعت کي طرف سے بیہقي کے پاس پیش کي گئي تھي ، لیکن تجویز اور تجویز کے ساتھہ خود ابوجعفر طحاوی کی کتابون کا بھیجنا ، یہہ خود دلیل ھے کہ صرف کسي سرسری شکل مین بیہقي سے اس کا تذکرہ نہین کہا گیا ھے ، بلکہ باضابطہ زور ڈالا گیا ھے کہ وہ اس کام کو اپنے ھاتھہ مین لین ، اور اسي لئے پورے طور پر مسلح کرکے یعني طحاوی کي کتابون کے ساتھہ یہہ تجویز انکے پاس بھیجی گئي،

بیہقی پر بھي اس تحریک کا اثر اور پورا اثر ھوا ، صرف یہہ نہین کہ وہ اپني کتاب مین طحاوی کے اعتراضات کو بھی پیش نظر رکھنے پر آمادہ ھوگئے بلکہ اس کے بعد خود لکھتے ھین ، کہ اس مہم کي سرانجامی سے ابتک ھر شافعی عالم جو ھچکچا رھا تھا ، قبل اسکے کہ مین اس کے سر کرنے پر آمادہ ھوجاتا ، معاملہ کي اھمیت کے مدنظر جیسا کہ خود لکھتے ھین ، غیبي قوت سے نئي امداد لینا ضروری قرار دیا ،

فاستخرت اللہ في النظر فیہ و اضافۃ الجواب عنہ الي ماخرجت في ھذا الکتاب من کلام الشافعی عما احتج بہ او ردہ من الاخبار جوابا عما تکلف بہ ھذا الشیخ من تسویۃ الاخبار علي مذھبہ تضعیف ما لا حیلۃ لہ فیہ بما لا یضعف بہ و الاحتجاج بما ھو ضعیف عند غیرہ

مجھے "معرفۃ السنن و الاثار" کا نسخہ چونکہ نہین ملا ، اسلئے یہہ عبارت کشف الظنون ص ٢٨٦ ج ٢ سے نقل کی گئي، خلاصہ یہہ ھے ، کہ بیہقي نے استخارہ کہا اور استخارہ کے بعد

دریں دریائے بے پایاں دریں طوفان موج افزا ـ

دل افگندیم بسم الله مجریها و مرسیها

اورسو سال سے جو قرض شافعیہ پر حنفیون کا باقي چلا آرہا تھا، اسکے اتارنے کے لئے آستین چڑھالین، گو مجھے اسکا ابتک کوئي ثبوت نہین ملا ھے، لیکن غالب قرینہ ھے کہ اس سلسلہ مین مختلف جہات کے ان کے پاس کتابین فراھم کي گئین، آخر جب ابوجعفر طحاوی کے تالیفات ان کے مستعد ھونے سے پہلے ان کے پاس بھیجے گئے تھے، توآمادہ کرنے والون نے آیندہ ہرقسم کي امداد سے دریغ کیون کیا ھوگا، خصوصا اگر اس واقعہ کو بھي پیش نظر رکھہ لیاجائے کہ یہ ھي وہ زمانہ ھے جس مین علماء شافعیہ کے سب سے بڑے قدرشناس اورعقیدتمند نظام الملک طوسي اسي نیشاپور مین ملک شاہ سلجوقي کے مطلق العنان نائب السلطنت تھے، جوعلاوہ محط العلماء الشافعیہ ھونے کے خود بھي ایک بڑے عالم تھے، کبھي کبھي درس حدیث کا حلقہ اپنے ایام وزارت مین بھي قایم کیا، بلکہ اگر اسے بدگماني نہ سمجھي جائے تو کہہ سکتاھون کہ حافظ بیہقي کو فکری و نظری امداد بھي باھر سے پہونچائي جاتي ھوتو کچھ تعجب نہین، ھم دیکھتے ھین کہ ادھرعلامہ بیہقي نے طحاوی کے مقابلہ مین قلم اٹھایا، اور ایسا معلوم ھوتاھے کہ قبل اسکے کہ کتاب لکھکر تیارھوجائے، طبقہ شافعیہ مین اس کتاب کي دھوم مچي ھوئي ھے، حتي کہ بعض لوگون نے تو تکمیل کتاب سے پہلے ھي شافعیون کي حنفیون پرفتح کے خواب دیکھنا شروع کیا، یعني صرف خیالي خواب نہین جو شاید اس زمانہ کا ہر شافعي عالم تقریبا دیکھہ ھي رھا ھوگا، بلکہ واقعي خواب لوگون کو بڑنے لگے،

خود حافظ بیہقي کا بیان ھے کہ ابھي کتاب پوری بھي نہین ھوئي تھي بلکہ اسي وقت جب فرغت من تہذیب بعض اجزاء منہ ؎

انکے ایک شاگرد جن کا محمد بن احمد نام تھا، اورجنکے متعلق فرماتے ھین کہ

ھو من صالحي اصحابي و اکثر تلاوۃ و اصدقہم لہجۃ ؎

تھے، ان ھي محمد بن احمد صاحب نے علامہ بیہقي سے آکر ایک دن بیان کیا

رائت الشافعي في النوم و بيده جزء
من هذا الكتاب و هو يقول قد كتبت
اليوم من كتاب الفقيه احمد سبعة
اجزاء وقال قرئتها

اور محمد بن احمد صاحب نے ایک ھي دفعہ نھین ، بلکہ جب کچھہ اور اجزاء پورے ھوئے تو پھر اسي قسم کا خواب دیکھا، کیونکہ اس خواب کے بعد آگے یہہ الفاظ بھي ھین

وراء بعید ذالك

اور محمد بن احمد صاحب کے متعلق تو ،، اصدقھم لھجۃ ،، کے ذریعہ سے خود انکے استاد نے صفائي پیش کردی ھے ، لیکن انکے دیکھنے کے بعد یعني رات کو تو انھون نے دیکھا، خدا جانے انھون نے اپنا خواب کسي سے بیان بھي کیاتھا یا نھین ، کہ ایک انکے دوسرے شافعي بزرگ نے جیساکہ ان سے بھي حافظ بیھقي ھي راوی ھون ، اگرچہ انکے نام کي صراحت نھین کي گئي ھے اورنہ ،، لھجۃ ،، کي توثیق کي گئي ھے ، مگر فرماتے ھین

في صباح ذالك الیوم رای فقیہ اخرمن اخواني
الشافعي قاعدا في الجامع علی سریر وھویقول
استفدت الیوم من کتاب الفقیہ حدیث کذا وکذا

ذھبي کے تذکرہ الحفاظ مین ھے کہ بیھقي کے صاحب زادے اسمعیل جن کا لقب شیخ القضاۃ تھا، فرماتے تھے کہ ان دونون خوابون کي اطلاع مجھے میرے والد نے دی ، واللہ اعلم بالصواب

شوافع نے اس خواب کو کیسے برداشت کرلیا، جس مین امام شافعي کے متعلق دعوی کیاگیا ھو، کہ اپنے مقلد کي کتاب سے امام نے خود استفادہ کیا، لیکن جب شوافع اسکو تسلیم کرتے ھین، توھمن ان راویون پر شک کرنے کا کیا اختیار ھے خصوصا جب خود حافظ بیھقي یا انکے صاحب زادے کي طرف ان کو منسوب کیاگیا ھے،

خلاصہ یہہ ھے کہ امام طحاوی کي تردید کي تجویز پاس ھوئي اور علامہ بیھقي کو اسپر آمادہ کیاگیا، استخارہ وغیرہ کرکے وہ اس پر آمادہ ھوئے اور قبل اسکے کہ کتاب پوری ھو، شوافع کا بیان ھے کہ صرف عالم ناسوت اور شھادت مین ھي نھین بلکہ دوسرے عالم مین بھي

اس کا چرچا اس کی تکمیل سے پہلے بڑے زور و شور سے ہونے لگا، حتی کہ امام شافعی تک کی روح اس سے استفادہ کے لئے حاضر ہوئی اور یہ سارا قصہ تو کتاب کی تکمیل سے پہلے کا ہے، اسی سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ جس دن یہ کتاب مہذب ومرتب ہوکر پوری کتاب کی شکل میں تیار ہوئی ہوگی اس وقت شافعی طبقات میں کیا ہل چل مچی ہوگی، تاریخوں میں لکھا ہے کہ جب علامہ بیہقی اپنے گاؤں خسروجرد میں معرفۃ السنن کو لکھکر فارغ ہوئے، تو فوراً نیشاپور سے ان کے پاس پیغام بھیجا گیا کہ آپ اس کتاب کو لیکر خود نیشاپور تشریف لائیے، یہ پیغام کن لوگوں کی طرف سے آیا تھا، ابن خلکان نے تو مجہول کے صیغہ میں ذکر کیا ہے کہ

وطلب الی نیشاور لنشر العلم فاجاب و انتقل الیہا
ص ۲۱ جلد ۱

لیکن ذہبی نے بلانے والوں کا ذکر ذرا زیادہ واضح لفظوں میں کیا ہے یعنی،

طلب منہ الائمۃ الانتقال من الناحیۃ الی نیشاپور
لسماع الکتب (ص ۳۱۱ ج ۳)

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بلانے والے عوام نہیں تھے، بلکہ "الائمہ" تھے، جس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عام علماء بھی نہیں تھے کیونکہ اس زمانہ کی اصطلاح کی رو سے "الائمہ" تو علماء کے اسی طبقہ کو کہہ سکتے ہیں، جو علماء کے طبقہ میں بھی سب سے زیادہ سربرآوردہ اور ممتاز ہوں، ابن خلکان نے "لنشر العلم" کا لفظ لکھکر بات کو مجمل کردیا، حالانکہ ذہبی نے بجائے اسکے لکھا ہے، کہ بیہقی کو نیشاپور کے آئمہ نے بلایا تھا، تاکہ اپنی کتابیں خود اپنی زبان سے لوگوں کو سنائیں،

یہاں بظاہر یہ خیال گذر سکتا ہے، کہ خاص کر کے جو کتاب شوافع نے طحاوی کے توڑ پر بیہقی سے لکھوائی تھی، یعنی "معرفۃ السنن" محض اسکے سنانے کا تو اس میں ذکر نہیں ہے، لیکن خود ذہبی نے اسکے بعد جس واقعہ کا ذکر کیا ہے، اس سے یہ مسئلہ بھی صاف ہوجاتا ہے،

مطلب یہ ہے کہ جب علامہ بیہقی نے نیشاپور کے آئمہ کے پیغام کو منظور فرمالیا،

اور پورے ۵۷ سال کی جو زندگی خسروجرد کے گوشہ انزوا مین گذری تھی ، کیونکہ ذهبی نے لکھا ھے کہ خسروجرد سے نیشاپور بیہقی "فی سنہ احد و اربعین" مین آئے اور اس حساب سے ان کی عمر ۵۷ سال کی ہوتی ھے ، بہرحال جب وہ نیشاپور پہونچ گئے ، تو چوتھی صدی کا یہہ شہر جو ہر اعتبار سے قریب قریب بغداد اور فسطاط (مصر) کا ہمسر تھا ، یہان انہی آئمہ کی جانب سے یہہ انتظام کیا گیا کہ

اعدوا لہ المجلس ؎

یعنی باضابطہ ایک حلقہ قایم کیا گیا ، اور کن لوگون کا حلقہ ؟ کیا معمولی طالب علمون ، یا عام شہریون کا ؟ خود ذهبی لکھتے ہین کہ

حضرۃ الائمہ ؎

وهی " ائمہ " بطور مستفیدین اور معتقدین کے اس " حلقہ " مین شریک تھے پھر اس حلقہ مین بیہقی کو کس چیز کے سنانے کا حکم دیا گیا ، ابن خلکان نے " نشر العلم " کہہ کے بات پر پردہ ڈال دیا ، لیکن ذهبی نے صاف کھل کر لکھا ھے کہ

اعدوا لہ المجلس لسماع کتب المعرفۃ ؎

یعنی معرفۃ السنن والاثار مین فقہ کے ہر باب کے متعلق ایک کتاب جو امام طحاوی کی کتابون کو پیش نظر رکھکر لکھی گئی تھی ، اس کے سننے کے لئے یہہ مجلس آرائی نیشاپور مین کی گئی تھی ، اور شہر کے " الائمہ " اس مین شریک ہوکر کتاب اور صاحب کتاب کی عظمت کو بڑھا رہے تھے ، کون کہہ سکتا ھے کہ " الائمہ " کے اس گروہ مین صرف نیشاپور ھی کے شافعی علماء رہتے تھے ، یا باہر سے بھی علماء اس کتاب کو سننے کے لئے تشریف لائے تھے ، جب اسکے سماع کے لئے اتنا انتظام کیا گیا تھا ، تو کیا تعجب ھے کہ باہر سے بھی لوگ آئے ہون ، " معرفۃ السنن والاثار " چار جلدون مین ختم ہوتی ھے ، اندازہ کیا جا سکتا ھے کہ اتنی ضخیم کتاب کتنے دنون مین ختم ہوئی ہوگی ، اور جب ختم ہوئی ہوگی ، تو علماء شوافع جنکی بیٹھ

حنفیون کے قرض کے بوجھہ سے سو سال بعد ھلکی ھوئی تھی ، انکی روحانی مسرت اور خوشی کی کوئی انتہا ھوسکتی ھے ،

کہا جاتا ھے ، کہ جیسے کتاب کی تکمیل سے پہلے حافظ بیہقی کے تلامذہ نے گذشتہ بالا خواب دیکھے تھے کتاب کی تکمیل اور غالبا اس " مجلس آئمہ " مین سماع کے بعد ، ایک ممتاز سربرآوردہ عالم محمد بن عبد العزیز المروزی نے خواب دیکھا کہ جیسے وہ خود ان الفاظ مین بیان کرتے تھے ،

رئیت فی المنام کان تابوتا علا فی السماء یعلوہ نور ؎
فقلت ماھذا قال ھذہ تصنیفات احمد البیہقی ؎

علامہ بیہقی کے صاحب زادے اسمعیل بیہقی پہلے تو ان خوابون کو اپنے والد ابوبکر احمد بیہقی کے حوالہ سے بیان کرتے تھے ، ذھبی نے لکھا ھے کہ پھر فرمانے لگے

سمعت الحکایات الثلث من الثلاثۃ المذکورین ؎

یعنی پھر براہ راست بھی محمد بن احمد اصدقھم لھجۃ اور محمد بن عبد العزیز المروزی اور تیسرے جنکا نام معلوم نہ ھوسکا ، ان تینون خوابون کو سنا ،

اور یہہ تو اس کتاب کی شہرت عالم بالا مین تھی ، رھی اس پست دنیا مین اس کی کیا قدر ھوئی ، اور علماء شافعیہ پر اس کتاب کا کیا اثر پڑا ، اسکا اندازہ اسی ایک واقعہ سے ھوسکتا ھے ، کہ چوتھی صدی مین شافعیون مین جس گرامی ھستی کو بقول ابن خلکان

انتھت الیہ ریاستہ الاصحاب ۰۰۰ مسلم لہ ؎
المنبر و المحراب و الخطابۃ و التدریس و مجلس ؎
التذکیر ؎

اور مشہور شافعی استاد مطلق ابو اسحاق شیرازی جنھین خطاب کرکے فرماتے تھے

یا مفید المشرق و المغرب انت الیوم امام الائمہ ؎

اور جن کی وفات پر کہا جاتا ھے کہ

اغلقت الاسواق یوم موتہ وکسر منبرہ فی الجامع ؎

والطلبه كسروا محابرهم واقلامهم و ٥
اقاموا علي ذالك عاما كاملا ٥

میری مراد ''امام الحرمین'' سے ھے شاید ھي کوئي کتاب علماء اورعام کي تاریخ مین شوافع نے لکھي ھو، جس مین بیھقي اور ان کے ''کارنامہ'' کے متعلق ''امام الحرمین'' کا یہہ فقرہ نہ نقل کیا جاتا ھو کہ وہ فرمایا کرتے تھے

ما من شافعي المذهب الا للشافعي عليه منة ٥
الا احمد البيهقي فان له علي الشافعي منة ٥
اليافعي و ابن خلكان ص ۲۱ ٥

لوگ امام الحرمین کے اس فقرہ کو پڑھتے ھین اور گذر جاتے ھین ، لیکن سچ پوچھئیے ، تو ان چند الفاظ مین ''امام الحرمین'' نے اس تاریخ کو بیان کردیا ھے ، کہ جسے خدا جانے کتنے اوراق مین بیان کرنے کي کوشش کي ھے ، اوراب بھي مطئین نہین کہ جو کچھہ کہنا چاھتا ھون ، وہ پورے طور پر کہہ سکا ، یا نہین ، گو اس کي کوئي صحیح سند مجھے اب تک نہین ملي ھے کہ واقعي امام الحرمین نے ایسا ارشاد فرمایا تھا ، یا محض خوش اعتقاد شافعیون نے اس فقرہ کو انکي طرف منسوب کرکے اسے اچھال نے کي کوشش کي ھے ،

لیکن اس ''فقرہ'' کي ''معنویت'' خود دلیل ھے ، کہ کسي عمیق النظر ، ژرف نگاہ مفکر کا یہہ قول ھے ، جسکي نگاھین یہہ دیکھہ رھي تھین کہ اگر شافعي علماء سب کچھہ کرتے رھے ، لیکن اگر ''طحاوی'' کے حملون کا صحیح جواب ان کي طرف سے نہین دیا گیا ، تو روز نہ از روزھا دنیا سے شافعیت کا خاتمہ ھوجائیگا ، اور یہ ھي مطلب ھے امام الحرمین کا اپنے اس فقرہ سے کہ

الا احمد البيهقي فان له علي الشافعي منة ٥

مین نے جو کہین یہہ دعوی کیا تھا کہ طحاوی کي کتابون سے ،، شافعیت ،، کا رنگ پھیکا پڑتا چلا جارھا تھا اور وعدہ کیا تھا کہ اس کا ثبوت آگے آرھا ھے ، میرا اشارہ اسي طرف تھا

کي اس کي گواهي مين شافعيون کے " امام الائمه " اور " مفيد المشرق والمغرب " صاحب المنبر و المحراب امام الحرمين کو هي پيش کرنا چاهتا تها، اگر امام الحرمين کے کلام کا يهه مطلب نهين هے تو بتايا جائے که امام بيهقي نے امام شافعي پر طحاوی کے رد کے سوا اور کون بڑا احسان کيا، يهه بات که انهون نے فقه شافعيه کے متعلق بهت سي کتابين لکهي هين يهه انکي کوئي خصوصيت نهين هے خود انکے استاد الحاکم هي کا کام ان سے زياده هے، شافعيون کے "الباز الاشهب" ابن سريج هي کي تصنيفات کي تعداد چارسو بتائي جاتي هے، آخر اگر بيهقي کا اصلی کارنامه طحاوی کے مقابله مين شافعي مذهب و مسلک کي تائيد نهين هے، تو پهر تمام شوافع انکو

کان من اکثر الناس نصرالمذهب الشافعي (ابن خلکان)

کيون کهتے هين، واقعه يهه هي هے، که امام طحاوی نے "شافعيت" پر جو لاجواب بے پناه حملے کئے تهے، اگر بيهقي ان کے مقابله مين نه کهڑے هوجاتے تو خدا هي جانتا هے که شافعيت کا دنيا مين کيا حشر هوتا، حضرت شاه عبدالعزيز نے بستان المحدثين مين امام الحرمين کے مذکوره بالا فقره کو نقل فرمانے کے بعد بالکل بجا طور پر ارشاد فرمايا هے که

بتائيد ونصرت او (بيهقي) رواج ابن مذهب
(شافعيت) دوبالا گشته) ص ۵۰

بهرحال اسکا اعتراف کرنا چاهئے که ابوبکر احمد البيهقي نے مسلک شافعي کي بقا و ترويج مين بڑا انقلابی کام کيا، اورونکو ان کے کام سے اطمينان هوا هو يا نه هوا هو، ليکن شافعيون کا جو طبقه طحاوی کے اعتراضات اور تنقيح کی وجه سے دل گرفته هورها تها اگر اس طبقه کي تسلي انکي کتابون سے هوگئي، اورجب وه کهتے هين که هوگئي، تو پهر ان کي خدمات کی نه قدر کرنے کي کيا وجه هوسکتي هے؟

نيشاپور کي "الائمه کی مجلس" نے خود بيهقي کے حلقه مين شريک هوکر جب اتکا حوصله بڑهايا، اور اسي نيشاپور کے "امام الائمه" نظام الملک طوسي کے سب سے زياده چهيتے[۱]

۱- تاريخون مين لکها هے که اسلامي حکومت کے اس سب سے بڑے وزير کا حال يهه تها که جس وقت امام الحرمين ملنے تشريف لاتے (بالغ في اکرامه واجلسه في مسنده) ۱۲ ماخوذ از ابن خلکان

اور معظم و محترم عالم امام الحرمین نے اپنے مذکورہ تاریخی فقرہ سے ان کو امام شافعي کا محسن قرار دیکر گویا پوری دنیائے شافعیت کا محسن اعظم قرار دیا، قدرتي طور پر اسکا یہ ھي نتیجہ ھونا چاھئیے، کہ اس سلسلہ مین حافظ بیہقي کي سعي ومحنت کي رفتار اور تیز ھوجائے، انہون نے معرفت السنن کے بعد پھر ٹھیك مختصر الطحاوي کے کبیر و صغیر کے مقابلہ مین دو سنن کبیر و صغیر لکھي، اور جس طرح امام طحاوي کي مختصر کي خصوصیت یہہ تھي جسے نقل کرچکا ھون کہ

"رتبہ علي ترتیب المزني"، ٹھیك بیہقي نے بھي اپني اس صغیر و کبیر کو جیساکہ حاجي خلیفہ لکھتے ھین

السنن الکبرة و الصغرة کتابان لابي بکر احمد بن الحسین بن علي البیہقي وھما علي ترتیب مختصر المزني (ص ٦٧٣ کشف ج ٢)

اس موقعہ پر ھمین یہہ بھي تسلیم کرنا چاھئیے، کہ شوافع نے بیہقي کي کتابون کي جتني قدر کي، جتنا اسے دنیا مین روشناس کرانے کي کوشش کي انکي کتابون کي تعریف مین کبھي،

ماصنف في علم الحدیث مثلہ تھذیبا و ترتیبا و جودة (

جیساکہ السبکي نے لکھا ھے، کہ یا ذھبي نے

عمل (البیہقي) کتبا لم یسبق مثلھا

~~مجھے خیال آتا ہے~~ کہ بعض شافعیون نے تو قسم تك کھائی ھے کہ فقہ شافعي نے کوئي صحیح درك پیدا ھي نہین کرسکتا، جب تك بیہقي کي معرفت نہ پڑھے، الغرض خود بیہقي کے معاصرین جن مین امام الحرمین بھي ھین، اور ان کے بعد ھر ملك اور ھر طبقہ کے شوافع بیہقي اور انکي کتابون مین رطب اللسان رھے اور ھین، حتي کہ حاجي خلیفہ جو حنفي ھین انکے قلم سے انھي تعریفون سے متاثر ھوکر یہہ جملہ سنن صغیر و کبیر کے متعلق بے ساختہ نکل گیا کہ

لم یصنف في الاسلام مثلھما

اسیکا نتیجہ ھے، جیساکہ الیافعي نے لکھا ھے،

للبیہقي تصانیف کثیرة بلغت الف جزء نفع اللہ تعالي بھا المسلمین شرقا و غربا وعربا و عجما

اور هماری حکومت آصفیه باوجود حنفی المسلك هونے کے امام بیهقی کی سب سے بڑی کتاب " السنن الکبیر " جو علم کی انسائیکلوپیڈیا هے ، انکے دس ضخیم جلدون مین حال مین شایع کی هے ،

لیکن افسوس هے که جس کے مقابله مین یهه ساری هنگامه آرائیان هوئین یعنی امام طحاوی انکی غیر تو غیر خود حنفیون نے بهی جیسی کی چاهئے قدر نه کی حد یهه هے ، که اس وقت تك انکی مختصر کبیر تو خیر ، صغیر بهی طبع نه هوسکی ، مدت هوئی که صرف ایك کتاب "معانی الاثار" بغیر کسی تصحیح اور اهتمام کے هندوستان سے لیتهو مین شائع هوئی ، اور نهایت نامکمل ناقص غلط مسخ شکل مین چند سال هوئے که مشکل الاثار کی کچهه جلدین مطبع دائرة المعارف نے شایع کی هے جو مطبع کا قصور نهین بلکه علماء احناف کی اس بے توجهی کا نتیجه هے ، که هندوستان جیسے قدیم اسلامی ملك اور مسلمانون کی عظیم ترین آبادی مین اس کا بجز ایك ناقص غلط نسخه کے اسوقت تك کوئی کامل صحیح نسخه نه مل سکا تها ، خدا کرے اس کتاب کی تکمیل اور امام کی دوسری زرین کتابون کی اشاعت کی توفیق مسلمانون کو عموما اور دائرة المعارف کو خصوصا هو ،

خلاصه یهه هے که اپنے گاؤن خسروجرد سے نیشاپور بلائے جانے کے بعد جهان تك میرا خیال هے ، حافظ بیهقی کا مستقل مستقر نیشاپور هی رها ، ستره سال تك وه اسی شهر مین درس و تدریس املا و تحدیث کے ساتهه اپنے مشن (نصرت مذهب الشافعی) مین پورے انهماك کے ساتهه مشغول رهے ، اور چوهتر سال کی عمر پاکر سنه ۴۵۸ هجری مین پانچوین صدی کے وسط مین نیشاپور هی مین وفات پائی ، کها جاتا هے جیسا که شاه عبدالعزیز صاحب نے بهی لکها هے که حافظ بیهقی کی لاش کو

در تابوتے نهاده در بیهق آوردند و در
خسروجرد مدفون ساختند (ص ۵۰)

اور اس مین کوئی شبه نهین ، که کیفیتا کچهه هی کها جائے لیکن کمًا اور مقدار و ضخامت کے حساب سے بیهقی کے قلمی کارنامے امام طحاوی کی خدمتون سے بهت زیاده هین ، گذر چکا که لوگون نے بیهقیه

کے تالیفات کے متعلق اندازہ کیاھے، عجیب بات یہہ ھے، کہ باوجود اتنے بڑے جلیل محدث ھونے کے لوگ لکھتے ھین کہ

لم یکن عندہ سنن النسائي و لا جامع الترمذی
ولا سنن ابن ماجہ (ص ۳۱۰ ذھبی)

حالانکہ امام طحاوی کے متعلق تولوگون ۲ خیال ھے کہ براہ راست نسائی سے بھی وہ روایت کرتے تھے، تعجب ھے کہ یہہ کتابین اب تک کیسے نہین پہونچین، اور یہہ ایک اھم مسئلہ ھے جس پر بحث کرنے کي ضرورت ھے، اگر یہہ واقعہ ھے تو پھر حافظ بیہقی کی علمی منزلت اور بلند ھوجاتی ھے، کہ امام طحاوی سے وسائل بلکہ عمر کي کمی کے باوجود جیسا کہ چاھئے مقابلہ کا حق ادا کردیا، اگرچہ کہاجاسکتا ہے کہ گو امام طحاوی کي عمر ۸۳ سال کے قریب ھوئی، لیکن انکي زندگي کا بیشترحصہ پریشانیون مین گذر گیا، اور لکھنے لکھانے کا وقت نسبتا انکو کم ملا، بخلاف بیہقي کے وہ تو شروع ھي سے لکھنے ھي پر تُل پڑے، یہان محدثین کا ایک لطیفہ یاد آیا مشہور محدث حافظ ابوعمر ابن الصلاح نے ایک بات لکھي کہ

سمعت شیوخنا یقولون طول العمر دلیل للرجل باشتغالہ
باحادیث رسول اللہ صلي اللہ علیہ وسلم

اور یہہ تو اپنے " شیوخ " سے انہون نے سنا تھا، آگے اپنا ذاتی تجربہ بھی بیان کرتے ھین

ویصدقہ التجربۃ فان اھل الحدیث اذا تتبعت اعمارھم
تجد ھا فی غایۃ الطول (کشف الظنون ص ۲۲۷ ج ۱)

میری غرض اس لطیفہ کے نقل کرنے سے یہہ نہین ھے، کہ مین امام طحاوی کے طول عمر کو حافظ بیہقي کي عمر کے مقابلہ مین اشتغال بالحدیث کي زیادتی کی دلیل بتاؤن، کیونکہ ظاھر ھے کہ اس قسم کي چیزون کو کلیہ نہین قرار دیا جاسکتا لیکن ابن الصلاح کے جن ،، شیوخ ،، کا ،، طول العمر دلیل للرجل اشتغالہ بالحدیث،، دعوی تھا، انکے دعوی کے بنیاد پر کوئی حنفی اگر اس راہ سے بھي طحاوی کي حدیث داني کو بیہقي کي حدیث داني پر ترجیح دے تو شاید الزامی حجت بننے کي اس مین صلاحیت ھو،

خیر یہہ تو ایک لطیفہ تھا ، کہنا یہہ ہے کہ اس اہتمام و انتظام کے ساتھہ پانچوین صدی کے وسط بلکہ تقریبا آخر مین ،، حنفیت ،، پر شافعیت کي طرف سے یہہ جوابي حملہ ایک ایسے وقت مین ہوا ، کہ جس فن کي راہ سے یہہ حملہ کیاگیا ، اور اس علمي مقابلہ مین جو ہتیار استعمال کیاگیاتھا ، بیچارے احناف کم از کم اس زمانہ تک پہونچتے پہونچتے اگر بالکل بیگانہ نہین ، تو بہت کچھہ نامانوس ہوچکے تھے ، چونکہ خلافیات مین فیصلہ کا یہہ طریقہ کہ سندا جوروایت سب سے زیادہ قوی ہو آنکھہ بند کرکے اسي کو ترجیح دیدني چاہئے ، یہہ بالکلیہ حضرت امام شافعي کا ابتدائي نظریہ تھا ، اور اسکے لئے متن حدیث سے زیادہ ان رجسٹرون کے متعلق ماہرانہ بصیرت حاصل کرنے کي ضرورت ہے ، جو جنہین فن ،، رجال ،، کے آئمہ نے رواۃ حدیث کے متعلق مختلف اوقات مین مرتب فرمایا ہے ، حنفیون مین ترجیح کا یہہ طریقہ شروع ہي سے ناپسندیدہ تھا ، اسلئے انکو ،، حدیث ،، کے اس شعبہ سے پہلے بھي چندان تعلق نہ تھا ، اور جیسے جیسے دین و علم مے زیادہ دنیاطلبي لوگون مین بڑھي ، اور بھي اس سے بیگانگي بڑھتي ہي چلي گئي ، عموما فقہ اصول فقہ (جو حکومت کا قانون تھا) اور ان ہي مین زیادہ مہارت حاصل کرنے کے لئے ذہني اور ادبي علوم کي طرف لوگون کا عام رجحان بڑھتا چلا جاتا تھا ، طاش کبری زادہ جو دسوین صدی کے عالم ہین ، انہون نے اپني کتاب مفتاح السعادۃ مین اگرچہ اپنے عہد کے علماء احناف کا یہہ حال لکھا ہے کہ

ان قصاری نظر ابناء ہذا لزمان في علم الحدیث النظر في مشارق الانوار للصاغاني فان ترفعت الي مصابیح البغوی خلت انہا تصل الي درجۃ المحدثین وما ذالک الا لجہلہم بالحدیث بل لوحفظہم عن ظہر قلب وضم الیہما من المتون مثلیہما لم یکن محدثا حتي یلج الجمل في سم الخیاط (ج ۲ ص ۳

اوریہہ تو حنفي مدارس اورحلقہائے درس مین حدیث کا عام نصاب تھا ، باقي اگر اس فن مین مہارت خصوصي کوئي حاصل کرنا چاہتا تھا ، تو طاش کبری زادہ جیسے محتاط بزرگ کے قلم سے

یہہ الفاظ نکلے ھین ،

و انما اللذی بعدہ اھل ھذا الزمان بالغا الی النہایۃ
و ینادونہ محدث المحدثین ، و بخاری العصر من اشتغل
بجامع الاصول لابن الاثیر مع حفظ علوم الحدیث کمختصر
ابن الصلاح او التقریب و التیسیر للنووی ونحو ذالک

جیساکہ مین نے عرض کیا ، یہہ رپورٹ یقینا دسوین صدی ھجری کي ھے ، لیکن جاننے والے جانتے ھین کہ ھم جس زمانہ کا ذکر کررھے ھین تقریبا یہہ حادثہ حنفي اسکولون پر اسي زمانہ مین پیش آچکا تھا ، ھمین طاش کبری زادہ کے متعلق اسکو بھي اپنے سامنے رکھہ لیناچاھئے کہ زمانہ انکا خواہ کچھہ ھي ھو ، لیکن جس مکان اورمقام مین بیٹھے ھوئے یہہ الفاظ انکے قلم پر آئے ھین ، وہ مسلمانون کي سیاسي قوت کا اس زمانہ مین آخری نقطہ کمال تھا ، میری مراد قسطنطنیہ سے ھے ، جہان ترکون کے اقبال کا آفتاب بڑے آب و تاب سے چمک رھاتھا ، اسلئے حنفی علما کي برگزیدہ ترین جماعت کا اس زمانہ مین اس کو مرکز ھوناچاھئے ، گویا یہہ حال اس طبقہ کے چوٹی کے افراد کاتھا ، اور یہہ کیفیت صدیون سے چلي آرھي تھي ،

اندازہ کیاجاسکتاھے ، کہ بیچارے حنفیون مین بیہقي کي ان کتابون سے کیسي کھلبلي مچ ھوگي ، اپني سیاسي قوتون کے زور سے خواہ اس کمزوری کي تلافي کرتے ھون ، لیکن علم کے حلقہ مین جس قسم کي خفت پانچوین اور چھٹی کے تاج الشریعت ، اور شموس الائمہ ، صدر الملۃ[1] و الدین لوگون کو اٹھاني پڑتي ھوگي ، سچي بات یہہ ھے کہ اب بھي اسکے تصور سے طبیعت

---

[1] الیافعي اپني مراۃ الجنان مین اس "الملۃ والدین" کي مٹي پچھلي صدیون مین پلید ھوئي ھے اسکا ذکر کرتے ھوئے لکھتے ھین ،

ثم عموا التلقیب بالدین فیما بعد حتي السوقہ و الفجرۃ لقبوھم بنور الدین وشمس الدین و زین الدین و کمال الدین و اشباہ ذالک ، ممن ھم ظلام الدین و شَین الدین ونقص الدین و اشباہ ذالک من اضداد الدین ،

آخرمین ایک یمنی بزرگ ابن عجیل کے قول پر بدتمیزی کے اس طوفان کوختم کرتے ھین ھذہ الالقاب فلم اجد منہا صادقا الا صارم الدین یعني قاطع الدین (مراۃ الجنان ص ۱۳۶ ج ۲

جهنپ جاتي هے ،

ایك طرف شافعئیون کي جانب سے بیهقي کي کتابون کے متعلق جو طحاوی کے طور پر

لکهي گئي تهین ، جیساکه السبکي سے شاه عبدالعزیز صاحب نے نقل فرمایا هے که

من قسم مي خورم برآن که این پنج کتاب
را درعالم نظیرے نیست (بستان ص ۵۰)

ان حلفي الفاظ مین گویا ،

فهذا براهیني فجئني بمثلها

کا چیلنج پر چیلنج دیا جارها تها ، لیکن بیچارے احناف جوبیهقي کي گرفتون کا اگر کچهه

جواب دے سکتے تهے ، تووه کید بسنة رسول الله صلي الله علیه وسلم کے نام سے بدنام تها ، اور

جس راسته سے "حریف" جواب طلب کرتاتها ، اسکے چلنے والے احناف تهے یا بالکلیه نهین

تهے ، یا کچهه تهے بهي تو وه برائے نام ، آخر مشارق الانوار اور "مصابیح "کي مقطوع السند

حدیثون کے پڑهنے والون سے بهلا رجالي بحثون ، اور ابن قطان ، یحي بن معین ، علی بن

مدیني ، احمد بن حنبل جیسے آئمه کی ناقد زاده راؤن کي کیاتوقع کیجاسکتي تهي ، بقول طاش کبری

اسکے لئے تو ضرورت تهي ایسے آدمیون کي جو

عرف الاسانید و العلل و اسماء الرجال و العالي
و النازل و حفظ مع ذالك جملة مستکثرة من المتون
. . . ویسمع ما ذکرنا ه وکتب الطبقات و زاد
علي الشیوخ و تکلما في العلل و الوفیات و الاسانید
کان في اول درجات المحدثین (ص ۳)

" اول درجات " سے ظاهر هے ، که اردو کا اول درجه نهین ، بلکه طبقه محدثین کے

ابتدائي درجه مین ایسا آدمي شمار هوسکتا هے ،

اور یهه چیزین تو بقول شخصے حافظ بیهقي کے گهر کي چیزین تهین ، انکی ساری عمر

ان هي چیزون کي تلاش و تفتیش ، حفظ و تنقیح مین گذری تهي اور فقهي وجدلي پایه بهي انکا

کچھہ کمزور نہ تھا، ابن فورك اور مروزی، انکے اساتذہ • اصول و فقـہ ، معمولی درجہ کے لوگ نہ تھے ،

سب کا نتیجہ یہہ ہوا کہ احناف پر بیہقي کي کتابون کا ایسا رعب چھایا کہ شوافع تو خیر، حافظ بیہقي کے علمبردار ھي تھے ، خود حنفیون کے زبان و قلم پر بھي انکي کتابون کے متعلق وھي ستائش و مدح کے الفاظ پاتے ھین ، کہ جو اب تك صرف شافعیون سے سنتے تھے ، حاجي خلیفہ کے الفاظ تو مین نقل ھی کرچکا ھون ، طاش کبری زادہ جیسے متبحر فاضل بھي بیہقي کے متعلق بے ساختہ اس جامعیت کے اعتراف پر اپنے کو مجبور پاتے ھین ، مفتاح السعادۃ مین فرماتے ھین ،

ابوبکر احمد بن الحسین البیہقي کان اوحد دھرہ
في الحدیث ، و التصانیف و معرفة الفقـہ (ص ۱۵ ج ۲

"في الحدیث و التصانیف" تك تو خیر غنیمت تھا، آگے ایك حنفي عالم کا "الفقہ" کے متعلق بیہقي کو اوحد دھرہ کہنا کوئي معمولی بات نہین ھے ، اورکمال یہہ ھے ، کہ "الفقہ" مین جہان انہون نے البیہقي کو "اوحد دھرہ" قرار دیا ھے ، وھین "الحدیث" کے سلسلہ مین بیچارے امام طحاوی کا "احقر زمانہ" کي حیثیت سے بھي تذکرہ نہین کیا ھے ، حالانکہ محدثین کي فہرست مین امام بخاری اور مسلم کے ساتھہ محي الدین النووی الحسین البغوی ابن الاثیر الجزری بلکہ بخاری کے شارحین مین سے ابن حجر ھي نہین ، الکرماني اورمسلم کے شارح قاضي عیاض تك داخل ھین ،

واقعہ یہہ ھے ، کہ حافظ بیہقي کے متعلق شافعیون کي زبان کچھہ ایسا نقارہ خدا بني ، کہ حنفیون کو اسکے سوا کوئي، دوسرا چارہ بھي نظر نہ آتا تھا ، آخر وہ کیاکرتے اسلامي ممالك کے اتنے طول وعرض مین پھیلے ھونے کے باوجود کسي طرف سے کوئي آواز جواب مین جب نہین اٹھتی تھي ، تو اسکے سوا اورکیا باور کیا جاتا ، کہ شافعیت کا حنفیت پر یہہ حملہ لاجواب ھے ، بیہقي کی وفات سنہ ۴۵۸ یعني پانچوین صدی کے وسط مین ھوئي ،

پانچوین بھي گذرگئي اور کمین سے جہان تک مجھے معلوم ہے' حنفیون کی طرف سے کوئی بتہ بھي نہ کھڑکا ، چھٹی بھي گذرنے لگي' اور گذرتي رہي ، تاآینکہ بالاخر گذرہي گئي ، اورسناٹے کاوہي عالم ساری حنفي دنیا پر چھایارہا ، طحاوی کے ترص کے اتارنے مین شافعیون کي طرف سے تاخیر ضرور ہوئي تھي مگر صدی پوری ہوتے ہوتے انہون نے ایک ایک پیسہ بےباق کردیا تھا ، اوریہان ایک سے آگے بڑھ کر مسلم دوسری صدی ختم ہوگئي ، دوسری صدی کے بعد تیسری بھي ختم ہورہی تھی ، اسکے بھي اسّي پچاسي سال گذرچکے تھے لیکن حنفیون کے جمود وسکون کي وہي حالت تھي ، وہ تو احناف نے اپنے عام متبعین کوحدیث وفنون حدیث سے بیگانہ رکھاتھا ، اسلئے خیریت ہوگئي ، کہ بیہقي کے محدثانہ تنقیدات کا وزن عام حنفیون بلکہ سچ تو یہہ ہے کہ ان کے مولویون کو بھي صحیح معني کرکے محسوس نہ ہوا ، ورنہ اگر کہین ان لوگون مین بھي حدیث کا چرچہ اس شکل مین رہتا ، جیسے شوافع اورحنابلہ من ہے ، تو جہان تک میرا خیال ہے ان صدیون مین خدا جانتا ہے کہ حنفیون کي کتني آبادیان شافعیت کے دائرہ مین داخل ہوجاتین ،

لیکن ٹھیک جب ساتوین صدی قریب تھي کہ ختم ہوجائے ، اب اسے حضرت امام ابوحنیفہ کا روحاني تصرف خیال کیجئے یا اتفاقي حادثہ سمجھئے ، اسي مصر مین جہان سے اس علمي معرکہ کي ابتداء ہوئی تھی ، حنفي علماء کا ایک خاندان جو نسلا ماوراءالنہری تھا ، اوراسي لئے ،، الترکماني ،، کی نسبت سے مشہور تھا ، اس خاندان سے ایک عالم علي بن عثمان بن ابراہیم المارديني اٹھے ، غالبا مصر مین انکے والد عثمان ہي باہر سے تشریف لائے ، السیوطي نے حسن المحاضرہ مین انکا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

انتہت الیه ریاسة الحنفیة بالدیار المصریة ؎

صاحب ،، جواهر مبضیة ،، ان کے شاگرد ہین انہون نے یہہ بھي اضافہ کیا ہے

سمع من الدمیاطي والابرقوهي ؎

الدمیاطي جو شافعي المذہب عالم ہین انکو جلال الدین سیوطي نے

الامام العلامه الحافظ الحجة النسابه شیخ المحدثین ﴾

سے ملقب کیا ھے، علاوہ ان القاب کے انکا یہہ بھي بیان کیا ھے کہ

طلب الحدیث فرحل وجمع فاوعي ﴾

پھر ساتوین صدی کے ایک عالم المزني ھین انکا قول الدمیاطي، کے متعلق یہہ نقل کیاھے کہ

ماریت في الحدیث احفظ منہ ﴾ (حسن المحاضرہ ص ۱۵۰ ﴾

ابن الترکماني عثمان کا نسلاً علماء ماوراء النھر کے خاندان سے ھونا اور مصر مین پھر دمیاطي جیسے حفاظ حدیث سے سماعت حدیثہ میرے خیال مین ان ھی دو باتون کا نتیجہ انکي فقہ و حدیث کي جامعیت ھے، ماسوا اسکے ایک خاص چیز قابل غور یہہ بھي ھے کہ ساتوین صدی کے اختتام پر ھم حنفیون مین ایک غیرمعمولي انقلاب بھي محسوس کرتے ھین، خصوصا مصری علماء مین، میرا مطلب یہہ ھے، کہ احناف کے دو مشہور ماھر حدیث علامہ جمال الدین زیلعي صاحب تخریج ھدایۃ و کشاف اور حافظ مغلطائي شارح بخاری، یہہ دونون حنفي مشہور محدثین اسی صدی کے پیداوار ھین، اور عجب اتفاق ھے کہ دونون کے دونون مصری ھیں اسي ماحول مین علي بن عثمان الترکمالي کي تعلیم و تربیت ھوئي، تعلیم تو انھون نے والد سے پائي جو خود حدیث و فقہ کے جامع تھے، فقہ کا اندازہ تو اسي سے ھوسکتا ھے کہ امام محمد کي جامعہ کبیر جیسي فقہ کي چیستان کے شارح ھین، اور حدیث کا حال تو گذر ھي چکا کہ الدمیاطي کہ شاگرد ھین،

خلاصہ یہہ ھے کہ ڈھائي سو سال سے حنفیون پر جو بقاعدہ علم حدیث سے لاپروائي برتنے کي سزا مین چلا آرھا تھا، اسکي ادائي کے لئے قدرت نے ان ھی علامہ علاء الدین علي بن عثمان الماردیني الترکماني کا انتخاب کیا، یہہ اپنے وقت مین مصر کے قاضي القضاۃ تھے، اور کئي پشتون تک یہہ عہدہ ان ھی کے خاندان مین رھا، مولانا عبدالحي فرنگي محلي انکے علمي مقام کے متعلق ارقام فرماتے ھین کہ

علاء الدین الشھیر بابن الترکماني کان اماما شیخا ﴾

بارعا کاملا مدققا متبحرا لفنون العقلية والنقلية ؎

پھر اس اجمال کی تفصیل فرماتے ہوئے لکھتے ہین کہ

له اليد الطولى في الحديث والتفسير والباع
المعتد في الفرائض والحساب والشعر والتواريخ

اور یہہ تو ایک حنفي عالم کي شہادت ہے مشہور شافعي اور شافعی العصبیت عالم جلال الدین السیوطي کے الفاظ بھي انکے متعلق یہہ ہین کہ

کان اماما في الفقه والاصول والحديث ؎

اگرچہ "الحديث" کي امامت تسلیم کرتے ہوئے بھي، الفقہ والاصول کے بعد "الحديث" کے لفظ کو لانا، بے معني نہین ہے، لیکن ایک شافعي عالم کي اتني شہادت بھي کافي ہے،

ابن الترکماني کے براہ راست تلمیذ علامہ عبدالقادر مصری، جواہر مضیہ کے مصنف نے الفاظ کي ترتیب کو بدلتے ہوئے لکھا ہے کہ

کان اماما في التفسير والحديث والفقه
والاصول والفرائض والشعر

اور میرے خیال مین انکی علمی مناسبتون کي صحیح ترتیب یہ ہي ہے، مگر علامہ حافظ ابن حجر عسقلاني نے تعجب ہے کہ درر کامنہ مین انکا ذکر کرتے ہین، مگر بڑی مشکل سے صرف دو لفظ یعني

تفقہ وتمہر ؎

کے سوا طبیعت زیادہ سخاوت پر آمادہ نہ ہوسکي، گویا حدیث کا ذکر ہي غایب ہے، حالانکہ ابن الترکماني تقریبا پانچ چھہ سو سال کے ایک علمي زنجیرہ کي طلائي کڑی ہین، حافظ اس سے ناواقف بھی نہین ہین،

بہرحال درخت کے پہچاننے کے لئیے ہمین پھل کا دیکھنا بھی کافی ہے، خلاصہ یہہ ہے کہ ڈھائي سو سال کے بعد بیہقي نے جس مورچہ پر فاتحانہ قبضہ کررکھا تھا، علامہ ابن الترکماني کو خدا نے اس مہم کے سر کرنے کے لئے تیار کیا، اور وہ اسکے لئے آمادہ

هوئے ، نہایت سخت رنج دہ بات ہے کہ ،، جواہر مضیہ ،، کے مصنف حالانکہ انکے شاگرد
ہیں لیکن بندۂ خدا نے اپنی کتاب کے دس بارہ ورق متفرق طور بر اس خاند ان کے مختلف
افراد کے ذکر کے لئے وقف کیا ہے لیکن بجز رشتہ بتانے اور الامام العلامہ وغیرہ تعریفی الفاظ
کے کچھہ نہین لکھا کہ غنیم کے ایسے سخت مورچہ کی طرف پیشقدمی کرنے کا ارادہ جب
علامہ نے کیا ، تو اس وقت کیا واقعات پیش آئے ، بس جس طرح سبھون نے انکی تالیفات کی فہرست
دیتے ہوئے انکی اس کتاب کا ذکر کیا ہے ، ان ہون نے بھی چند تعریفی الفاظ کے اضافہ کے
سوا اور کوئی خاص بات نہین لکھی ہے ، مگر یہان ایک دلچسپ چیز یہہ ہے ، کہ اس
معرکہ الارا٭ کتاب کا تذکرہ جواہر مضیہ مین تو باین الفاظ ہے ،

و وضع علي الكتاب الكبير للبيهقي كتابا نفيسا ◊
نحو من جلدين (ص ۳۹۷ جلد ۱) ◊

السیوطی نے بھی ،، لہ تصانیف ،، کے ذیل مین ،، والرد علی البیہقی ص ۱۹۹ ،، لکھکر آگے
نکل گئے ، اور اس سے بھی پرلطف طریقہ حافظ ابن حجر کا ہے کہ انکی چند کتابون کا نام لیتے
ہوئے نہایت خاموشی کے ساتھہ

له من التصانيف غريب القرآن و مختصر ◊
ابن الصلاح و الجواهر النقي ص ۸۳ ◊

حالانکہ ایک مورخ کی ذمہ داری ہونی چاہئے کہ آخر کچھہ تو واقعہ کی طرف اشارہ کرے ،
صرف ،، الجواہر النقی ،، کے لفظ سے اب اتنا دماغ کسکا ہے جو ،، البیہقی ،، کے ہم قافیہ
ہونے سے ادھر منتقل ہوجائے کہ اسکا تعلق حافظ بیہقی کی کتاب سے ہے ، خیر ، ان
لوگون سے تو مجھے شکایت نہین ، البتہ صاحب ،، الجواہر المضیہ ،، سے امید تھی کہ وہ
کچھہ روشنی ڈالینگے ،، مگر دو جلدون مین ہے ، بہت اچھی ،، ہے ، اسکے لئے انکی اطلاع کی
کیا ضرورت تھی ، اتنا تو ہر اس شخص کو معلوم ہوسکتا ہے جسکی نظر سے کتاب گذریگی ،
اس بندۂ خدا نے اپنے استاد کا کچھہ حال بھی نہین لکھا ، صرف اتنی بات کہ مین نے
ہدایہ کی حدیثون کے متعلق جو کتاب لکھی تھی اسکا نام الکفایۃ رکھکر انکے پاس لے گیا ،

چونکه انکي ایك کتاب کا نام بھي "الکفایة" تھا تو

قال مداعبا لي سرقت هذا لاسم مني ؎

بس استاد کي اس ظرافت کے سوا اورکوئي قابل ذکر بات انکی کتاب مین نہین پائي جاتي ، البته حافظ ابن حجر نے گو ،، الجواهر النقي ،، کو گول مول کردیا لیکن انہون نے اتنا حال انکا لکھا ھے که

ولي القضاء فی شوال سنه ۸ ۴ ۷ ؎

اوراسی کے ساتھه اس واقعه کے ذکر کرنے کي حافظ نے نه معلوم کیا ضرورت محسوس کی که

ونزل بخلعته الي منزل القاضي زين العابدين

البسطامي الذی کان قبله فلما راه بهت (ص ۸۴ درر) ؎

اسکے ساتھه انکے تصانیف کا ذکر فرمانے کے بعد لکھتے هین که

واشیاء کثیرة لم تکمل ؎

گویا ان کا بہت سا کام ادھورا رہ گیا ، آگے فرماتے هین که

وله شعر وسط ؎

حالانکه اس سلسله کے جتنے علماء بھی هین خصوصا متاخرین ان مین شعر کہنے کا هر ایك کو شوق هے ، لیکن ان اشعار کو ،، وسط ،، کہنا بھی شعر کے شان سے گری هوئی بات هے ، خواہ شاعری خود ان علماء کي شان سے فروتر چیز هي کیون نه هو ، بهرحال ان کي شاعری کا ذکر چھیڑ کر

اذا شغل البریة فیك فاها — فکلي عنك بالخیرات فاها ؎

جو ،، الجاؤلي[1] الدویدار ،، کی شان مین کسي قصیده کا شعر هے ، حافظ کچھه اشاره کرتے هوئے گذر گئے اور جب انہون نے صرف اشاره کیا هے تو مین بھي "اشاره هي پر قناعت کرتا هوں"

---

[1] الجاؤلي تو غالبا کسي کا نام هے ، لیکن ،، الدویدار ،، مصر مین ،، عرض بیگي ،، کو کہتے هین ، دیکھئے حسن المحاضره السیوطي ۱۲

بهرحال جب ان بزرگون نے کچهه نهين ارشاد فرمايا ، تو علامه علاالدين ابن الترکماني کے متعلق مين کهان سے مواد لا سکتا هون، مجبورا انهون نے اپني کتاب ،، الجواهرالنقي ،، کے ديباچه مين جو چند الفاظ لکهے هين ، اسي کے نقل کرنے پر قناعت کرتا هون ، حمد و نعت کے بعد فرماتے هين ،

فهذه فوائد علقتها علي السنن الکبری للحافظ
ابي بکر البيهقي رحمه الله تعالے

يهان تک تو انهون نے يهه ظاهر فرمايا هے که حافظ کي سنن پر کچهه فوائد آپ نے اضافه فرمايا هے ليکن اسکے بعد کے الفاظ يهه هين ،

اکثرها اعتراضات و مناقشات و مباحثات معه

ديکهنے مين يهه "فوائد علي البيهقي" کل تين لفظون مين ادا هوئے هين ليکن سچ يهه هے که حنفيت کا طويل و عريض رقبه مصر سے ماوراءالنهر بلکه هند و چين تک ڈهائي سو سال سے جس خفت کو محسوس کر رهي تهي ، خفت کا يهه سارا بوجهه ان تين لفظون سے اتر جاتا هے ، اگر باقي بيهقي پر اعتراض کرنے ، گرفت کرنے اور اصل نتيجه تک پهنچنے کے لئے بحث و تحقيق کرنے مين کوئي کامياب هو ،

مجهے اورون کا حال معلوم نهين ، ليکن اپني محدود رسائي کي حد تک کهه سکتا هون، که يهه طريقه احناف هي نهين ، بلکه ٹهيک يهي طريقه شافعيه ترکي کا مکمل دل نشين ، فيصله کن جوابي حمله ترکي هي مين علامه مارديني ابن الترکماني دينے مين کامياب هوئے هين ، مناظرات و مجادلات کے سلسله مين شايد اتني کاميابي کسي کو کم ميسر آئي هوگي ، افسوس که ميرے مقاله کي محدوديت اجازت نهين ديتي ، که مين ماررديني کے ان اعتراضات، مناقشات مباحثات کي مثالون سے تشريح کرون ، ورنه دکهايا جاسکتا تها که مين نے جو دعوی کيا هے وه کهان تک حق بجانب هے ، تاهم ايک عام اور مشهور مسئله جس مين حنفي مذهب کا پهلو

نہ صرف نقلا بلکہ قیاسا و رایا و عقلا بھی بہت کمزور ہے ، اسکا اجمالی ذکر توکرھی دیتا ھون ،
میری مراد مسئلہ قہقہہ سے ہے کہ حنفی مذھب مین صرف مفسد صلواۃ ھی نہین بلکہ ناقض
وضو بھی ہے ، العراق کے اھل الرائي کی اس سادگی پر ،، حشویہ ،، اور ،، ظاھریہ ،، تک
کو حیرت ہے کہ وضو کے شکست کو قہقہہ سے کیا تعلق ، مگر سب جانتے ھین اھل الرائي کے
امام کي یعہ ھی رائے ہے ، حتی کہ براہ راست امام شافعي سے اس مسئلہ مین یعہ اعتراف
منقول ہے کہ جو قہقہہ کو ناقض وضو کہتے ھین (یعني ابوحنیفہ)

یزعم ان القیاس ان لا ینتقض ولکنہ یتبع الاثار (بیہقي) ؎

اگرچہ حاشیے بعض جو کچھ کہا گیا ہے اسکا ذکر کیا گیا ،

بہرحال مسئلہ تو یہ ھی ہے ، بیہقي نے اس سوال کو اٹھایا ، جي تو انکا بھي چاھتا تھا
کہ اپنے دعوی کے ثبوت مین یعني وضو قہقہہ سے نہین ٹوٹتا ، کوئي مرفوع متصل حدیث
پیش کرتے ، خصوصا بعض شوافع ابوشیبہ ابن ابراھیم کے حوالہ سے ایک حدیث مرفوع پیش
بھی کرتے تھے ، لیکن جانتے تھے ، کہ ابوشیبہ بن ابراھیم کا حال لوگون کو معلوم ہے ، اسلئے
روایت تو نقل کردی ، لیکن اس کے ساتھ یہ بھی لکھدیا کہ ،

ابو شیبہ ضعیف والصحیح انہ موقوف ؎

مگر اب جو حدیثون کے ذخیرہ پر نظر پڑی ، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئي چیز
حنفیہ کے خلاف انکو نہ ملي ، مجبوری مین کیا کرتے ، بڑی مشکل سے دو صحابیون یعني جابر بن
عبداللہ اور حضرت ابوموسي اشعری کا قول انکو ملا ، جسمین قہقہہ نہین بلکہ ،، ضحک ،،
کے متعلق یہ الفاظ پائے جاتے ھین ، حضرت جابر بن عبداللہ سے (یعید الصلواۃ ولا یعید
الوضو) اور ابوموسي اشعری سے (فلیعد الصلواۃ) مروی ھے ، ابوموسی اشعری کے قول مین وضو
کے عدم ذکر کو ذکر قرار دیکر بیہقي نے اسکو بھي اپني دلیل بنالیا ، زور پہونچانے کے لئے
ابوامامہ باھلي کا ایک قول جس مین صراحتا ،، ضحک ،، تک کا ذکر بھی نہین ہے مگر ضمنا اسپر بھی
اثر پڑتا تھا اسلئے اسکو بھي نقل کیا کہ

الحدث ماكان من النصف الاسفل ؛

چونکه قہقہہ کا تعلق ،، نصف اعلي ،، سے ھے ، اسلئیے جہان خون نکلنے نکسیر پہوٹنے

وغیرہ کے متعلق اس سے عدم نقض و کا حکم نکلتا ھیے ، ضحک بھي اس ضمن مین داخل ہوگیا ،

'' اصح مافي الباب ،، حدیث مرفوع کو سب پر ترجیح دینے والے شواقع کی طرف سے صحابہ کے

قول کے بعد پھر تابعین کے متعلق ابو الزناد کي ایسي خبر کو بھي دلیل کا رنگ دیاگیا ،

ابوالزناد کہتے تھے کہ ایسے فقہا جنکے فتوی پر عمل کیاجاتاھے ، مثلا سعید بن المسیب ،

عروة قاسم بن محمد ان سب کو یہ ھی پایا کہ ؛

يقولون فيمن رعف غسل عنه الدم ولم يتوضا؛ وفي

ممن ضحك في الصلواة اعادها ولم يعد وضوء

یہہ سارے تیر حنفیون کے اس ،، حدیث مرفوع ،، کے مقابلہ مین چلائے گئے ، جو اس سلسلہ کے

متعلق وہ پیش کرتے ھین ،

ان رجلا اعمي جاء والنبي صلي الله عليه وسلم

في الصلواة فتردى في بئر فضحك طوائف من

اصحاب النبي صلي الله عليه وسلم فامر النبي صلي

الله عليه وسلم من ضحك ان يعيد الوضوء والصلواة ؛

حافظ بیہقي کو معلوم ھے کہ یہہ حدیث معمولی لوگون کی روایت کی ہوئی نہین ھے بلکہ

اساطین حدیث ابن شہاب زہری ، حسن بصری ، ابراھیم نخعي سب اسکے راوی ھین ،

اور جن جن لوگون نے ان بزرگون کے واسطے سے اس حدیث کو آنحضرت کی طرف منسوب کیا

ھے ، بیہقي یہہ بھي جانتے ھین کہ ان مین سے کسي پر جرح نہین ھے ،

آخر وہ اس بر اتر آئے کہ ان تابعین نے براہ راست آنحضرت سے تو اسکو سنا نہین ،

درمیان کا راوی صحابي ھے یا کوئي اور اس شک کي وجہہ سے حدیث قابل استدلال نہ رہا ،

اس پر اتنا اور اضافہ کیا کہ ایک شخص ابو العالیہ بھي اس حدیث کا راوی ھے اسکے بعد اب

حافظ نے یہہ دو سخت جرح قایم کي

(۱) ابوالعالیہ کے متعلق یہہ تصریح کرکے کہ

سائراحادیثہ مستقیمة صالحة ؎

فرماتے ہین کہ لیکن صرف حدیث قہقہہ کی وجہ سے یعنی

من اجل هذا الحدیث تکلموا فیه ؎

مطلب یہہ ہواکہ ابوالعالیہ کی وجہ سے حدیث نہین بلکہ حدیث کی وجہ سے لوگون نے ابوالعالیہ مین چونکہ کلام کیا ہے اسلئے اسکی روایت گو یون حجت نہین ،

(۲) رہے حسن ، زہری اور ابراہیم حافظ بیہقی نے خم ٹھونک کر دعوی کردیاکہ ان سبہون نے ابوالعالیہ ہی سے یہہ حدیث سنی ہے ، اسلئے

هذه الروایات کلها راجعة الی ابی العالیه ؎

دلیل مین فرماتے ہین ، کہ عبدالرحمن ابن مہدی امام فن رجال و حدیث سے علی بن مدینی نے پوچھاتہا کہ

الف — ابوالعالیہ کے سوا حسن بصری بہی تو اسکے راوی ہین ، توجواب مین فرمایا کہ حماد بن زید نے مجہہ سے اورحماد سے حفص بن سلیمان نے بیان کیاتہا کہ

اناحدثت به الحسن عن حفصة عن ابی العالیه

ب — اور ابراہیم نخعی تو راوی ہین عبدالرحمن نے کہا کہ مجہسے شریک نے کہا کہ ابوہاشم ان سے کہتے تہے کہ ابراہیم سے ابوالعالیہ کے واسطہ سے مین ہی نے کہاتہا ،

ج — اور زہری بہی توراوی ہین ، عبدالرحمن نے کہا کہ مین نے زہری کے بہتیجے کی کتاب مین دیکہا ہے ، کہ زہری اس حدیث کو بواسطہ سلیمان بن ارقم حسن ہی سے روایت کرتے ہین، اورحسن کی روایت ابوالعالیہ سے ہے ، بس زہری والی روایت بہی ابوالعالیہ کی طرف راجع ہوگئی ،

بات اگر اتنی ہی ہوتی ، تومعاملہ گویا ختم ہوچکا تہا ، لیکن بیہقی کو معلوم تہا کہ اسی حدیث کے راوی امام ابوحنیفہ خود بہی ہین، اوراس سن معبد نامی شخص اسکو

حضور صلي الله عليه وسلم كي طرف منسوب كرتے هين، اور حنفيه اس بنياد پر اس حديث كو بجائے مرسل كے متصل مانتے هين بيهقي نے روايت كو نقل كركے جي توچاهتا هوگا، كه امام ابوحنفيه هي پر جرح كردين ، جيسا كه بعض شوافع نے كيا هے ، ليكن اسكي همت نه هوئي، اور معبد كے نام كو معبد جهني قرار ديتے هوئے فرماتے هين ،

معبد هذا لاصحبة له وهو اول
من تكلم في القدر بالبصره

كهلے الفاظ مين تو نهين ليكن يهه كهتے هوئے كه امام ابوحنيفه كے استاد منصور نے ابن سيرين كے ذريعه سے يهه روايت جوكي هے ، اس مين تومعبد كا نام بهي نهين هے ، گويا امام كے حافظه كي طرف اشاره هے ،

ظاهر هے كه بيچارے علماء احناف جن مين اكثر ابوالعاليه كے نام سے بهي شخصي طور پر واقف نهين انكے سامنے معلومات كا جب يهه دريا بها ديا گيا هو ، كه حسن بصرى ، زهرى، ابراهيم سب كا قصه ابوالعاليه پر ختم هوتا هے ، اسكے لئے زهرى كے بهتيجے كي كتاب كا حواله اور يون هي تلاش و جستجو كركے سب كي روايات كو ابوالعاليه پر منتهي هونا، يهه فن رجال كے وه نكات هين ، جنكي احناف كے عام مولويون كو كيا خبر، بيهقي كي سارى كتاب اس قسم كے معلومات سے معمور هے ،

مگر اب تمه ان هي فن رجال و اسناد سے نه دلچسپي ركهنے والے احناف هي كے ايك عالم ماردينى كو ديكهئے وه ميدان مين اترتے هين ، اور حافظ بيهقى سے پوچهتے هين ،

(۱) كيا يهه روايت معبد جيسے مشتبه آدمي كے سوا اوركسى صحابي سے مروى نهين ؟ خصوصا حسن بصرى جنكے ذريعه سے امام ابوحنيفه روايت كرتے هين، ماردينى اپنے ساتهه بيهقي كي كتاب ،، الخلافيات ،، بهي لاتے هين ، كهولكر بتاتے هين كه

عن اسمعيل بن عياش عن عمرو ابن قيس
عن الحسن (البصرى) عن عمران بن حصين

جس میں حسن بصری معبد سے نہیں، عمران بن حصین صحابی کے واسطہ سے اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک منسوب کرتے ہیں ، یعنی ارسال کا قصہ ختم ہوا، اور ابن عیاش پر تو کچھ شبہہ ہو، بجنسہ اسی سند سے حافظ ابن عدی نے بجائے ابن عیاش کے ابن راشد کے حوالہ سے روایت کیا ہے کہ حسن بصری حضرت عمران بن حصین سے اس حدیث کو روایت کرتے ہیں ، رہے ابن راشد تو دیکھ لیجئے ،، وثقہ احمد بن حنبل و ابن معین ،، پھر اسی ،، الخلافیات ،، میں ابن عمر سے یہ روایت مروی ہے ، گویا علاوہ معبد کے دو صحابی عمران بن حصین اور ابن عمر اسکے راوی ہیں ، اور بیہقی اس سے واقف ہیں ، لیکن یہاں صرف معبد جس میں اشتباہ تھا ، اسکو پیش فرمادیاگیا ، پھر معبد کو معبد جہنی کس بنیاد پر قرار دیاگیا، ماردینی کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ سے تین طریقہ سے یہ روایت آئی ہے ،

ولیس فی شی منہا انہ الجہنی ؎

اب سنئے ، معبد نامی ایک ہی آدمی نہیں ہے ، حافظ ابن مندہ کی معرفۃ الصحابہ سے ماردینی نقل کرتے ہیں ،

معبد بن ابی معبد وھو ابن ام معبد رای ؎
النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ھو صغیر ؎

اور یہ وہ مشہور ام معبد کے صاحبزادے ہیں جنکے خیمہ میں ھجرت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے ، اور بکری سے دودھ نکالنے کا واقعہ پیش آیا، ماردینی اس پر اور اضافہ کرتے ہیں کہ ابن مندہ نے تصریح کی ہے کہ ابوحنیفہ جس سے قہقہہ والی روایت کرتے ہیں وہ

الحسن عن معبد بن ابی معبد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ؎

ہی ہیں ، حافظ ابن مندہ نے صرف اسی پر قناعت نہیں کی ہے بلکہ آگے فرماتے ہیں کہ

و ھو حدیث مشہور عنہ رواہ ابویوسف ؎
القاضی و اسد بن عمرو و غیرھما ؎

ماردینی فرماتے ہیں

فظہر بہذا ان معبد المذکور فی ہذا الحدیث لیس ؎

هوالذی تکلم فی القدر کمازعم البیهقی ؎

آگے فرماتے ھین کہ '' الجھنی '' کا اضافہ اگر خود ھی کردیا ھے تو خیر ، ورنہ اگر سند سے

معلوم ھوا ھے تو پیش کرنا تھا ،

ولم یذکر ذالک بسند لینظرفیہ ؎

اور بات اسی پر ختم نھین کرتے ھین ، پھر ماتے ھین کہ ،

ولو سلمنا انہ الجھنی المتکلم فی القدر
فلا نسلم انہ لا صحبۃ لہ ؎

پھر ابن عبدالبر کی استیعاب سے نقل کرتے ھین

اسلم قدیما وھواحدالاربعہ الذین
حملوا الویۃ جھینۃ یوم الفتح ؎

صرف ابن عبدالبر ھی نھین بلکہ

قال ابواحمد فی الکنی ، وابن ابی حاتم
کلا ھما ان لہ صحبۃ ؎

اسکے سوا بھی انھون نے ابن حزم ابن عدی امام بخاری کے حوالہ سے معبد کے متعلق اور بھی

کچھہ مواد فراھم کیا ھے ،

اب ظاھر ھے ، کہ ،، عدم نقض ،، کے متعلق شوافع کے پاس کوئی مرفوع حدیث انحضرت کی

موجود نھین ، مگر اس حدیث کے رھتے ھوئے انھون نے صحابہ اور تابعین کے فتوون مین بنا

لی تھی ، ماردینی وھان بھی پھونچتے ھین ،

پھلے انکی سند ھی پر انھون نے کلام کیا ھے کہ ان صحابیون کی طرف اسکی نسبت ھی

مشکوک ھے ، پھر بالفرض اگر مان لیا جائے کہ یہ ان ھی کے اقوال ھین ، ھو اور بات صحابہ

اور تابعین کے فتوون پر ٹھری ، توسنئے ،

قال ابن حزم روینا ایجاب الوضو من الضحک عن
ابی موسی الاشعری ، والنخعی ، والشعبی ، و
والثوری والاوزاعی ؎

جلتے اس کے پاس صحابہ اور تابعین تبع تابعین کے اقوال ہین ، تو ہمارے پاس صحابہ اور سلف کے ایک بڑے طبقہ کا فتوی ہے ، پھر ہم ایک مرفوع متصل سند کے ساتھ ،، حدیث ،، بھی رکھتے ہین ، اور آپ اس سے محروم ہین ،

بیہقی نے علاوہ اسنادی بھول بھلیون کے بعض اصولی باتین بھی پیش کی ہین ، مثلاً زہری اورحسن کا فتوی خود اس حدیث کے خلاف ہے ، اگر انکو اسپر اعتماد ہوتا ، تو اسکے قایل کیون نہ ہوتے ،

ماردینی نے پوچھا ہے کہ اس اصول کو اورجگہ بھی آپ یاد رکھین گے یا نہین ، کتے کے جھوٹے کے متعلق ابوہریرہ کا فتوی تین دفعہ دھونے کا ہے ، مگر روایت متصل سات دفعہ کی ہے ، ہم حنفیون نے اس وقت جب عرض کیا کہ سات کی روایت پر انکو اعتماد ہوتا تو تین دفعہ کا فتوی کیون دیتے، تو اسوقت بالاتفاق اس صف سے غوغا بلند ہوا کہ ہمکو حدیث سے بحث ہے راوی کی رائے سے تعلق نہین ، لیکن آج اسی کو دلیل کی شکل مین پیش فرمایا جاتا ہے ، ماردینی نے یہہ مان لو کہ بالفرض اس حدیث کا اتصال نہ ثابت ہو ، اور مرسل ہی ہو ، پھر بھی ابن حزم کا یہہ قول پیش کیا ہے

" ان یلزم المالکین والشافعین لشدۃ
تواترہ عن عدد من ارسلہ "

پھر خود اضافہ کرتے ہین ،

" ویلزم الحنابلہ ایضا لانہم یحتجون بالمرسل "

اور آخر مین ایک فیصلہ کن بات فرماتے ہین ،

" وعلی تقدیر انہم لایحتجون بہ فاقل احوالہ ان
یکون ضعیفا والحدیث الضعیف عندہم مقدم علی
القیاس الذی اعتمدوا علیہ فی ہذ المئلہ "

ایسی روایت جو تین تین صحابی عمران ابن حصین ، ابن عمر ، معبد سے مروی ہو ، ماردینی نے پوچھا ہے کہ اس کے متعلق صرف متنبہ ،، معبد'' کا ذکر آخر لکھا ہے

رہ گئی وہ تحقیق انیق کہ حسن ، زہری ، ابراہیم سب ابوالعالیہ پر گھومتے ہیں ، ماردینی نے فرمایا ہے کہ جس کے متعلق عرض کرچکا کہ وہ ابوالعالیہ سے ہی نہیں بلکہ عمران سے بھی راوی ہیں ، کچھہ فرماتے ہیں ،

العجب منه کیف یقول هذا وقد تقدم انه اخرجه هو من طریق الحسن عن عمران بن حصین

اسی پر اور اضافہ کرتے ہیں

و قد اخرجه هو عن طریق ابن عمر

باقی زہری کے متعلق انکی بھتیجے کی کتاب کی شہادت ہو

ابن اخی الزهری ضعیف کذا قال ابن معین رواه عنه عثمان الدارمی

اور ابراہیم کے متعلق شریک کا دعوی کہ ابوہاشم نے اس سے کہاتھا کہ میں نے ابوالعالیہ کے حوالہ سے یہہ روایت ابراہیم کو سنائی تھی ، سو اس شریک کا حال سنئے ،

شریک هذا هو النخعی تکلموا فیه

اور دوسرون نے نہیں خود اسی کتاب ،، السنن الکبری ،، مین دوسری جگہ فرماتے ہین ،

شریک مختلف فیه کان یحی القطان لایروی عنه ویضعف حدیثه جدا

ایک اورجگہ اسی کتاب مین پھر بیہقی کہتے ہین

شریک لم یحتج به اکثر اهل العلم

مگر جب ہماری باری آئی ، تو شریک نے ابوہاشم کی طرف جو بات منسوب کی ، وہ دلیل بنائی گئی ،

یہہ چند باتین موٹی موٹی ماردینی کے کلام سے خلاصہ کر کے پیش کیا ہے ، صرف یہہ دکھانا ہے ، کہ ،، رجال ،، کے حربہ سے جو رعب ڈالا گیاتھا ، کیا ماردینی کے مباحث کے بعد وہ رعب رہ سکتا ہے ،

یہ کلام تو اس حدیث کے متعلق تھا جس سے حنفیہ استدلال کرتے ھین ، بھلا اس من "ارسال" کا نقص کون نکال سکتا ھے ، اگرچہ اس بحث میں مجھے کچھہ طوالت کا تو مرتکب ھونا پڑا ، لیکن مورخین نے جس درخت کے قصہ کو اجمال کے پردہ مین ڈالدیا تھا اسکے بھجانے کے لئے چارہ ھي کیاتھا ، بجز اسکے کم ازکم ایک دو پہلو تو اس کے پیش کئے جائین ، تاکہ نمونہ کا صحیح طور پر کام دیسکے ، مین نے حنفیون کے کمزور ترین مسئلہ کا اسي لئے انتخاب کیا ، اور اس سے اندازہ ھوسکتا ھے ، کہ علامہ ماردیني نے اپني اس کتاب مین شافعیون کي راہ سے اور اسي علم کے ذریعہ سے جس پر انکو ناز ھے ، امام ابوحنیفہ کے مکتب خیال کی تائید مین کتنا بڑا کام کیا ھے ، کھنے کو تو انکي کتاب صرف دوجلدون مین ھے ، لیکن کیفیت اور قیمت مین بیھقي کي دس جلدون پر اگر اس کے وزن کو کوئي زیادہ محسوس کرے خصوصا فن رجال و سند کے متعلق تو غالبا اسکا یہہ احساس بے بنیاد نہین قرار دیاجاسکتا ھے

یہہ بات کہ علماء احناف جیساکہ بار بار کھتا چلا آرھا ھون "رجال و سند" کے مسائل سے انھین عموما دلچسپي نہ تھي ، پھر اچانک ساتوین صدی ھجری مین ایک ماردیني ھي تھیر بلکہ حنفي علماء کي ایک کافي تعداد حدیث اور علم حدیث مین جو مشغول نظر آتي ھے ، اور اسکے بعد مدت تک مصر مین ابن ھمام قاسم بن قطلوبغا اور ان جیسے اور بھي ایسے حنفي علماء پیدا ھوتے رھے ، جنکا تعلق حدیث اور فقہ سے تقریبا مساوی تھا ، اس ذھني اور ذوقي انقلاب کا واقعي سبب کیاتھا ؟

بظاھر اس سلسلہ مین مجھے ابتک اور تو کوئي چیز نہین ملي ھے ، بجز اسکے کہ چھٹي صدی ھجری مصر کا وہ عھد ھے جس مین بجائے کسي ایک مذھب کے چارون مذاھب کے قضاۃ کا تقرر ھونے لگا ، السیوطيؒ ابن میسر کي تاریخ مصر سے نقل کیا ھے ، کہ

> في سنہ خمس وعشرین و خمسمائۃ رائت ابواحمد بن الافضل
> في الحکم اربع قضاۃ یحکم کل قاض بمذھبہ ویورث بمذھبہ

اس بدعت حسنہ کھئے یا سیئہ کا نتیجہ چونکہ مصر کے قضاء پر زیادہ تر شافعیون کا تقرر ھوتا تھا ، حتي کہ

السیوطی نے تو یہان تک مبالغہ کیا ہے کہ

کان متمحضا للشافعیۃ فلا یعرف ان غیرھم حکم فی الدیار المصریہ منذ ولیھا ابوزرعۃ محمد بن عثمان الدمشقی فی سنہ اربع و ثمانین ومائتین

اور مصری نہین بلکہ ان ہی کا بیان ہے ،

و کذا دمشق لم یلھا بعد ابی زرعۃ المشار الیہ الا الشافعی (حسن المحاضرہ ص ۹۹ ج ۲

لیکن صدیون سے شافعیون کا جو اجارہ ملک مصر و شام کا حاصل تھا چھٹی صدی مین ختم ہوگیا ، اور رفتہ رفتہ انکا زور یون ہی ٹوٹتا رہا حتی کہ مشہور مصری سلطان الملک الظاہر بیبرس کے زمانہ مین تو تھوڑی بہت ترجیح جو ان لوگون کو حاصل تھی وہ بھی ختم ہوگئی ، عام طور پر شوافع پر یہہ بات نہایت گران گذری ، عملا اس سلسلہ مین کیا کچھہ کہا جاتا ہوگا ، اور کیا کچھہ کہا جاتا ہوگا ، اس کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے ، کہ تاج الدین السبکی صاحب طبقات الشافعیہ الکبری جیسے سنجیدہ روشن خیال عالم بھی اپنی کتاب مین یہہ ارقام فرماتے ہین

قال اہل التجربہ ہذہ الاقالیم المصریہ و الشامیۃ والحجازیۃ متی کان ب البلد فیھا لغیر الشافعیہ خربت و متی قدم سلطانھا غیر اصحاب الشافعی زالت دولتہ سریعا

پھر خدا جانے کس (" بنیاد " پر بٹوارہ کے اس نظریہ کو پیش فرماتے ہین کہ مصر ، شام ، حجاز ہم شافعیون کے لئے اس طرح مخصوص جیسے

کما جعلہ اللہ تعالی لمالک فی بلاد المغرب ولابی حنیفہ فیما وراء النھر

اوریہہ تو تاج الدین السبکی کا بیان ہے ، اب ان کے والد کے خیال بھی سنئے ، وہ تو اپنے صاحب زادے سے اور بھی چند قدم آگے ہین ، تاج ہی لکھتے ہین ،

سمعت الشیخ الامام الوالد یقول سمعت صدر الدین بن المرحل یقول ماجلس علی

کرسي مصر غیر شافعي الا وقتل سریعا

اسي سلسله مین ،، شوافع ،، مین بهي مشهور تها که جب الملك الظاهر بیبرس نے چار قاضیون کے رسم کي بهر تجدید کي، تو

انه رای الشافعي في النوم لما ضم الی مذهبه
بقیه المذاهب وهو یقول تهین مذهبي ،، الملك ،، لي ''
او ''لك '' قد عزلتك وعزلت ذریتك الی یوم الدین

لوگون کا بیان هے، که اس خواب کے بعد

فلم یمکث (الظاهر) الا یسیرا و مات ولم یمکث
ولده السعید الا یسیرا وزالت دولته وذریته
الی الان فقراء

السبکي نے یهه بهي لکها هے، که جب ملك الظاهر مرگیا، توکسي نے اسکو خواب مین دیکها، پوچها که تیرے ساتهه کیا گذری؟ تو جس بیچارے سے خدا جانے کتنے گناه هوئے هونگے، کس کس کا مال غلط طریقه سے لیا هوگا، اور جیساکه عموما اس زمانه کے سلاطین کا حال تها خدا جانے کتنون کے خون اس کي گردن پر هونگے، لیکن اس ان تمام سلسله مین اسکي سزا جس چیز پر هوئي وه یهه تهي که جسکا اظهار خواب دیکهنے والے صاحب سے اسنے بایں الفاظ کیا

عذبني الله عذابا شدیدا لجعل القضاة
اربعة وقال فرقت کلمة المسلمین

ان واقعات سے اور تو کچهه نهین اتنا ضرور معلوم هوتا هے، که برادران شوافع پر دوسرے مکاتب خیال کے علماء کا تقرر سخت ناگوار گذر رهاتها، جب کشفي اور رویائی نظریات کا یهه حال هے تو نسبتا اس سے جو آسان تر چیز تهی، یعني دوسرون کے علم پر حمله کرنا، انکے نقائص نکالنے، بهلا اس مین کیا کمي کي گئي هوگي، خصوصا حنفیون کو حدیث کے معامله مین رسوا اور بدنام کرنا تو آسان هے که معمولي عربي خوان بهي هدایه کے صفحات کو الٹ کر هر صفحه سے تقریبا ایسي ،، حدیث ،، نکال کر دکها سکتا هے، جسکا پته بخاري و مسلم هي مین نهین، صحاح کي اور بڑی کتابون مین بهي مشکل هي سے چلتا هے، کیونکه ان الفاظ کے ساتهه هدایه کي

حدیثین ان کتابون مین واقعہ یہہ ھے کہ نہین پائی جاتین ، آج بھی ھندوستانی مطبع کی ھدایہ کی تقریبا اکثر حدیثون کے نیچے ،، غریب جدا ،، ،، نادر جدا ،، ،،لم یوجد ،، فی الکتب لکھا ھوا ملتا ھے

بظاھر اسی سوال نے میرے خیال مین مصر کے اس عہد مین اھمیت حاصل کی ، اور آخر کچھہ لوگ حنفیون مین تیار ھوگئے ، جنھون نے پوری توجہ اور محنت سے حدیث و متعلقات حدیث کے فنون مین کمال پیدا کیا ، ایسا معلوم ھوتا ھے کہ ھدایہ ھی اس زمانہ مین بھی یارون کا تختہ مشق بنی ھوئی تھی ، اسلئے کہ ھم دیکھتے ھین کہ کہان تو یہہ حال تھا کہ ھدایہ کے شروح مین بھی حدیثون کی تخریج کا التزام نہ تھا ، یا ایک وہ زمانہ مصر مین آیا کہ صرف علامہ زیلعی ھی نے نہین بلکہ جیساکہ ابن حجر نے لکھا ھے صاحب جواھر النقی علامہ ماردینی نے بھی اور انکے شاگرد عبد القادر مصری صاحب جواھر مضیہ نے بھی ھدایہ کی حدیثون کی تخریج پر کام کیا ، اور مستقل کتابین لکھین ،

خیر اسباب کچھہ ھی ھون ، مگر اس سلسلہ مین ایک بڑا کام یہہ ھوگیا ، کہ طحاوی کے جس تیر کو حافظ بیہقی نے الٹ کر احناف ھی پر چلا دیا تھا ، اور ڈھائی سو سال تک بھر اس تیر کو کوئی واپس نہ کرسکا تھا ، ،، الجوھر النقی ،، لکھہ کر صرف جواب ھی نہین دیا گیا ، بلکہ کچھہ اقدام بھی کیا گیا ، اسلئے تاکہ ھر حنفی اس کتاب کو اپنے پاس سفر و حضر مین باسانی رکھہ سکے ، ماردینی کے کچھہ دن بعد مصر کے دوسرے حنفی محدث علامہ قاسم بن قسطلوبغا جو علاوہ حافظ ابن حجر وغیرہ کے علامہ ابن الھمام صاحب فتح القدیر کے تلمیذ رشید ھین ، ،، الجواھر النقی ،، کا ایک خلاصہ تیار کیا ، حاجی خلیفہ کشف الظنون مین لکھتے ھین ؛

ثم لخصه زين الدين قاسم بن قطلوبغا الحنفي
المتوفي سنه ٨٧٩ و سماه ترجيع الجواهر النقي

اسلئے تاکہ مسئلہ کے ملنے مین آسانی ھو ،

و رتبه علي حروف المعجم (ص ٤٧٩ ج ١٣)

اور یون تیسری صدی کے وسط مین ، ایک شافعي عالم کي زبان سے

والله ما یجئي منك شیئا ؟

قسم کا جو فقره بے اختیار زبان سے نکل گیا تھا ، وه نوین صدی کے آخر تک مسلسل ٹوٹتي رهي ، اور مصر کے ایک گاؤن طحا کے ایک دهقاني نوجوان کو حوکها گیاتھا ، کہ توکچهه نهین لا سکتا خود وه اوراسکي بدولت وفاقا و خلافا تقریبا آٹهه ساڑهے آٹهه سو سال تک فقه اور حدیث کي دنیا مین تحقیق و تدقیق تلاش و تجسس کا ایک طوفان بربارها ، گویا هم اگر ،، جدلیات ،، کے اس سلسله کو کسي چارٹ یا شجره کي شکل مین ظاهر کرنا چاهین تو اسکي صورت یه هوسکتي هے ،

مختصر المزني — تیسری صدی

کتاب جلیل قاضي بکار — تیسری صدی

مختصر طحاوی کبیر وصغیر علی ترتیب المزني وترسة بکار — جوتهي صدی

معرفة السنن والاثار ، رد طحاوی السنن الکبری ، بیهقي — پانچوین صدی

الجوهر النقي علامه ماردیني الرد علی البیهقي — ساتوین صدی

ترجیع الجوهر النقي القاسم بن قطلوبغا ،، تلخیص الجواهر ،، — آٹهوین صدی

اوراسي ،، شجره علیة ،، کے هر درجه کو مین امام الطحاوی کے ،، یبم التحدیا ،، کے ،، تحاجیب ربنا ،، کا ایک ایک ،، التعجب ،، قرار دیتاهون ،

واقعہ یہ ہے، کہ علاوہ آئمہ مجتہدین (یعنی ابوحنیفہ و قاضی ابویوسف و محمد بن الحسن وغیرہم) کے طبقات احناف مین بڑے بڑے علما اور افاضل پیدا ہوتے رہے،

لیکن حنفی ادبیات کا وہ سلسلہ جس مین فقہیات کے ساتھہ حدیث و علم حدیث کا مستند سرمایہ شریک ہے، اس سلسلہ کے بانی اول حنفیون مین امام ابو جعفر طحاوی ہی ہین، انہون نے ہی اسکی بنیاد ڈالی، اور پھر جیساکہ بہ تفصیل مین نے بتایا آیندہ جوکچھہ ہوا، ان ہی کی راہون سے ہوا، گویا اس شاخ کے حنفیون مین وہ امام ہین،

لیکن نظر تحقیق کا برا ہو، چاہا تو یہہ ہوجاتا ہے، اور کہا بھی جاتا ہے، کہ علم وہی ہے، جو تحقیقی ہو، ورنہ تقلیدی علم علم نہین، معلومات کی صرف گرد آوری ہے،

مگر دنیا مین جس بیچارے نے علم کی جس شاخ مین بھی خواہ وہ دینی ہو، یا دنیوی، تحقیق کا قدم اٹھایا، خدا جانے یہہ کیا قصہ ہے، کہ اس سے عوام کا کوئی طبقہ کبھی راضی نہ رہا، امام طحاوی کی داستان تو بیان ہی کرونگا، امام مزنی جنہون نے اپنی پوری عمر امام شافعی اور انکے علوم کی خدمت نشرو اشاعت تہذیب وتنقیح مین گذار دی، حتی کہ اس سلسلہ مین بیچارے کو اپنے حقیقی بھانجہ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے الگ ہونا پڑا، جسکا صدمہ جیسا کہ ابن عساکر کے حوالہ سے نقل کرچکا ہون، مرنے کے بعد بھی باقی رہا لیکن وہ امام مجتہد کے شاگرد تھے، اپنی کتابون مین بعض مسائل کے متعلق انہون نے امام سے اختلاف بھی کیا ہے، ہزارہا چیزون مین اتفاق لیکن چند مسائل مین اختلاف، بس یہ ہی انکے لئے مصیبت ہوگئی، بعد کو جیسے جیسے تقلید کا رنگ جیساکہ قاعدہ ہے گہرا ہوتا گیا بیچارے امام مزنی کا یہہ جرم، کہ خود اپنی رائے کیون قایم کی، شوافع کے عام طبقہ کے لئے ناراضی کا باعث ہوا، زیادہ دن کے بعد نہین بلکہ تیسری صدی کے اختتام پر شافعیون کے مشہور عالم ابن سریج المتوفی سنہ ۳۰۶ جنکا ذکر بار بار آچکا ہے ایک طرف تو ،، المزنی کی کتاب کی اتنی تعریف فرماتے تھے کہ ،، عذراء لم یفتض،، قرار دیتے تھے، لیکن انہی سے خطیب نے تاریخ بغداد مین یہہ جملہ بھی نقل کیا ہے کہ فرماتے تھے،

يوتى يوم القيامة بالشافعي وقد تعلق بالمزني يقول
رب هذا افسد علومي فاقول مهلا يااباابراهيم فاني
لم ازل في اصلاح ما افسده (ص ٢٨٦ ج ٣)

غالبا ابن سریج کی بھی باتین ھین جنکی وجہ سے ابن خلکان نے کہا ھے، کہ

کان یفضل علی جمیع اصحاب الشافعي حتی المزني
(ص ١٧)

غالبا امام شافعی کے براہ راست تلمیذ اور خلیفہ پر ایک شافعی عالم کو اسی لئے ترجیح دی گئی
کہ پچھلے نے بجز تقلید کے تحقیق سے کبھی کام نہین لیا، خدا جانے مورخین ،، لم یفتش،،
والا لطیفہ مختصر مزنی کے متعلق انکی طرف جو اس حیثیت سے منسوب کرتے ھین کہ یہہ اس
کتاب کی آخری تعریف ھے، لیکن ابن سریج قیامت مین امام مزنی بیچارے کو اس شکل مین دیکھہ
رھے ھین کہ امام شافعی انکے دامن سے لٹکے ھوئے ھین اور کہہ رھے ھین کہ بار الہا میرے
پیارے علم کو اسنے بگاڑ دیا تو پھر مختصر مزنی کی اس ،، مدح ،، مین مجھے تو قدح کا شبہ
ھونے لگا ھے،

خیر، یہہ تو شوافع کی اپنے گھر کی باتین ھین، ھمین اس مین پڑنے کی کیا ضرورت ہے
مین کہنا یہہ چاھتا ھون کہ جرم تحقیق مین جسطرح سب کچھہ مٹا دینے کے بعد امام مزنی کو
،، مفسد علوم الشافعي ،، کا تحفہ برادران شوافع سے ملا، کچھہ یہی کیفیت امام طحاوی کی حنفیون
مین نظر آتی ھے، اسطرح مخالفون کا تو بیچارے کے ساتھہ وہ سلوک جو آپ حافظ بیہقی
کی زبانی سن چکے، ان پر الزام لگایا گیا کہ ابوحنیفہ اور ابویوسف کی پاسداری مین یہہ
شخص اتنا غالی ھے کہ صحیح حدیث کو ضعیف کر دیتا ھے، اور ضعیف کو قوی کر دیتا ھے،
حافظ ابن حجر نے لسان المیزان من مسلمہ بن قاسم اندلسی کی کتاب صلہ سے امام طحاوی کے
متعلق یہہ فقرہ نقل کیا ھے کہ

کان یذھب بمذھب ابي حنیفہ کان
شدید العصبیة فیه (٢٧٢)

اور یہہ تو خیر نصرت ابی حنیفہ کي جرم کي ہلکي سزا ہے ، کوئي شخص معاویہ بن احمر القرشي ہے ، اسکي طرف تو منسوب کرکے امام کو ایک ایسي چیز سے متہم کیا گیا ہے ، کہ گو حافظ ابن حجر نے اپني مصلحتون کي بنیاد پر اس مجہول الحال شخص کي روایت اپني کتاب مین درج کردی ہے ، لیکن مجھے تو اس کو نقل کرتے بھی شرم آتي ہے ، تاہم یہ دکھانے کے لئے کہ عشق حنفیت مین امام طحاوی کو کیا کیا نہ کہا گیا کیا کیا نہ سنایا گیا ، نقل کرتا ہون ، ابن الاحمر کہتا ہے ،

دخلت مصر قبل الثلاث مائة واهل مصر يرمون الطحاوى
بامر عظيم فظيع من جهة امور القضاء او من جهة ما قيل
انه افتى له به ابا الجيش من امر الخصيان

پہلے الزام کا مطلب تو غالبا یہہ ہے ، کہ قضاء کے سلسلہ مین کچھہ لین دین خورد برد کرتے تھے ، اور دوسرے الزام سے خدا جانے وہ کیا کہنا چاہتا ہے ، بہرحال کچھہ ھي کہنا چاہتا ہو ، لیکن جس وجہ سے اس نے یہہ باتین تراشي ہین ، غنیمت ہے کہ اسکا اظہار بھي اسکے بعد فرمادیا گیا ہے ، یعني ان دونون الزامون کو بیان کرنے کے بعد ارشاد ہے کہ

وكان يذهب مذهب ابي حنيفه لا يرى
حقا خلافه (ص ۲۷٦)

گویا خود ھي کھول دیا کہ مین نے یہہ سب کچھہ جو کہا اسکي علت یہہ ہے کہ وہ ابو حنیفہ کے مسلک پر چلتے تھے ، اور اس باب مین اتنے متشدد تھے کہ جو خیال ابو حنیفہ کے خلاف ہو ، اسے وہ حق نہین سمجھتے تھے ، یعني ” حق “ کا معیار طحاوی کے یہان صرف یہہ تھا کہ امام ابو حنیفہ کا قول ہو ، چونکہ اس شخص کے بیان کا آخری جملہ قطعا غلط ہے جیساکہ یون بھي لوگون کو معلوم ہے ، قاضي حربویہ کي مجلس مین انہون نے جو کچھہ فرمایا تھا وھي اسکي تغلیط کے لئے کافي ہے ، اس کا حال آگے بھي معلوم ہوگا ، اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اور بھي اسنے جو کچھہ کہا سب جھوٹ ہے ، بھلا جس شخص کو

ابن یونس جو انکے معاصر اور ھموطن شب و روز کے دیکھنے والے ھین اور السیوطي جنھین ابن یونس الحافظ الامام کے لقب سے ملقب کرنے کے بعد فن حدیث مین انکی جلالت قدر کے متعلق لکھتے ھین

ھوا امام في ھذا الشان بتیقظ حافظ مکثر
خبیر بایام الناس (حسن ص ٧ ١٤)

یھي ابن یونس علامہ طحاوی کے متعلق فرماتے ھین گویا عیني شھادت دیتے ھین کہ

کان ثقۃ ثبتا فقیھا عاقلا لم یخلف مثلہ (لسان) تذکرہ

خود حافظ ذھبي باوجود سخت متشدد ھونے کے ،، الطحاوی الامام ،، کا عنوان قایم کرکے فرماتے ھین

العلامہ الحافظ صاحب التصانیف البدیعۃ

السیوطي مشھور شافعي عالم ھین ، اور تعصب مین بھي کسي سے کم نھین ھین لیکن جو واقعہ ھے اسکا اظھار ان الفاظ مین کرتے ھین

الطحاوی الامام العلامہ الحافظ کان ثقۃ ثبتا
فقیھا لم یخلق بعدہ مثلہ انتھت الیہ ریاسۃ
الحنفیۃ بمصر (ص ٧ ١٤ حسن المحاضرہ)

گویا امام طحاوی کے پنجگانہ صفات یعني ثقہ ، ثبت ، فقیہ ، عاقل اور بےنظیر ھونے کي جو چشم دید گواھي ابن یونس نے دی تھي اخر تک بالاتفاق تمام محدثین اسکي مسلسل توثیق کرتے چلے آئے ھین
اگر ابن الاحمر کے بیان مین کچھ بھی اصلیت کی جھلک ہوتی تو پھر
ناممکن تھا کہ بغیر کسي تذبذب اور دغدغہ کے سلفا عن خلف امام طحاوی کو محدثین ثقہ (یعني) ایسا شخص جسکے کردار اوراخلاقي زندگي پر بھروسہ کیاجائے ، مسلسل لکھتے چلے آتے ، خصوصا ان بزرگون سے بھلا اسکي امید ھوسکتي تھي جو طحاوی سے حنفیت کي وجہ سے اپنے دلون مین اچھي خاصي گراني بھي رکھتے تھین ،

کیسے حیرت کي بات ھے کہ ابن الاحمر جیسامجھول الحال و الاسم شخص کو تو مصر مین امام طحاوی کے متعلق یہہ خبر ملین ، لیکن اسی زمانہ مین جسکا وہ ذکر کررھا ھے ، ھم انکے حلقہ درس مین مشھور معاجم حدیث کے جامع سلیمان بن احمد بن ایوب الطبراني ء

ابن الخشاب البردعي، القرطبي ، شیخ الظاهریہ عبداللہ بن علي الداودی ، محمد بن ابراهیم المقری الحافظ ، خود ابن یونس مصری ، اورالحافظ المعروف بفید ر منون بن حمزہ العبیدلي، احمد بن محمد بن منصور الدامغاني ، وغیرهم محدثین حفاظ ثقات و فقهاکو بانتے هین ،کہ ان مین سے هر ایک اپنے اپنے وقت اور اپنے اپنے مقام کا امام تها ، خدا نہ خواستہ اگر ان بزرگون کو امام طحاوی مین ابن احمر کے اتهامات کا ادني شائبہ بهي محسوس هوتا، تو جیساکہ ان لوگون کا عام دستور تها، قطعا ان سے حدیث نہ سنتے ،

خیال کرنا چاهئے ، جو شخص ان جلیل القدر ائمہ وحفاظ کا استاد خصوصا روایت حدیث کا استاد هو، اور جو خود بهي سلیمان بن شعیب یونس بن عبدالاعلي جیسے بزرگون کا حدیث مین شاگرد هو ، جنکے متعلق صاحب جواهر مضیہ لکهتے هین کہ

شارك فیہ مسلما و اکثر الرواہ عنہ ؎

اور یهي دو کیا امام طحاوی کے اساتذہ حدیث کي اتني کثرت هے کہ

جمع بعضهم مشائخہ في جزء (جواهر ص ۱۰۳) ؎

بهرحال اس وقت امام طحاوی کے متعلق مجهے رجالي بحث جرح و تعدیل کي مقصود نهین هے ، بلکہ کهنا یهہ هے کہ امام ابوحنیفہ اور انکے مکتب خیال کي جنبہ داریون مین جس شخص نے اپني زندگي کا اکثر حصہ قربان کردیا ، پڑها تو اسي لئے ، اور پڑهایا تو اسي لئے ، لکهنے کا بهي حال یهہ هے ، کہ گو امام طحاوی نے علم کے اور شعبون مین بهي چند بڑی کتابین لکهي هین ، خصوصا مورخین انکي تاریخ کے متعلق لکهتے هین

ولہ تاریخ کبیر (جواهر ص ۱۰۳) ؎

بعد کے ارباب تاریخ بکثرت طحاوی کي اس تاریخ کا حوالہ دیتے هین ، اور ایک کتاب انهون نے ،، النوادر و الحکایات،، کے نام سے بهي لکهي هے ، قاضي عیاض کے حوالہ سے لوگ نقل کرتے هین کہ

النوادر والحکایات في نیف وعشرین جزء ؎

اسي طرح مشهور محدث ومورخ لغوی ابوعبید پر بهي انهون نے انساب کے متعلق تنقید فرمائي هے، جهان تکمجهے معلوم هے که گذشته بالا چند کتابون کے سوا انهون نے جوکچهه لکها هے اور بهت کچهه لکها هے، جسکي بڑی وجه یهه بهي معلوم هوتي هے که باوجود طول عمر یعني ۸۳ سال کي عمر پانے کے انکے قوی کاحال اخرتک یهه رها جیساکه ابن ندیم کي کتاب الفهرست کے حواله سے حافظ ابن حجر نے لسان المیزان مین نقل کیا هے که

قد بالغ الثمانین و السواد في لحیته اکثر من البیاض ص ج ۱ ۲۷۷

اسي کا نتیجه تها که آخروقت تک انکو کام کرنے کا موقعه ملا، بقول ابن ندیم

کان اوحد زمانه علما

علي الخصوص حنیفه اور انکے آئمه کے علوم کا تو شاید نه انکے بعد اتنا کوئي بڑا عالم هوا، اور نه شاید انکے پهلے گذرا، مشهور اندلسي یورپین محدث حافظ عمرو بن عبد البر اپني کتاب العلم مین ارقام فرماتے هین که

کان الطحاوی اعلم الناس بسیر الکوفیین و اخبارهم
وفقههم مع مشارکة في جمیع المذاهب من الفقها·
(لسان)

واقعه یهه هے که علامه طحاوی نے اپني ذهني اور کسبي نعمتون کو حنفي مذهب کي خدمت کے لئے وقف کردیا، اس وقت تک اس سلسله مین انکي جن کتابون کا ذکر کیاجاتا هے، میرے علم مین جنکي تعداد تقریبا بیس کے قریب هے، کسي نه کسي حیثیت سے بالواسطه یا بلاواسطه ان سے حنفي مذهب کو فائده پهونچا هے، معاني الاثار مشکل الاثار تو خیر مطبوعه هین، اور هرشخص انکو دیکهکر اندازه کرسکتا هے، که گو بظاهر انکے نام یا دیباچه مین یهه ظاهر نهین کیاگیا هے که ان مین حنفي مکتب خیال کي تائید کي جائیگي، لیکن جاننے والے جانتے هین که اصل مقصد ان کتابون کا اسکے سوا اورکیا هے، اوران هي دو کتابون سے انکي کتاب احکام القران جوبیس جزء سے زیاده اوراق مین ختم هوتي هے، اسکابهي اندازه هوسکتا هے، اور یهه احکام القران قران کے متعلق انکي دوسری املائي کتاب کے سوا هے جسکے متعلق قاضي عیاض

صحیح مسلم کی شرح اکمال میں لکھا ہے کہ

له في القرآن الف ورقة |

اس کے سوا جامع صغیر جامع کبیر تو امام محمد کی کتابوں کی شروح ہی ہیں خود اپنی مختصر کبیر و صغیر براہ راست حنفی فقہ کی کتابیں ہیں، اسی طرح ان کی کتابیں جو شروط کے متعلق ہیں، اور سمجھا جاتا ہے کہ اس باب میں انکی کتابوں سے بہتر کتابیں آج تک نہیں لکھی گئی، جواہر میں ہے ولہ الشروط الکبیر و الشروط الصغیر والشروط الاوسط ؎

ظاہر ہے کہ ان کا تعلق بھی حنفی مذہب ہی سے ہے، کیونکہ اس فن سے انکو خاص مناسبت اسلئے زیادہ تھی، کہ قاضی بکار نے بصرہ میں ہلال بن یحی الرای و (تلمیذ ابی یوسف و زفر) سے خصوصیت کے ساتھ علم الشروط سیکھا تھا، عبد القادر مصری نے قاضی بکار کے تذکرہ میں تصریح کی ہے کہ اخذ عنه (هلال الرائی) علم الشروط (ص ١٦٩) ؎

خود قاضی بکار نے بھی، کتاب المحاضرہ و السجلات،، اور کتاب الوثائق و العہود،، تصنیف کی تھی، امام طحاوی نے انہی سے اس فن کو سیکھا تھا، حافظ ابن حجر نے ،، لسان المیزان ،، میں طحاوی کا واقعہ ان ہی شروط و مواثیق و عہود کے متعلق نقل کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی حربویہ جیسے عالم بھی امام طحاوی کے نکات کو باسانی سمجھہ نہیں سکتے تھے، واقعہ کا خلاصہ یہہ ہے کہ جب قاضی حربویہ نے امام طحاوی کا نام ،، دیوان الشہود ،، میں درج کرالیا، تو حسب ضرورت کبھی کبھی ادائے شہادت کے لئے انکے اجلاس میں بھی جانا پڑتا تھا، ایک دفعہ طحاوی نے انکے سامنے تحریری شہادت جو انہوں نے لکھکر پیش کیا تھا، قاضی حربویہ کے سامنے پڑھی، شہادت کی اس عبارت میں جن فقہی اور قانونی نکات کو امام نے ملحوظ رکھا تھا، انکے فواید اور اثرات اور نتائج تک قاضی حربویہ کی باسانی رسائی نہ ہوسکی حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ قاضی حربویہ نے ایک دفعہ عبارت سنی اور کہا کہ ،عرفنی،، مجھے سمجھاؤ، امام نے سمجھایا، پھر بھی انکی سمجھہ میں نہ آیا اور بولے ،عرفنی،، جب دو دفعہ یہ ہوچکا، تو اس زمانہ میں جو گواہوں یا مقدمہ کے فریقین کا اظہار کھڑا کرکے نہیں لیا جاتا تھا، بلکہ سب قاضی کے سامنے فرش ہی پر بیٹھہ جاتے تھے، اور اپنے اپنے وقت میں بیٹھے بیٹھے ہی اظہار دیتے تھے، اسی بناء پر ابتک تو

امام طحاوی، قاضی حربویه کو بیٹھے بیٹھے سمجھجا رہے تھے، لیکن جب دو دفعه انہون نے عرفنی عرفنی کہا تب امام کا اراده هواکه اب اس عبارت کے حقائق و نکات پر تفصیلی بحث قاضی کے سامنے کرنی چاهئے، مخاطب کرکے قاضی صاحب سے بولے

یاذن لی القاضی فی القیام الی موضع

قاضی صاحب نے فرمایا، ,, قم ،، یعنی کھڑے هوکر تقریر کرنا چاهتے هو توکرو، امام طحاوی پر اپنے مضمون کے بیان کیے کرنے کا شوق اتنا غالب تھا که

فقام ابوجعفر یجر ردائه قد سقط
بعضه قال فاقام فی ناحیة

کھڑے هوکر اپنی شهادت کے هر هر لفظ پر انہون نے اسطرح بحث کی جیسے اس زمانه مین وکلا اور بیسٹر بحث کرتے هین، تقریر جب ختم هوگئی تب بیٹھ گئے، اور اب انہون نے دیکھا که قاضی حربویه کے چهره پر مطلب کے سمجھ لینے، اور ان دقائق تک پهونچ جانے کے علامات نمایان هین، تو بیان کیاجاتا هے که امام طحاوی اپنی نشست گاه سے سرکتے جاتے تھے اور قاضی صاحب کو کهتے جاتے تھے، جی هان میرا فلان لفظ سے یهه مطلب تھا اور فلان لفظ سے یهه مقصد تھا، حافظ ابن حجر کے الفاظ یهه هین که

ثم عاد یحبو علی رکبته وقال نعم
اعزك الله اشهد بکذا وکذا

قاضی حربویه نے تب انکے ,, شهادت نامه ،، کو اپنے هاتھه مین لیا اور (و علم علی شهادته) انکی ,, شهادت ،، پر اپنے دستخط ثبت کئے، ,, فن شروط ،، مین امام کی مهارت کا اس سے اندازه هوسکتا هے که قاضی حربویه کی علمی جلالت ومنزلت مین بیان کرچکا هون اسکو پیش نظر رکھنے کے بعد اس واقعه کی اهمیت بهت بڑھ جاتی هے، حافظ ابن حجر نے بھی اس واقعه کو درج کرتے هوئے لکھا هے

کان ابوجعفر الطحاوی وجیهه النقد فی الشروط
والسجلات والشهادات (ص ٢٨١)

مگر جیساکہ مین نے عرض کیا ، فقہ اور اسلامی قانون کی یہہ شاخ بھی دراصل حنفی مکتب فقہ کی ایک خصوصی چیز تھی ، اس فن پر امام نے جوکچھہ لکھا ھے ، حنفیون کے اس علم کو چمکانے کے لئے لکھا ، انھون نے اپنے استاد قاضی بکار کی اتباع مین خود بھی ،، المحاضر و السجلات و الوصایا ،، پر کتابین لکھی ھین ایک کتاب مواریث و فرائض مین بھی تصنیف کی ، اراضی مکہ کا کیا حکم ھے ، مکہ عنوۃ فتح ھوا یا صلحا چونکہ اس مین محدثین اور فقہا کا اختلاف ھے ، اسلئے آیندہ احکام مین بھی اختلافات ھوئے ، امام طحاوی نے ایک مستقل کتاب اس مسئلہ پر لکھی ، ،، جنگ ،، کے قانون کا ایک اھم باب ،، غنائم اور فی ،، کی تقسیم کا ھے ، اسپر بھی انکی ایک کتاب ھے ، عیسی بن ابان جو امام محمد کے ممتاز شاگردون مین ھین ، لیکن انھون نے باوجود اسکے امام محمد کی کتابون کی غلطیون پر تنبیہ کرتے ھوئے ،، خطاء الکتب ،، ایک کتاب لکھی تھی ، امام طحاوی نے اسکا جواب بھی ایک مستقل تصنیف کے ذریعہ سے دیا ، ظاھر ھے کہ امام طحاوی کی ان تمام ،، علمی مجاھدات ،، سے بلا واسطہ یا بالواسطہ حنفی مذھب اور حنفی مذھب کے علماء ھی کو فائدہ پہونچانا مقصود تھا ، خود امام ابوحنیفہ کی ایک مستقل سوانح عمری لکھی ، لیکن جنکی ساری عمر حنفیت اور حنفی علوم کی خدمت مین گذری ، اور جواپنے اس عشق مین اس حد تک بدنام کئے گئے ، کہ ابن قاسم اندلسی کے حوالہ سے حافظ ابن حجر نے یہہ لطیفہ نقل کیا ھے کہ کسی نے امام طحاوی کے سامنے یہہ شعر پڑھا

ان کنت کاذبۃ الذی حدثتنی
فعلیک اثم ابی حنیفہ اوزفر

گویا ،، اثم ابی حنیفہ اور زفر ،، سے زیادہ وزنی گناہ کوئی نہ تھا ، جس سے محبوبہ کو اسکا عاشق دھمکانا چاھتا ھے ، کہ اگر ایفاء عہد نہ کریگی تو اسلام کے دو مجرمون ابوحنیفہ اور زفر کے گناہ کے نیچے تو دب جائے ،

کہتے ھین کہ امام طحاوی نے جب یہہ شعر سنا ، توفرمایا

وددت لو ان علی اثمھما و ان لی اجرھما ؎

مگر سب کچھہ کرنے دھرنے کے ساتھہ ساتھہ چونکہ انھون علم کو رٹا نھین تھا بلکہ پڑھا تھا ، اسلئے انکی تقلید تحمیلی نھین بلکہ تحقیقی تھی ، ظاھر ھے کہ ایسے آدمیون کے لئے مشکل ھے کہ صد فی صد مسئلہ مین کسی ایسے ھستی کے اقوال یا نظریات پر آنکھہ بند کرکے ایمان لے آئے ، جو نہ نبی ھو ، نہ پیغمبر ، حتی کہ پیغمبر کے صحابیون کا بھی درجہ نہ رکھتی ھو ، آخر امام طحاوی امام ابوحنیفہ اور انکے تلامذہ کا جتنا بھی احترام کرتے ھون ، اور انکے علم پر جس حد تک وہ بھروسہ کرتے ھون تاھم انھون نے ان بزرگون کو رسول و پیغمبر تو نھین مانا تھا ، جس کی کسی بات سے اختلاف خدا کی مرضی سے اختلاف کے ھم معنی ھین ، یھی وجہہ ھے کہ اپنی طویل الذیل تصنیفات و تالیفات مین کھین کھین بعض خاص مسائل مین جیسا کہ انھون نے قاضی حربویہ کی مجلس مین علانیہ اظہار بھی کیا تھا ، انھون نے امام ابوحنیفہ اور انکے تلامذہ کے اختیارات اور فیصلون سے اختلاف بھی کیا ھے ، اور اختلافات بھی کسی اصولی مسئلہ مین نھین بلکہ معمولی جزئیات ھین مثلا فقہ کی عام کتابون مین لکھتے ھین کہ حنفیون کا جو عام مسئلہ ھے کہ غروب آفتاب سے پہلے اگر کوئی اسی دن کی عصر شروع کرے اور قبل اختتام نماز آفتاب ڈوب جائے تو نماز پوری کرے ، عصر مین تو یہہ کہتے ھین لیکن بجنسہ یھی صورت فجر مین اگر پیش آئے یعنی شروع طلوع سے پہلے کرے اتنے مین آفتاب نکل آئے ، تو کہتے ھین کہ نماز کو توڑ دے پوری نہ کرے ،

عصر اور فجر مین امام ابوحنیفہ نے فرق کیون کیا ھے ، فقہ کی کتابون مین اسکے تفصیلات موجود ھین لیکن اسی کے ساتھہ لوگ کہتے ھین کہ

وادعی الطحاوی ان العصر یبطل ایضا کالفجر (شامی ص ٢٧٣)

یونھی الشیخ الفانی جو روزہ کی صلاحیت کھو چکا ھو ، چونکہ قضا کرنے کا امکان تو اسکے جاتا رھا اسلئے حنفیہ کا فتوی ھے کہ ھر روزہ کے معاوضہ مین فدیہ ادا کرے ، کہتے ھین کہ

قال مالک لا تجب علیہ الفدیہ وھو القول القدیم
للشافعی و اختارہ الطحاوی (شامی وغیرہ)

یہہ مسئلہ کہ واقعی امام طحاوی نے ان مسائل مین اختلاف کیا ھے یا نھین الگ بات ھے ، اور میرا ذاتی خیال ھے کہ لوگون کو غلط فھمیان ھوئین ھین جنکی تفصیل کا یھان موقعہ نھین ،

اسوقت تو مجھے صرف یہہ دیکھانا ھے کہ تحقیقی تقلید کا خمیازہ بیچارے امام طحاوی کو ان چشم بند گوش بند مقلدون سے کیا کچھہ نہ بھگتنا پڑا افسوس کہ میرے پاس اسوقت فقہا کی بڑی کتابین نہین ھین ورنہ مین انکی بجنسہ عبارتون کو پیش کرتا ہم دسوین صدی کے ایک بزرگ علامہ ابن کمال پاشا ترکی ھین ، سلطان سلیم کے زمانہ کے مفتیون مین ھین ، مولانا عبد الحي فرنگي محلي نے انکے متعلق لکھا ھے کہ

صناعته في الحديث مزجاة كمالا يخفي علي
من طالع تصانيفه (الفوائد ص ١٤)

لیکن باوجود اس ،، بضاعت مزجاة ،، کے علماء سلف پر نمبر اندازی کا آپ کو خاص شوق تھا ، اسی سلسلہ مین علامہ طحاوی کے متعلق ارشاد فرماتے ھین کہ طحاوی کو زیادہ سے زیادہ اسکا اختیار دیا جاسکتا ھے کہ

يقدر على الاجتهاد في المسائل اللتي لا رواية
فيها ولا يقدر علي مخالفة صاحب المذهب لا في
الفروع ولا في الاصول (حاشيه فوايد ص ١٨٠

اور یہہ تو خیر ایک حدتک غنیمت ھے ، جس مسئلہ مین روایت نہین ھے اس مین تو ،، اجتہاد ،، کا اختیار آپ امام طحاوی کو عطا فرماتے ھین ، لیکن آپ سے بھی بڑھا ھوا علماء حنفیہ مین ایک طبقہ ھے جنکے اقوال تو براہ راست مجھے نہین ملے البتہ ھدایہ کے شارح علامہ اتقانی کے واسطہ سے صاحب کشف الظنون نے جو عبارت نقل کی ھے ، اس سے ان حضرات کی کرم فرمائیون کا کچھہ اندازہ ھوتا ھے ، حاجی خلیفہ نے لکھا ھے

قال الاتقاني في صوم الهداية عند مسئلة قضاء
المريض حين ساق بخلاف عن الطحاوی فيها
رادا علي المشائخ ،، لا معني لانكارهم علي
ابي جعفر الطحاوی

جس سے معلوم ھوتا ھے کہ حنفی علماء کو ایک طبقہ جسے اتقانی ،، المشائخ ،، سے موسوم کرتے ھین وہ بیچارے ابوجعفر کو صرف ،، اجتہاد ،، ھی کے حق سے محروم نہین کرنا چاہتا تھا بلکہ س

سے انکا منکر هي تها، حنفي مذهب مین انکا کوئي اعتبار کرنا چاهتا نہین تها ، اتقاني نے اسکے بعد ان المشائخ کے فرد جرم کي اپالوجي کرتے هوئے یهه اور اضافه کیا هے ،

فانکارهم علیه بعد تاخر زمانهم بکثیر لا یجدی نفعا في ذالك لعدم بلوغهم اباه

کیا تماشه هے، جس امام ابوحنیفه و تلامذه کے لئے غریب ابوجعفر نے ماموں کا گهر چهوڑا ، اپنا درچهوڑا ، مدتون فسطاط اور دمشق کي گلیون کي گهر مین المزني جیسے عالم کے رهتے هوئے ، خاك چهانتے پهرے ، غیرون سے ،، کان صعلوکا ،، کا طعنه سننا پڑا، صرف اسلئے که ،، کان یذهب مذهب ابي حنیفه لا یری حقا في خلافه ،، کے جرم مین بدترین تهمتون سے اپنے زمانه مین بهي اور شافعي مورخین کے ذریعه سے آج تك متهم کئے گئے ، محض اسي قصور مین که ابوحنیفه کا مسلك کیون اختیار کیا، برادران شوافع کا ایك طبقه ابتك مصر هے که المزني کي پیش گوئي طحاوی کے حق مین کون کهتا هے که غلط هوئي ، وه پوری هوئي اور قطعاً پوری هوئي اسلئے که

من ترك مذهب اصحاب الحدیث
واخذ بالرأي لم یفلح (لسان المیزان)

مگر صرف اس جرم مین که چند جزئیات مین ابوجعفر نے ابوحنیفه یا انکے شاگردون سے اختلاف کیون کیا اسکي سزا مین حنفي علماء کے ایك گروه نے طحاوی کو کوتاه فهم ، بے سمجهه حتي که اتقاني کے بیان سے تو یهه بهي معلوم هوتا هے که آئمه احناف کے نقل مذاهب مین بهي بد دیانت قرار دیا گیا، کیونکه اتقاني کے اپالوجي مین ایك جزء یهه بهي هے که

لانه مؤتمن لا ئمتهم

یهه جواب خود بتارها هے که حنفي فقه کي جزئیات کي نقل مین بهي ان ،، المشائخ ،، کو طحاوی پر اعتماد نہین تها، یهه دوستون کا حسن ظن هے ، حالانکه گذر چکا که ایك مالکي محدث جلیل ثقه وحجة عمر بن عبد البر کا طحاوی کے متعلق بصیرت کے ساتهه یهه شهادت هے ،

كان الطحاوی اعلم الناس بسير الكوفئين ٥
و اخبارهم وفقهم ٥

اور اسی بنیاد پر میرا ذاتی عقیدہ یہہ ہے کہ حنفی مکتب خیال کے مختلف آئمہ کے باہمی اختلافات میں سب سے زیادہ معتبر اور قابل اشاعت کتاب امام طحاوی کی کتاب ،، اختلافات الروایات علی مذہب الکوفئین ،، ہوسکتی ہے، بشرطیکہ ،، المشائخ ،، کی مہربانیوں نے اس کتاب کے نسخہ کو دنیا میں باقی بھی رکھا ہو، واقعہ یہہ ہے کہ جس وقت سے اتقانی کی کتاب میں مجھے ،، المشائخ ،، کے اس حسن سلوک کی امام طحاوی کے ساتھہ خبر ہوئی تو بیساختہ زبان پر غالب مرحوم کا یہہ شعر آیا

لو وہ بھی کہتے ہیں کہ یہہ بے نام و ننگ ہے
یہہ جانتا تو ان پہ لٹا تا نہ گھر کو میں

شافعیوں کے تنگ نظر جامد مقلدوں نے تو قیامت کے میدان میں امام شافعی کو المزنی کے دامن میں لٹکا ہوا دیکھا تھا، خدا جانے احناف کا یہہ طبقہ امام ابوحنیفہ کو الطحاوی کے گریبان تھامے ہوئے دیکھا کہ نہیں ،

مگر الحمدللہ علماء میں جو طبقہ اولی الایدی و الابصار کا ہے، خواہ ہو کسی مسلک سے تعلق رکھتا ہو، اسنے امام طحاوی کو ہمیشہ سراہا جسکی تھوڑی بہت تفصیل ابن یونس حافظ ذہبی ، السیوطی اور حافظ عمر بن عبد البر وغیرہ مختلف طریقہ کے علماء کے اقوال کے ذیل میں نقل کرچکا ہوں ،

اور حنفیوں نے بھی جو ارباب تحقیق و بصیرت ہیں ، انہوں نے بھی امام طحاوی کے ان جلیل خدمات کا ہمیشہ اعتراف کیا ہے ، جو حنفی مذہب کی نصرت و تائید کے سلسلہ میں ان کے دل و دماغ نے انجام دئیے ہیں ، ،، الاتقانی ،، کا بوجودیکہ انتہائی خود پسند علماء میں شمار ہے ، طاش کبری زادہ نے انکے متعلق لکھا ہے کہ

کان کثیر الاعجاب بنفسہ (ص۰ ۱۳۰ جلد ۲) ٥

خود ھدایۃ کي جو شرح انھون نے لکھي ھے اسکا لمبا چوڑا نام ،، غایۃ البیان و نادرۃ الا قران في آخر الزمان ،، انکي فطرت کي کافی غمازي کررھا ھے ، مگر باایں ھمہ ادعاء چونکہ بہرحال صاحب بصیرت و تحقیق ھین ، اس معذرت مین جو طحاوی کی طرف سے انھون نے پیش کي ھے لکھتے ھین ،

فان شککت في امر ابي جعفر فانظر في کتاب شرح
معاني الاثار ھل تری لہ نظیر في سائر المذاھب
فضلا عن مذھبنا

ھوسکتا ھے کہ ،، اتقانی ،، کے اس بیان مین کچھہ مبالغہ کا عنصر شریک ھو، لیکن اس مین کوئي شبہ نھین کہ اگر ،، اسلامي تصنیفات ،، متعلقہ فقہ اور حدیث مین کل کتابین نھین، اورکل کتابون پر ھرحیثیت سے نھین ، لیکن خاص کر ،، الاثار و الحدیث ،، کے معاني کي شرح و تنقیح کے اعتبار سے اگر اتقاني کے دعوی کو کوئي دھراوے ، توکم ازکم میرے خیال مین یہہ مبالغہ نھین بلکہ انشاءالله واقعہ کا اعتراف ھوگا،

ممتاز اور سربرآوردہ ارباب تحقیق مین سے اگر کسی شخص پر مجھے تعجب ھے تو وہ صرف علامہ ابن تیمیہ حنبلي ھین ، کہ اپني مخصوص فکر و وسیع نظر مطالعہ کے باوجود خدا جانے ان پرکیاحال طاری تھا ، کہ اپني معروف و مشھور کتاب ،، منھاج السنۃ ،، مین رد شمس والي حدیث پر کلام کرتے ھوئے ، محض اس قصور مین کہ اس حدیث کي تحسین کرنے والون مین منجملہ دیگر اکابر محدثین کے ساتھہ ایك امام طحاوی بھي ھین ، ایسا معلوم ھوتا ھے کہ غالبا غصہ کي حالت مین انکے قلم سے امام طحاوی کے متعلق یہہ الفاظ نکل گئے ھین ،

الطحاوی لیست عادتہ نقد الحدیث کنقد اھل العلم
و لھذا روای في شرح معاني الاثار الاحادیث المختلفۃ
و انما رجح مایرجحہ منھا في الغالب من جھۃ القیاس
الذی راہ حجۃ ویکون اکثرہ مجروحا من جھۃ الاستاد
ولا یثبت فانہ لم یکن لہ معرفۃ بالاستاد کمعرفۃ اھل
العلم بہ وان کان کثیر الحدیث فقیھا عالما

اگرچہ حافظ ابن تیمیہ کی یہہ عبارت ان احناف کے لئیے موجب عبرت ھے جنھون نے امام طحاوی

کا انکار کیا ھے ، قطع نظر حنبلی جنکے قلم کی زد سے امام غزالی اور شیخ ابن عربی جیسے جہابذہ

کبار نہین بچے ہوئے ھین ، امام طحاوی کے متعلق انکا اتنا اعتراف بھی بسا غنیمت ھے

لیکن باوجود اسکے طحاوی جیسے جلیل القدر ،، امام حدیث ،، کے متعلق ابن تیمیہ کا یہہ کہنا کہ

لم یکن لہ معرفۃ بالاسناد کمعرفۃ اھل العلم بہ

اب اسکی توجیہ یا تووھی کیجائے جو مولانا عبد الحی فرنگی محلی نے ابن تیمیہ کی اس عبارت کو

نقل فرمانے کے بعد کی ھے کہ

قلت فیہ بعض مبالغہ کعادتہ (ص ١٩)

یا جیسا کہ میرا خیال ھے ، معلوم یہہ ھوتا ھے کہ اپنی وسعت علم و نظر پر بھروسہ کرکے ابن تیمیہ نے

طحاوی کی کتابون کا صحیح طور پر جیسا کہ چاھئیے مطالعہ نہین کیا ھے ، ایک سرسری نظر

انہون نے شرح معانی الاثار پر ڈال لینے کے بعد دراصل حافظ بیہقی کی تقلید مین انکے قلم سے

یہہ الفاظ نکل گئے ھین ، کیونکہ اس عبارت کے علاوہ جومین معرفۃ السنن والاثار سے حافظ

بیہقی کی نقل کرچکا ھون ، بیچ بیچ مین بھی وہ طحاوی پر چوٹ کرتے چلے گئے ھین ، مثلا

ایک مقام پر فرماتے ھین ، جسے حافظ ابن حجر نے لسان المیزان مین نقل کیا ھے

ان علم الحدیث لم یکن من صناعتہ وانما اخذ الکلمۃ
بعد الکلمۃ من اھلہ ثم لم یحکمھا (ص ٢٧٨)

مین جہان تک سمجھتا ھون ، حافظ ابن تیمیہ نے بیہقی کی اس عبارت کو لفظی رد و بدل کے ساتھ

محض انکے قول پر اعتماد کرتے ہوئے اپنی کتاب مین نقل کرلیا ھے ، ورنہ بیہقی نے اگر طحاوی کے سامنے

یہہ الفاظ لکھے ھین ، توجنکو حضرت امام شافعی کے مذھب کی نصرت مین تفرد حاصل کرنا تھا

ان سے تو یہہ بعید نہین ھے ، اور قدرت نے ماردینی کی شکل مین انکی کلوخ اندازی کا کافی جواب

سنگ سے دلا بھی دیا ،

لیکن حافظ ابن تیمیہ تو ایک آزاد خیال عالم ھین ، اگروہ خود کم از کم مشکل الاثار ھی

حاشیہ: مجھے اس شک مین ڈال دیتا ھے کہ خود حافظ ابن تیمیہ کے متعلق پوچھون کہ ھل لہ معرفۃ بکتب الطحاوی کمعرفۃ المشتغلین بکتبہ

براہ راست مطالعہ فرمالیتے ، تو انکو اندازہ ہوجاتا کہ اس شخص کو خدا نے ؟ ر متون حدیث کی شرح و تطبیق ، تاویل ، و تنقیح مین جو ید طولی عطا فرمایا ہے ، جسکی نظیر واقعی محدثین مین مشکل سے مل سکتی ہے ، تو اسی کے ساتھہ ،، علم اسناد ،، مین بھی انکا پایہ کسی سے کم نہین ہے ، افسوس ہے کہ امام طحاوی کے دوستون اور ہم مذہبون نے انکی اسلئے قدر نہ کی کہ انکی طرح وہ حدیث سے بیگانہ رہنا نہین چاہتے تھے ، اور طبقہ محدثین مین وہ اسلئے بدنام ہوئے کہ انکی اتباع مین ،، فقہ ،، سے کنارہ کشی نہین اختیار کی ، اس ،، جامعیت ،، نے انکو اور انکی کتابون کو دونون طبقون مین اس منزلت و مقام سے محروم رکھا جسکی وہ واقعی مستحق تھین ، اسی کا نتیجہ ہے ، کہ انکی اکثر و بیشتر کتابین گوشہ گمنامی مین پڑھی ہوئی ہین ، ورنہ انکی تالیفات کی فہرست مین ایک کتاب ،، نقض کتاب المدلسین علی الکرا بیسی ،، کا بھی نام لیاجاتا ہے ، اور ،، الکرابیسی ،، کا شمار امام شافعی کے بغدادی شاگردون مین ہے ، ابوثور اور کرابیسی دونون ہم پلہ سمجھے جاتے تھے ، اسی طرح ابوعبید جیسے حافظ آثار و احادیث کی کتاب الانساب پر بھی انہون نے ایک تنقیدی کتاب لکھی ہے جسکا ذکر پہلے بھی مین کرچکا ہون ، مولانا عبدالحی فرنگی محلی اس کتاب کے متعلق فرماتے ہین کہ

ولہ الرد علی ابی عبید فی ما اخطاء
فی اختلاف النسب (ص ۱۸)

غور کرنے کی بات ہے کہ جو شخص ،، المدلسین ،، کے متعلق اور ،، الانساب ،، پر تنقیدی کتاب لکھے ، اسکے متعلق حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہین کہ

لم یکن لہ معرفۃ الاسناد

کاش ! مقالہ کی طوالت کا اندیشہ نہ ہوتا ؛ تومین انکی صرف دوکتابون شرح معانی الاثار اور مشکل الاثار کہ انکے سوا کسی کتاب تک میری رسائی نہین ہے ، مین ،، علم الاسناد ،، کے متعلق ان نکات اور حقائق کو جمع کرتا اور حافظ ابن تیمیہ کا اس علم مین جو مبلغ ہے ، دونون کا مقابلہ کرکے بتاتا ،

لیکن میرے مقالہ کا پہلا باب ہی اتنا طویل ہوچکا ہے کہ اس سلسلہ مین اب اس سے زیادہ

کي گنجائش نهين پاتا ، خيال تها ، که دوسرے باب مين امام طحاوی کے خصوصي نظريات اور

حديثون کے متعلق جو انکے اختصاصي اجتهادات هين ان سب کو ايک جگه جمع کرکے اس مق

کا اسے دوسرا باب قرار دون ، کيونکه باب اول کے متعلق شروع مين مجهے صرف اسکي توقع ته

که بيس پچيس ورق مين اسکے مباحث ختم هوجائينگے ، عام کتابون مين جو مواد امام طحاوی ک

متعلق پاياجاتاتها ، ان کو ديکهکر ابتداء مين يهي رائے قايم هوسکتي تهي ، ليکن جب تلاش

جستجو کا سلسله جاری هوا ، تو چيز کے بعد چيز ملتي گئي ، دلچسپ چيزين تهين ، کسي چي

چهوڑنے پر دل آماده نه هوا ، تاآنکه امام طحاوی کي سيرت پر يهه چهوٹا سا ايک رساله هي

اسي لئے اب يهه قصد هے که دوسرے باب کا خيال هي ترک کردون ،

اور

اللهم اغفرلنا ولاخواننا اللذين سبقونا بالايمان ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين امنوا

کي دعا کرتے هوئے ، اس مقاله کو ختم کرتا هون ، انشاء الله آينده دوسرے باب کي اطميان

تکميل کي جائيگي ، امتحاني مقاله کے لئے غالبا ميرا اتنا بيان کافي هے ، والله يقول الحق وهو

يهدی السبيل —